کلیاتِ باقی باللہؒ

یعنی

مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتّبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجددی

و

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم۔اے۔پی ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

۱۰/-

بحث سماع ص۱۲۵ حدیث فان ذکرنی فی نفسہ الخ کا [illegible] مطلب ص۸۲

۸۹ - اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری -

۱۵۰ - سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ فرستادہ اکرم حاکم اللہ است

۱۵۰ - در کسوت بشریت در آمد

۱۶۰ - کلام حضرت شیخ مقتبس از مشکوٰۃ نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۲ - تخلقے از اخلاق الٰہیہ متحقق گشت

۱۷۳ - محمد احمد بلا میم ست اورا با خاکیان چہ نسبت اودر یتیم ست۔

۲۰۸ - نعت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

۲۱۲ - زمین بوس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم

وھو السمیع البصیر

کلمہ سنی

لسین

محمد عبد الغفور قادری رضوی عفی عنہ

کلیاتِ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتّبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجدّدی

و

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم اے پی ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور



طابع ـــــــ ملک محمدؐ عارف

ناشران ـــــــ ملک دین محمدؐ اینڈ سنز

بہ اعانت

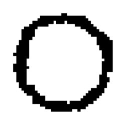
محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

مقامِ اشاعت ـــــــ اشاعت منزل، بل روڈ، لاہور

مطبوعہ ـــــــ دین محمدی پریس، لاہور

قیمت ـــــــ دس روپے ستر پیسے بلا جلد

قیمت مجلد دس روپے ۱۵-۰۰



فہرس

مقدمہ

(محمد عبدالمجید یزدانی ریسرچ سکالر شعبۂ تعلیم و مطبوعات محکمۂ اوقاف حکومتِ مغربی پاکستان لاہور)

یوں تو کسی بھی مصنف کی نثری یا شعری تخلیقات کا جائزہ لینا کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے جب صاحبِ تخلیق ایک آگاہِ راز سالک، ایک باعمل صوفی اور ایک صاحبِ مقام ولی و بزرگِ دین بھی ہو۔۔۔ اور پھر یہ وادی سراپا خارزار بن جاتی ہے جب تبصرہ نگار ہیچمدان ہونے کے علاوہ تر دامن رُوسیاہ بھی ہو اور تر دامنی بھی وُہ نہیں کہ ع دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ بلکہ وُہ کہ ذوقِ عصیاں ہی سرمایۂ زیست اور متاعِ حیات ہو ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک

میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

پس خواجہ باقی باللہ علیہ رحمت کی تخلیقات کے بارے میں ہماری خامہ فرسائی گویا جگ ہنسائی کا اہتمام ہے۔ "اہلِ جرح" کی ناوک اندازیاں ہونگی اور ہمارا دلِ داغدار کہ زخم کھانا اور لذت اٹھانا ہی جس کا منتہائے مقصود ہے ؎

کیوں نہ ہوں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم

آپ اُٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے

حق تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی تمام شعری و نثری تحریروں کا نچوڑ ایک جملے میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ "بیانِ توحیدِ باری تعالیٰ ہی ان کے کلام میں جاری و ساری ہے"۔۔۔ اسی ایک گلِ خوش رنگ کا مضمون ہے جسے انہوں نے سو نہیں ہزار ڈھنگ سے باندھا ہے ع

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

لیکن میں نے ذوقِ حضوری کی خاطر اس حکایتِ لذیذ کو ایک حد تک طول دے دیا ہے۔ حضرتِ خواجہؒ کے نگارشات کا جائزہ تنقید و تبصرہ کے عام اصولوں کے تحت لینے کی کوشش سوءِ ادب ہے۔ جہاں مصنف کا مقصدِ تحریر یہ نہ ہو کہ فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جائیں، انشاپردازی کے جوہر

دکھائے جائیں، نازک خیالیوں اور رنگیں بیانیوں سے ذہنوں کو محظوظ و برانگیختہ کیا جائے ـــــــ بلکہ اس کے برعکس جہاں نثر کے ساتھ شعر کو بھی قصداً ذریعہ ابلاغ ٹھہرایا جائے۔ اور جہاں تحریر ایک خاص اور واضح مقصد کی حامل ہو اور مقصد بھی خالص دینی و مذہبی ہو وہاں نظم و نثر کو جانچنے کے فنی اصول اور تنقیدی پیمانے کہاں ساتھ دے سکتے ہیں ـــــــ جہاں صریرِ خامہ نوائے سروش اور ندائے غیب کا درجہ رکھتی ہو وہاں تبصرہ و جرح کا کیا کام؟ جہاں ہر لفظ پر ایک بھرپور شخصیت کی جھلک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہو وہاں حسنِ تحریر اور حُسنِ بیان کی حیثیت ثانوی بھی نہیں رہ جاتی۔ وہاں تو نگاہیں اسی عکسِ رُوح پرور کے خدوخال متعین کرتی رہ جاتی ہیں اور نظّارۂ جمال کی فرصت بھی میسّر نہیں آنے پاتی ؎

نظّارۂ جمال کی فرصت کہاں ملی ۔۔۔ محفل کا اُن کی جاہ و حشم دیکھتے رہے

پس حضرت خواجہ کی نظم و نثر کا ذکر آپ کی حیاتِ بابرکات سے علیحدہ طور پر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کثرت اسی وحدت میں جلوہ فگن ہے (اور شاید یہی جدید تنقید کا بُنیادی تقاضا بھی ہے) بہرحال "کیسے کہا" کے بجائے "کیا کہا" ہمارا اصل موضوع ہے۔

حضرت خواجہ کے حالات و سوانح پر مشتمل کوئی مکمل یا باقاعدہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری یُوں بہت سی کتابوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک آدھ صفحہ یا زیادہ سے زیادہ ایک باب کی صورت میں مثلاً خواجگانِ نقشبندیہ پر کوئی تذکرہ ہے تو اس میں خواجہ کا ذکر جزواً آجاتا ہے، اولیائے کرام پر کوئی تصنیف ہے تو وہاں آپ کا نام مل جائے گا۔ زیادہ تر آپ کا ذکر ان مقالوں، رسالوں یا کتابوں میں ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ مرتّب کلیات نے زبدۃ ابوالخیر کی سوانح باقی باللہ کا حوالہ دیا ہے لیکن لاہور کی کسی لائبریری میں کم سے کم وُہ مجھے دستیاب نہ ہو سکی۔ ممکن ہے اس میں سوانح نگاری کا حق ادا کر دیا گیا ہو لیکن اس میں سے جس قدر حوالے مرتّب نے دیئے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر مواد تو شاید شیخ اکرام کی تصنیف رُودِ کوثر میں بھی موجود ہے حالانکہ وہاں بھی خواجہ کا ذکر صرف ایک باب میں ہی کیا گیا ہے۔ بہرحال دو ہفتے کے اندر اندر جس قدر معلومات حاصل ہو سکی ہیں انہی کی روشنی میں یہ مقدمہ ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ میری جہالت و نادانی کی تاریکی میں یہ روشنی مدھم ضرور پڑ گئی ہو گی۔

نام و ولدیت آپ کا اسمِ گرامی محمد الباقی تھا۔ والدِ ماجد کا نام قاضی عبدالسلام سمرقندی بتایا

گیا ہے اور بعض جگہ "قریشی" کا لفظ بھی آخر میں لکھا ہوا ہے۔ اکثر وقت آہ و بکا میں گزرتا تھا جس سے خود ان کا صاحبِ حال ہونا بالکل عیاں ہے۔

نسب یہ عنوان قائم کرتے ہوئے مجھے ندامت سی محسوس ہو رہی ہے نہیں معلوم کہ کسی صاحبِ کمال کا تذکرہ اس کے نسب و نسل کے بغیر نامکمل کیوں تصوّر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عظمت و فضیلت، کسبِ کمال کی مرہونِ منّت ہوتی ہے نہ کہ نسب کی؟ یہ عنوان مجبوراً اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ مرتّب کلیات نے اس پر خاص طور پر بحث کی ہے اور لطف یہ ہے کہ آخر میں خود ہی جامی کا یہ شعر بھی نقل کر دیا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

بہر حال ثابت یہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواجہ صاحب سیّد نہیں تھے بلکہ تُرک تھے کیونکہ آپ کے والد قوم خلج سے تھے جو ایک تحقیق کے مطابق ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور دوسرے دعوے کی رُد سے افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور خلجی اسی سے مشتق ہے۔ یوں لفظ خلج خود ہی خلجان میں پڑ گیا تو پھر ترک و افغان کا فیصلہ کیونکر کیا جائے؟ اس ضمن میں خواجہؒ کے وہ اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں، جو آپ نے اپنے فرزند کی ولادت پر کہے ہیں ؎

گل شکرے بوالعجبے دست داد — شکر ہندی و گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفران — شد شکر آلودۂ ہندوستاں

دراصل یہ جو استعارہ و تشبیہ کی زبان میں باتیں ہو رہی ہیں، ولادتِ فرزند پر اظہارِ مسرّت کے طور پر ہیں، ورنہ خواجہ کا مقصد اپنے حسب نسب کی نشاندہی کرنا نہیں ہے۔ کہ یوں تو پھر مادیّت سے گزر کر حقیقت تک رسائی اور نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی رہنے کے تمام دعوے باطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو عجیب تضاد ہوگا کہ ایک طرف تو اس فرمان کو مشعلِ راہ بنانے کی تلقین کی جائے کہ "تم میں وہی برگزیدہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں"۔ اور دوسری طرف "خلجی" و "ترک زاد" ہونے پر اظہارِ فخر کیا جائے! اگر کہیں ان کا سبطِ سادات ہونا ثابت ہوتا بھی ہے تو وہاں یہ بحث چھیڑ دی گئی ہے کہ "سبط" عربی میں نواسے کو کہتے ہیں پوتے کو نہیں کہتے۔ یہ نہ تصوّر کیا جائے کہ راقم کو خواجہؒ کے سیّد ہونے پر اصرار ہے بلکہ مقصود یہ جتلانا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بحث ہی سرے سے بیکار اور غیر مفید ہے اور خود ان صوفیاء کی تعلیمات کے منافی ہے

جن کی زندگیاں انہی بُتانِ رنگ و خوں کو توڑنے میں صرف ہوگئیں۔

لقب باقی باللہ حضرت خواجہ کا لقب ہی کہنا چاہیئے۔ اور یہ اِس لئے ہوا کہ آپ کو اتباعِ کامل کی بدولت بجز حق سبحانہ تعالیٰ اور کوئی مطلب ہی نہ تھا پس باقی باللہ کہلاتے۔ اس کے علاوہ آپ کو "بیرنگ" بھی کہا جاتا ہے معلوم نہیں کیوں ممکن ہے اِس کی وجہ وُہ عاجزی اور انکساری ہو جو آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔

ولادت و وفات حضرت خواجہ کا سالِ ولادت ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۳ء ہے۔ اور یہی سالِ ولادت آپ کے عظیم المرتبت مرید و خلیفہ امامِ ربانی حضرت احمد سرہندی مجدّدِ الفِ ثانی کا بھی ہے۔ اللہ اللہ کیا اِتصالِ رُوحانی ہے ؎

تیرے جلووں کو دیکھیں اور مرے دِل کی طرف دیکھیں
کہاں ہیں اِتّصالِ موج و ساحل دیکھنے والے

سالِ وفات ۱۰۱۲ ہجری یعنی ۱۶۰۳ء ہے۔ گویا کل مدتِ حیات کم و بیش چالیس برس اور بس ایک رباعی میں بڑے لطیف پیرائے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے ؎

صحرا نشیں ز سیل حذر کن کہ آستیں | تر می کنم بہ گریہ و افسردہ می روم
آں گلبنم بہ باغِ تو کز یک نسیمِ لطف | نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

تعلیم و تربیت خواجہ کو ابتداہی سے حصُولِ علم کا شوق بحدِ جنون تھا چنانچہ حصولِ علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنے لگے۔ لیکن ایک مجذوب نے ایک دن بڑے معنی خیز انداز میں یہ کہہ کر کہ ؎

در کنز و ہدایہ نتواں دید خدا را
آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست[1]

آپ کی دُنیا ہی بدل ڈالی۔ اب آئینۂ دل کو دیکھنے کی دُھن سوار ہوگئی، اور نجانے کہاں کہاں لئے پھرتی رہی، ایک بیقراری تھی کہ چین نہ لینے دیتی تھی ؎

بار بار اس کے در پہ جاتا ہُوں | حالت اب اِضطراب کی سی ہے

کتنے ہی بزرگوں کے آستانوں پہ حاضری دی۔ اور کتنی ہی بشارتوں سے سرفراز ہوئے۔ اور آئینۂ

---

[1] رودِ کوثر

دل کو اتنی جلادی کہ حقیقت کا صحیح عکس اس میں نظر آنے لگا۔ خود لکھتے ہیں: "ہر گاہ ملامتے می رسد در خود می نگریم و یک بد صفتے در خود می یابیم و ایں اشارت را موعظۂ غیبی میدانیم"۔۔۔ اللہ اللہ کیا مقام ہے اور کیا آگاہی! اسی خیال کو ظفرؔ نے یوں شعر کا جامہ پہنادیا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

تربیت کے سلسلے میں متعدد بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ مکتوبات میں فرداً فرداً سب کے نام گنوائے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو:

"......... پیر سہ است، پیرِ خرقہ، پیرِ تعلیم، پیرِ صحبت.........
اگر کسے از پیرِ صحبت بہ راہِ صحبت بکمال رسیدہ باشد او را بہ پیرِ تعلیم کہ تلقینِ ذکر
ازو بگیرد حاجت نبود، مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد ازاں او را باسب
خریدن حاجت نباشد۔"

اسی لگن میں سفر و سیاحت کے دوران کہا جاتا ہے کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند عالمِ از خود رفتگی میں سامنے آئے اور خواجہ صاحب نے ان سے فیضِ روحانی حاصل کیا۔ یوں بظاہر اگرچہ تعلیم ادھوری رہی لیکن یہ ادھوری ہے تو پھر پوری کسے کہتے ہیں!

خلافت

ماوراالنہر کے صوفی درویش خواجہ امکنگی نے عالمِ خواب میں کہا:

"ہماری آنکھ تمھاری راہ پر لگی ہے۔"

اور انھوں نے خلیفہ بنا کر آپ کو ہندوستان بھیجا۔ اسی خرقۂ خلافت کو حاصل کرنے کے لیے بعض مریدوں کی عمریں گزر جاتی ہیں اور ایک وہ ہوتے ہیں کہ خود پیر و مرشد ان کا انتظار کیا کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہ صورت خود خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد کی پیری و مریدی اور عطائے خرقۂ خلافت کی تھی۔ کہ خلافِ عادت خواجہ نے حضرت مجدد کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی، اور پھر اور بھی زیادہ خلافِ معمول استخارہ کیے بغیر ان کو مرید کیا۔ اور سلوک کی منزلیں دو ڈھائی ماہ میں طے کرادیں۔ اور اس کا اعتراف بکمالِ عقیدت حضرت مجدد نے خود بھی کیا ہے۔

ورودِ ہند حضرت خواجہ کی چہل سالہ حیاتِ بابرکت کا اہم بالشان واقعہ ان کا سرزمینِ ہند میں تشریف لانا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہاں خاص طور پر بھیجا گیا تھا۔ ہماری مراد اس بشارت و اشارت سے ہے جو حضرت خواجہ کو ہندوستان آنے کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ہمارے جدید نقاد و محقق اپنی تحریروں کو زیادہ سے زیادہ سائنٹیفک بنانے کی دھن میں اس پہلو سے ذرا گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یُوں تو ایمان بالغیب کی ساری عمارت ہی دھڑام سے نیچے آرہے گی۔ جب ہم ان دیکھے خدا، نادیدہ فرشتوں، اور وحی و الہام پر عقیدہ رکھتے ہیں تو کشف و کرامت اور اشارت و بشارت کے ذکر سے کیوں شرمائیں؟ حقیقی نائبانِ رسول سے دُنیا کب خالی رہی ہے؟ مصلحین کے زندہ نمونے ہی تو سُنتِ الٰہی کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔ پس اس نظامِ ظاہری کے علاوہ کوئی تو نظام اور بھی ضرور ہے کہ انسانیت قعرِ مذلت میں گر کر پھر سے کھوئے ہوئے راستوں کو پالیا کرتی ہے۔ اور سیاہ خانے پھر سے منور ہو جاتے ہیں۔ ثبوت و دلیل اور برہان و استدلال کے علاوہ ایک اور شے بھی ہے جسے وجدان کہتے ہیں، اور یہی وہ طاقت ہے کہ عقل جس کے آگے سپر ڈال دیتی ہے ہم اس موضوع پر خواجہ کی شاعری کے باب میں اظہار کریں گے تاہم یہاں خُود خواجہ کی تحریروں میں سے، دو ایک اقتباسات ایسے پیش کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی میں بشارت و اشارت کو کتنا دخل تھا۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"دیگر سید نجای کہ او در ترقی دارد، چوں در خدمت شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید۔ اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آں چیزے دگر است
ع من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من"

ایک شخص کو تحریر فرماتے ہیں:

"پیش ازیں بیک روز یک نوعے اشارت شد بانکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم و از ہمیں جا غائبانہ نیز ہمت بر ترقی شما بربندیم، بتوفیق اللہ تعالیٰ تقصیر نخواہیم کرد ۔۔۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

—" اشارت خواجہ بزرگ برایں است کہ شما را دریں وقت تنہا نگزاریم، ہر چند کہ ازیں جانبہ غافل نیستیم، چہ تواں کرد کہ ما راحت دم شما ساختہ اند۔"

ان مثالوں سے جہاں ہمارے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہاں حضرت خواجہ کی (مقاماتِ بلند پہ فائز ہونے کے باوصف) مسکینیٔ طبع کتنی رُوح پرور مگر رقت انگیز ہے۔ سبحان اللہ کرتے ہیں اس کی رُوحانی تربیت لیکن کہتے ہیں خود کو اس کا خادم —!

مزید وضاحت کے لیے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت کا ہر معاملے میں استخارہ کرنا تو ہر تذکرہ و تاریخ کی رُو سے ثابت ہے۔ وُہ بھی تو اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ پھر غایت انکساری کے علاوہ اُن کی ایک خاص بات "ستر احوال" ہے یعنی چھپاتے تھے اِن باتوں کو —— آخر کچھ تو تھا جسے چھپاتے تھے! اور راز کو راز رکھنے کے لیے مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین و ایمان کی بنیاد ہی معجزات و خوارق پر ہے بنا ناشر یہ مقصود ہے کہ یہ باتیں معدوم یا کالعدم نہیں ہیں —— اگرچہ صرف انہی پہ دار و مدار کرنا بھی ضروری و مناسب نہیں لیکن یہ کہ ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا —— ورنہ خود خواجہ نے مولانا رُوم کا یہ شعر اس ضمن میں نقل کیا ہے ؎

موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات

بہر حال خواجہ کو حضرت امکنگی نے خلافت کا خلعت خاص اسی لیے بخشا تھا کہ وہ ہندوستان جا کر اصلاحِ حال پہ توجہ دیں۔ اور وہ خاص مشن حضرت احمد سرہندی کی تربیت کرنا تھا جن کے فیض سے آگے چل کر کتنے فتنوں کا سدّباب ہونا تھا —! چنانچہ حضرت خواجہ وفات سے چند سال قبل ہندوستان میں آئے، کچھ عرصہ کشمیر اور ایک سال کے قریب لاہور میں رہے اور بالآخر دہلی پہنچ کر قلعۂ فیروز شاہ میں تادمِ آخر مقیم رہے[1]۔ اس قلعہ کی فیروز بختی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ یہی وہ مرکز تجلیات تھا جو حضرت امام ربانی کے لیے تجلی گاہ ایمان و ہدایت بنا۔

---

[1] - تذکرۂ اولیائے نقشبند

مکمل و مفصّل سوانح کی کمیابی

حضرت خواجہ کے مکمل سوانح حیات اور مفصل حالاتِ زندگی اس لیے میسّر نہیں کہ ہندوستان میں ان کی آمد زندگی کے آخری حصّے میں ہوئی[1] اور وُہ بھی اس وقت جب عہدِ اکبری کے مشہور مورّخ وفات پا چکے تھے۔ خود انھوں نے اپنے حالات تحریر کرنے کے بجائے تبلیغ و اشاعت دین پہ زیادہ زور دیا ہے۔ پھر یہ کہ ان کی مدّتِ حیات بھی بہت مختصر رہی ورنہ شاید یہ پہلو اس قدر تشنہ نہ رہتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مرید و خلیفہ کی شہرت اس درجہ ہوئی کہ لکھنے والوں کی زیادہ توجّہ ادھر ہی رہی اور خواجہ کا ذکر ان کے ساتھ ہی محض جزواً یا ضمناً کیا جانے لگا۔ اور پھر ایک ایسے صوفیِ باعمل کے حالاتِ زندگی کا سُراغ لگانا آسان بھی تو نہیں کہ جس نے ظاہری سے زیادہ باطنی منزلیں طے کی ہوں جن کا علم سوائے اس کی ذات کے کسی کو مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ درویشانہ زندگی تھی — دربار سے منسلک ہونا درکنار، اس سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور شانِ استغنا کا یہ عالم کہ خان خاناں نے ایک لاکھ کی رقم حج کے لیے بھیجی تو خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہ فقیر کی شان کے خلاف ہے[2] — نواب مُرتضےٰ خاں جو عموماً شیخ فرید کے نام سے مشہور ہیں اُمرائے وقت میں خاص درجہ کے مالک تھے لیکن خواجہ کے غلام بے دام تھے اور تحفّظِ دین کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا خواجہ ہی کے فیض و برکت کے طفیل تھا۔ جس طرح ان امرا سے بے نیاز تھے ویسے ہی بادشاہ کی انھیں کوئی پروا نہ تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”ایں جماعت کہ مصاحب باشند ایشاں را نیز در صحبتِ دیگراں فرستیم و خود مجرد باشیم، مرضی ہست باید اندیشۂ بادشاہ را در خاطر نیارند۔“[3]

یہ الفاظ درحقیقت بڑے معنی خیز ہیں اور ممکن ہے ایک تازہ ترین بحث کے سلسلے میں کچھ کام آسکیں۔ ہم اس کا مختصر ذکر یہاں کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اکبری فتنۂ کفر و الحاد

حضرت خواجہ جب دہلی پہنچے تو اکبری کفر و الحاد کا فتنہ زوروں پر تھا اور دین الٰہی کا دربارِ اکبری میں طوطی بول رہا

۱؎ رودِ کوثر
۲؎ تذکرہ اولیائے نقشبند
۳؎ تو پھر مجدد الف ثانی کی گردن جہانگیر کے سامنے کیونکر جھک سکتی تھی؟
۴؎ حیاتِ مجدد

تھا۔ یہاں ذہن میں یہ سوال اُبھر آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے کیا کیا؟ مجدد الف ثانی نے جو کچھ کیا تاریخی طور پر اس کا تعلق عہدِ جہانگیری سے ہے۔ تو کیا خود اکبر کے عہد میں یہ بزرگ خاموش تماشائی ہی تھے ——— ؟ اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اکبری کفر و الحاد کا قلع قمع انہی بزرگوں نے کیا — لیکن شیخ اکرام نے رودِ کوثر میں اس نظریہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکبری فتنہ کا خاتمہ خود اکبری عہد کے امراہی نے کر دیا تھا۔ کیونکہ عوام میں یہ دین مقبول تھا ہی نہیں صرف خواص تک محدود تھا اور ان سے حضرت خواجہ کے اور ان کے بعد حضرت مجددؒ کے خاصے تعلقات تھے اور وہ لوگ ان کی تعلیم و ہدایت سے بہت متاثر تھے اور جو کچھ کیا انہی کی ہدایت پر کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اکبر کے مرنے کے ساتھ ہی دین الٰہی کی بھی موت واقع ہو گئی، حال ہی میں پروفیسر فرمان صاحب نے حیاتِ مجددؒ میں اکرام صاحب کے بیان کی پُرزور تردید کی ہے اور ایک طویل بحث اس سلسلے میں کی ہے جس میں تلخی دریں ہمی اعتدال سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ خصوصاً جہانگیر کا ذکر بہت جذباتی انداز میں کیا گیا ہے۔ بہرحال فرمان صاحب کا یہ کہنا بجا ہے کہ :

"اکبر کے مرتے کے ساتھ دین الٰہی کا خاتمہ ہو گیا تھا لیکن اکبر کی حکمت عملی سے مُلک کے اندر جو بے دینی اور بدعت کی ہوا چلی تھی وہ آندھی سے طوفان اور طوفان سے سیلِ بے ہنگام بن چکی تھی اور اکبر کے مرتے ہی اس نے اپنی تندی کو ترک کر کے سکون نہیں اختیار کر دیا تھا۔[1]"

یہ بیان جہاں بالکل درست ہے وہاں غیر شعوری طور پر مصنف رودِ کوثر کے خیال کی تائید و تصدیق بھی کرتا نظر آرہا ہے۔ کہ یہی بات تو وہاں کہی گئی ہے کہ حضرت مجددؒ نے "آگے چل کر اکبر کی پھیلائی ہوئی بدعتوں کا قلع قمع کیا اور عہدِ جہانگیری کے رافضی رجحانات کا سدِباب کیا۔ اکبر کی زندگی میں اگر کوئی بات ہوئی ہوتی تو تاریخیں بالکل خاموش نہ رہتیں، شیخ عبدالحق محدث اور شاہ ولی اللہ جیسے عظیم بزرگ سکوت اختیار نہ کرتے، اور خود جہانگیر حضرت کی ذات سے یوں بے خبر نہ ہوتا جیسا کہ تزک کے اندراجات سے ظاہر ہوتا ہے۔[2] اس ضمن میں کچھ عقیدتمندوں

---

[1] حیاتِ مجدد [2] رودِ کوثر

نے یہ واقعہ ضرور بیان کیا ہے کہ اکبر نے دربار سجایا، اس میں دین الٰہی کی برتری ظاہر کرنے کے لیے مقابل میں دربار محمّدی بنایا، جو بالکل ویران سا دکھایا گیا تھا لیکن حضرت مجدّد وہاں گئے اور پھر ایسی آندھی چلی کہ دین الٰہی والا دربار تہ و بالا ہو گیا اور ہر چیز جڑ سے اُکھڑ گئی، خود اکبر زخمی ہوا اور انہی زخموں سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اور دربار محمّدی بالکل صحیح سلامت رہا۔[1] اگر یُوں ہوا ہوتا تو جہانگیر حضرت مجدّد کی شان میں یُوں گستاخی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ اکبر جیسے طاقتور مطلق العنان بادشاہ سے بزور شمشیر نپٹنا بہرحال صوفیائے کرام کا کام نہ تھا جس کا اظہار بلا تکلف حضرت مجدّد نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے ـــــ لیکن جو لوگ اس کے اہل ہو سکتے تھے وہ امرائے درباری تو تھے اور ان لوگوں پر یقیناً حضرت مجدّد کا ہی نہیں بلکہ خواجہؒ کا بھی اثر تھا۔ اور آپ ہی بزرگوں کی صحبت کا فیض تھا کہ وہ لوگ کفر و الحاد کے سیلِ بے پناہ کو روکنے میں کامیاب رہے۔ اور پھر خواص و امرا کے علاوہ حضرت مجدّد نے عوام سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر ردِ بدعت کا اہتمام کیا اور اسی تجدید و احیائے مذہب کے باعث وہ مجدّدِ الف ثانی کے جلیل القدر مرتبہ پر فائز ہیں ـــ

ہم اصل موضوع سے تھوڑا سا دُور ہو چلے ہیں ـــ (اس موضوع پر ہم کسی علیحدہ مستقل تصنیف میں بحث کریں گے) ہم یہ بتا رہے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا ورودِ ہند ہی ان کی حیات مقدس کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں ـــــ سب سے پہلا تو یہی جس پر ہم مختصراً تحریر کر چکے ہیں کہ قضا و قدر نے انھیں جس کام پر مامور کیا تھا وہ تھا حضرت احمد سرہندیؒ کی تربیت کرنا۔ دُوسرا یہ کہ حضرت سرہندیؒ کے مشن کی بنیادی خشت خود رکھنا یعنی امرا و خواص سے تعلقات قائم کر کے اکبری الحاد و کفر کی بیخ کنی کرنا، اور تیسرا یہ کہ سلسلۂ نقشبندیہ کا سرزمین ہند میں رائج کرنا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل یہاں صرف اس کا نام ہی سُنا جاتا تھا۔ باقاعدہ اس کی ترویج و ترقی حضرت ہی کا کارنامہ ہے۔

کارنامۂ عظیم | مندرجہ بالا تینوں کارناموں میں سے عظیم ترین کارنامہ حضرت مجدّد الف ثانی کی تربیت ہی ہے۔ حضرت خواجہ کو اس کارِ خیر کی انجام دہی سے

[1] تذکرہ اولیائے کرام

قبل ہی معلوم تھا کہ احمد سرہندی آگے چل کر کیا ہونے والے ہیں ایک مکتوب کے وہ مشہور الفاظ جو مجدد سے متعلق ہر مقالہ و تصنیف میں درج ہیں ملاحظہ ہوں :

". . . . . . بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا از و روشن گردند"۔۔۔۔۔

اور یہ پیش گوئی کہ اب اسے پیشین گوئی کہنا چاہیے حرفاً حرفاً درست ثابت ہوئی کہ اس دورِ الحاد و ضلالت میں حضرت مجدد اور ان کے خلفاء اور رفقاء ہی کے باعث شمع ایمان و ہدایت پھر سے روشن ہوئی۔ اور پھر اس ایک شمع سے کتنی ہی شمعیں روشن ہوتی چلی گئیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اور خود اس شمع نے کسب نور خود حضرت خواجہ ہی سے کیا۔ رسمی طریقہ سے یعنی محض کتابی و درسی سلسلۂ تعلیم و تعلّم کی صورت میں تو برسوں کی مدت درکار ہوتی ہے لیکن یہاں کُل مدت دو ڈھائی ماہ سے زیادہ نہیں تھی کہ تمام منزلیں مرشد کامل نے طے کرا دیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

کیا کیا رموز تھے جو اشاروں اور کنایوں ہی میں سمجھا دیے کہ راہِ سلوک و معرفت کا کوئی گوشہ مرید باصفا کی نظروں سے نہاں نہ رہا۔۔۔ اور رشتہ کی استواری کا کیا کہنا کہ خواجہ نے خود اپنے فرزندانِ ارجمند کی تربیت کا کام حضرت مجدد کے سپرد کیا اور حضرت خواجہ نے مرشد کی طرح اس حقیقت کے اعتراف سے کبھی گریز نہ فرمایا کہ اُنھوں نے جو کچھ حاصل کیا مُرشد زادوں کے والد بزرگوار سے ہی کیا۔ ایک مکتوب میں کہ دونوں شاگردوں کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں : (ترجمہ)

"یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریقے میں الف بے کا سبق انھی سے لیا ہے . . . . اور ان کی توجہ شریف نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچایا ہے۔"[1]

فروتنی اور انکساری کا یہ وُہی انداز ہے جو اس سلسلۂ طریقت کا طرۂ امتیاز ہے، حضرت خواجہ کے

---

[1] حیاتِ مجدد۔ پروفیسر فرمان۔

انکسار کی چند مثالیں ہم اُوپر دے چکے ہیں؛ اسی طرح سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار بھی مولانا جامی کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے نام اپنے خطوط کو "عرضداشت" سے موسوم کرتے تھے بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے (یعنی جامی) لوگ اسے چھوڑ کر ماوراالنہر کے چراغ کے (یعنی میرے) پاس کیوں آتے ہیں۔"

لیکن سچے مرشد و رہبر کی طرح جہاں ضرورت ہوتی وہاں مرید کو سختی سے بھی منع فرمانے کی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدّد نے جب منزلِ راہِ سلوک میں ایک مرتبہ ایک رُباعی حضرت خواجہؒ کو لکھ کر بھیجی تو خواجہؒ نے ان الفاظ میں اظہار ناخوشی کیا:

"۔۔۔۔۔ دیگر آں رُباعیٔ ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است۔ حاشا کہ قائل آں مقبولے باشد، زنہار، ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محلِ استغنا و غیرت است۔"

وہ رباعی یہ تھی ؎

اے دریغا کیں شریعت ملّتِ اعمائی است ملّتِ ما کافری و ملّتِ ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و روئے آں بیائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

ظاہر ہے کہ اس میں وحدت الوجود کا رنگ بے راہروی کی حد تک غالب ہے اور یہ خواجہ کے خلافِ مسلک تھا۔ (جس پر ہم ابھی بحث کریں گے)

نظریۂ وحدت الشہود

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آگے چل کر مجدّد نے وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کا جو نظریہ پیش و رائج کیا وہ درحقیقت خواجہؒ ہی کی رہنمائی و تعلیم کا نتیجہ تھا۔ تصوّف کی تاریخ پر بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن موضوع چونکہ بہرحال متعلق اسی بیان سے ہے لہذا یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ لفظ صُوفی بعض کے نزدیک "صفا" سے مشتق ہے کہ درآں صورت اس کے معنی صفائی قلب کے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ لفظ صفوی ہی کثرتِ استعمال سے صُوفی بن گیا، کوئی کہتا ہے کہ اصحابِ صفہ سے محبت کرنے والے یا صفِ اوّل میں رہنے والے صُوفی کہلائے، کسی کا خیال ہے کہ صوف (پشمینہ) پہننے والے صُوفی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ وجہِ تسمیہ کچھ ہی ہُوا کرے یہ بہرحال مسلّم ہے کہ تصوّف

اسلامی کا وجود ابتدائے اسلام ہی سے تھا۔ اور اس پر عربی میں قدیم ترین کتاب اللمع ہے جو ابوالنصر سراج کی تصنیف ہے، فارسی میں دستیاب ہونے والی سب سے پرانی کتاب حضرت علی ہجویری کی کشف المحجوب ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک باقاعدہ تصنیف کی صورت میں مختلف کتبِ تصوّف کا حال قلمبند کیا ہے۔ اور جامی کی مشہور تصنیف لوائح کا ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر کیا ہے۔

پس تصوف کا وجود تو شروع سے ہے لیکن ہوا یہ کہ آہستہ آہستہ اس پر عجمی خیالات و بدعات تصوّرات، اور یونانی افکار یوں اثر انداز ہوتے گئے کہ بات کہیں سے کہیں جا پہنچی اور وحدت الوجود کی وہ تفسیریں اور تاویلیں کی گئیں کہ "شریعت" کی پابندی غیر ضروری قرار دی جانے لگی اور جب یہ چیز شاعروں کے ہتھے چڑھی تو شریعت کا مذاق اُڑایا جانے لگا، حالانکہ :

"قدما صوفیہ طریقت اور شریعت کو الگ الگ خیال نہ کرتے تھے بلکہ شریعت کی تکمیل ہی کا دوسرا نام طریقت تھا۔"[۱]

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ "ہمارا یہ علم (یعنی تصوّف) احادیثِ نبوی کا نچوڑ ہے" لیکن مدعیانِ وحدت الوجود نے معاملہ کچھ کا کچھ کر دیا ــــ شریعت سے بے نیازی یہاں تک بڑھی کہ کلمۂ طیبہ بھی پورا پڑھنے کی توفیق یا ضرورت نہ رہی۔ کوئی جزوِ اوّل پہ اکتفا کر رہا ہے تو کوئی جزوِ اوّل کے بھی نصفِ اوّل یعنی لا الٰہ ہی کو کافی سمجھتا ہے، اور کوئی لا ہی کہنے پر مصر ہے ـــــــ اور دلیل ہر صورت میں یہی کہ وجود واحد ہے لہٰذا باقی سب کچھ ڈھونگ ہے۔ لیکن یہ بات یکسر پسِ پشت ڈال دی گئی کہ آخر وجودِ واحد نے یہ کائنات جو تخلیق کی تو اس کا بھی تو کوئی سبب ہوگا ـــــــ کوئی مقصد ہوگا، اگر کچھ بھی نہیں تو پھر جزا و سزا، جنت و دوزخ، نیکی و بدی، فرقِ جن و انس و ملک، اور خود صوفیا کے مراتبِ قطب و ابدال و ولی، سب باطل ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ تو خالقِ حقیقی (وجودِ واحد) کی صناعی و تخلیق پہ چوٹ ہوئی نہ کہ یقین و ایمان!

دراصل راہِ سلوک و طلب میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اسے مقامِ حیرت سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں سالک پہ کچھ ایسی بے خودی و حیرانی طاری ہو جاتی ہے کہ دامنِ صبر و ضبط ہاتھ سے چھوٹ

---

[۱] عبدالماجد دریابادی

چھوٹ جاتا ہے لیکن یہی وہ بھٹی ہے کہ اس میں خاشاکِ غیر اللہ کو پھونک کر خود آگاہی کا کندن تیار ہوا کرتا ہے۔

لیکن اگر جبریت و تجرّد بدستور غالب رہے تو مجذوبیت ہی حدِ فاصل بن جاتی ہے۔ تاہم یہاں بھی وہ لوگ صاحبِ مقام ہونے ہیں جنھوں نے اس کے لیے کم سے کم ریاضت تو کی اگرچہ منزل پہ نہ پہنچ سکے ۔ مگر اصل بدنصیبی وہ ہے کہ جب یہ چیز تجربہ کی بجائے فلسفہ بن کر جاہل و بے عمل صوفیوں تک پہنچی تو انھوں نے دینِ برحق کو بالکل مضحکہ خیز بنا دیا اور نتیجہ سوائے گمراہی و ضلالت کے کیا ہو سکتا تھا ؟ اور یہ بات بھی ابتدا ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابوالنصر سراج نے صوفیوں کی مختلف اقسام شمار کرائی ہیں :

۱۔ صوفی : جو مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور اپنے نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو۔

۲۔ متصوف : جو مجاہدہ کر کے یہ منزلیں طے کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو۔

۳۔ مستصوف : جو محض جاہ و جلال اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچائے ہوئے ہو۔

اور پھر کہتے ہیں (ترجمہ) "صوفی صاحبِ وصول بود و متصوف صاحبِ اصول و مستصوف صاحبِ فضول ۔"

اور پھر کیا خوب فرمایا کہ :

"صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو ۔"[۱]

یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎ نے غلام اور انہ اوکس را غلام ۔

بات پھر کچھ دور نکل گئی ۔ مقصود بیان یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر چند کہ دونوں نظریات اثباتِ توحید سے متعلق ہیں لیکن خالق و مخلوق خصوصاً اللہ اور بندے کے رشتہ و تعلق کے بارے میں دونوں میں بعد المشرقین ہے ۔ پہلی صورت (وحدت الوجود) میں ؎ عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا یا بہت ترقی کی تو قطرہ "انا البحر" پکارنے لگتا ہے اور خالق و مخلوق کا امتیاز ہی سرے سے مٹ

---

[۱] تصوف عبدالماجد دریابادی۔

جاتا ہے اور عملی نتیجہ رہبانیت یا فرار کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ اور تخلیق کائنات کا نہ کوئی مقصد باقی رہ جاتا ہے نہ معانی! بس یہی کہ "رام تیری لیلا ہے" ۔۔۔ ! لیکن بصورتِ دیگر (وحدت الشہود میں) اللہ اور بندے کا خاص رشتہ ہے اور پابندیٔ شریعت اس رشتہ کی استواری کا ذریعہ ہے۔ یہاں "ہمہ اوست" کہہ کر سکون، بے عملی اور "کسے را باکسے کارے نباشد" کی فضا پیدا کرنے کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ "ہمہ از اوست" کا نعرہ لگا کر جوش، حرکت و عمل اور "رد نق ہنگامۂ احرار" بننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں توکل سے مراد سعی و کاوش سے گریز نہیں بلکہ "برکشت کن پس تکیہ برجبار کن" کی تلقین کا نام ہے۔ یہاں "عالم حلقۂ دامِ خیال" نہیں ہے بلکہ سعیٔ پیہم کے ذریعے حیاتِ جاوداں کی تلاش کا نام ہے ۔۔۔ یہ ہمہ گیری مسلکِ نقشبندیہ ہی میں دکھائی دیتی ہے اور ہندوستان میں اس کی وسیع پیمانے پر تخم ریزی اگرچہ حضرت مجدد الفِ ثانی کا کارنامہ ہے لیکن اس کی تخم ریزی کا فرض خواجہ باقی باللہ ہی نے انجام دیا ۔۔۔ اور اگرچہ آپ خود نادر "وحدت الوجود" کے حیرت خانے میں بھی رہے لیکن اس وقت بھی آپ "وحدت الشہود" کی طرف مائل ضرور تھے۔ اور "انا الحق" کا نعرہ آپ کے نزدیک تب بھی "نابینائی" کی دلیل تھا۔ چنانچہ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اما از اختلاط بصوفیان جاہل احتراز نمائی . . . . ہر گاہ کلمہ لا الہ الا اللہ را بگوئی در دل بیندیشی کہ نیست معبود غیر او، بدآنکہ ہر چہ محبوب و مقصود تست ہماں معبود تست و ہر چہ ہوائے تست خدائے تست . . . . . .

پس بر تو باد کہ سعی کنی کہ اوّلاً حضرت خود را در توبے تو ظاہر سازد تا چوں دراں مقام استقامت بیابی، ہم تفصیل او در ہمہ بے ہمہ ہمہ اُو را بابی و حق را از باطل ابنیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایاں ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی۔"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

"وصیتِ دیگر آنکہ با ہر کہ در باطن او طلبِ معرفت الٰہی نیست صحبت نداری و از علمائے دنیا کہ علم را وسیلہ جاہ و تفاخر و زبان آوری ساختہ اند چناں اجتناب نمائی کہ آدمی از شیر۔"

طریقۂ نقشبندیہ

نقش بندی سلسلے کی تاریخ مرتب کرنا ہمارا موضوع نہیں ۔ یہاں صرف اشارۃً یہ بتلانا مقصود ہے کہ صوفیاء کے اس سلسلے اور دُوسرے سلسلوں میں فرق کیا ہے؟ چنانچہ اس کا انتہائی مختصر ذکر ہم یوں کریں گے :

ا۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں کون سی باتیں نہیں ہیں؟

ب۔ کون سی باتیں اس میں ہیں؟

ج۔ جو باتیں ہیں انھیں خواجہ باقی باللہ نے کس طرح بیان کیا ہے؟

(ا) (۱) چلّہ کشی نہیں (۲) سماع نہیں (۳) قبور پر روشنی، غلاف یا چادر اندازی کا سلسلہ نہیں (۴) سجدۂ تعظیمی جس میں قدم بوسی وغیرہ شامل ہے، یہاں ممنوع ہے (۵) مرید خواتین کو بے پردگی کی اجازت نہیں (۶) "اناالحق" کی گنجائش نہیں (۷) رہبانیت اور جوگ یا سنیاس کی حاجت نہیں (۸) نمود و نمائش کی ضرورت نہیں۔

(ب) (۱) پابندیٔ شریعت کو اوّلین درجہ حاصل ہے (۲) "انا عبدہ" کے مقام تک پہنچنے کی تلقین ہے (۳) آداب زیادہ اور ریاضت کم ہے (۴) کمالاتِ نبوّت کو مشعلِ راہ بنا کر زندگی گزارنے کی تعلیم ہے (۵) وحدت الشہود کے مقام تک براہِ شریعت پہنچنے کی تلقین ہے (۶) جذب و مستی کی بجائے حرکت و عمل پہ زور دیا گیا ہے۔

(ج) خواجہ باقی باللہ نے مندرجہ بالا تعلیمات پہ عمل پیرا ہونے کی کس طرح تلقین کی ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع ہے۔ اس ضمن میں کچھ عبارتیں آپ کے مکتوبات سے اقتباسات کی صورت میں اُوپر دی جا چکی ہیں۔ یہاں کچھ اور اقتباسات مختصر عنوانات کے تحت درج کیے جاتے ہیں جن سے خواجہ صاحب کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے اندازِ نگارش کا بھی اندازہ ہوتا جائے گا (اگرچہ اسے انشاپردازی یا نثر نگاری کے نام نہاد اصولوں کے تحت جانچنا سوءِ ادب اور صریح گستاخی ہے ہمارا اشارہ صرف ان کے لب و لہجہ کی گھلاوٹ و شیریں سخن گفتار کی طرف ہے)۔

تصوّف

اس ضمن میں مختصراً اُوپر عرض کیا جا چکا ہے اور خود خواجہؒ کی تحریروں سے کچھ عبارتیں مثال میں نقل بھی کی جا چکی ہیں ۔ بہر حال مزید وضاحت کے

ہیلے حضرت خواجہؒ کے کچھ اور ارشادات درج ذیل ہیں:

اخفائے حال

راہِ سلوک ہیں "ستر احوال" یا "اخفائے راز" ایک ضروری شرط ہے لیکن خواجہ صاحب اس کے قائل ہونے کے باوصف یہ چاہتے ہیں جس قدر حالات دُوسروں تک بغیر خطرہ پہنچائے جاسکیں ان سے گریز نہ کرنا چاہیئے کہ اصل مقصد تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید کرنا ہے۔ شیخ تاج کو لکھتے ہیں:

"خیر بسیار است کہ نوشتن آں حسالی از خللے نیست[1] النماس آں است کہ بہر تقدیر بقدرے کہ تواں نوشت بنویسند۔"

لاالٰہ الاّ اللہ

اس سلسلے میں تین مختلف تفسیرات و توضیحات کا نچوڑ یوں پیش کرتے ہیں:

۱۔ لا موثر فی الوجود الا اللہ

۲۔ لا معبود الا اللہ

۳۔ لا موجود الا اللہ

"اما مذہب اصح ہمانست کہ لا موثر فی الوجود الا اللہ"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"معرفت را اقسام و مراتب بسیار است . . . . اصل کار بر شریعت بودن است۔"

محلیّتِ وجود

جب آپ سے پوچھا گیا کہ کائنات کو عکس صفات قرار دیا گیا ہے تو پھر عکس تو وجود ہی کا ہوتا ہے لہذا حق تعالٰی کی ذات کا بھی گویا محلیتِ وجود لازمی ہوا۔ آپ نے جواب دیا:

"محل آں تصور ذات نیست کہ محلیّت لازم آید بلکہ محل آں وہم است چنانچہ صورت منتقش در آئینہ نہ درونِ او نہ برونِ اوست اما وہم حکم می کند

---

[1] بقول مولانائے روم ؎

سرّ پنہاں است اندر زیر و بم   فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

کہ بر روئے آئینہ است"[۱]

محبت ذات

"محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرض خودش درمیاں نباشد چنانچہ بعضے ازیں جہت دوست دارند کہ از مشاہدہ او لذتی و سروری را ایشاں پیدا شود"

روزہ

"روزہ داشتن در صفت حق سبحانہ آمدن است چوں او تعالیٰ و تقدس از اکل و شرب منزہ است۔"

قیام لیل

"قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است چوں او تعالیٰ و تقدس منزہ از نوم است۔"

مقام فنا

ایک جگہ "فنا" کے معنی نہایت عمدگی و وضاحت سے بیان فرمائے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ اپنے جسم کو مٹا دیا جائے یا آزار پسندی و اذیت طلبی کو شعار بنا لیا جائے اور اپنے آپ کو دونوں جہان سے فارغ تصور کر لیا جائے وغیرہ ـــــ بلکہ یہ کہ :

"۔۔۔۔ از فنا فنائے صفات بشریت می خواہند۔۔۔ از ایشاں نہ نام ماند نہ نشاں، ہر چہ بہ ایشاں منسوب بود تمام بہ اصل خود رسید، ایں مقام مقام باللہ است۔" گویا اصل مقام "فنا فی اللہ" نہیں بلکہ "بقا باللہ" ہے۔[۲]

حاصل سلوک

فرماتے ہیں : "حاصل سلوک تفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود، چوں ایں معنی حاصل شد، سلوک تفصیل کردن تحصیل حاصل است۔"

گویا اگرچہ ؎
راہبر در راہ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

---

[۱] خواجہ میر درد ؎ مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں + ہم آئینے کے سامنے جب آ کے ہُو کریں

[۲] یہی وہ تعلیم و فلسفہ ہے جسے اقبال نے تفصیل کے ساتھ اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

تاہم راہِ سلوک سے مراد اسے "طے کرنا" ہے نہ کہ اس میں "کھو جانا" وہاں سے کچھ حاصل کرنا ہے نہ کہ ہر چیز کی نفی کر دینا ۔۔۔ اور نفی کا تصور ہے بھی تو کچھ اس طرح ہے :

نفی

"سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی می باید کرد ۔ بدانکہ باین تنزہ و تقدس ہر کجا موجود است ۔"

وحدتِ شہودی

چنانچہ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی نے جو " وحدت الشہود " کا باقاعدہ نظریہ پیش کیا ہے اس کی تعلیم بھی در حقیقت مرشد ہی نے دی تھی کیونکہ خود ان کے ہاں یہ بحث کئی جگہ نظر آتی ہے ۔ خصوصاً آپ کے مکتوب ۱۹۱ میں کافی وضاحت سے اس پر اظہارِ خیال فرمایا ہے :

"مشربِ شیخ علاء الدولہ سمنانی وحدتِ وجود نیست آرے شہودِ ایشاں شہود اکمل است ، فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیاء را معدوم خارجے می دانند و ظہورِ ایشاں را در خارج چوں ظہور صور در مرأت می گویند و موجود جز یکے را نمی دانند و حضرت شیخ با وجود قوتِ شہود و ارتفاع آں اشیا را موجود خارجی می گویند . . ."

اور آگے چل کر مکتوب ۱۹۲ میں کہ ۱۹۱ سے بھی طویل تر ہے پوری طرح کھول کر مسئلے کو بیان کیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ وہ جو منازلِ سلوک میں سالک کے منہ سے " وحدت الوجود " وغیرہ کے الفاظ نکل جاتے ہیں وہ در اصل عالمِ حیرت میں ایسا ہوتا ہے جو مختلف منازل میں سے صرف " ایک " درمیانی منزل ہے " آخری " منزل نہیں ہے ۔۔۔ اس کی توجیہہ یوں فرماتے ہیں :

"غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم و خیال گوید ۔"

انہی الفاظ کو آگے چل کر مجددؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ :

"مقامِ وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے . . . . . . اس کے بعد مقامِ وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے جو شرع کے عین مطابق ہے ۔"

پابندئ شریعت

تو گویا اصل چیز پابندئ شریعت ہے۔ جس کا مطلب سیدھے سادے الفاظ میں یہ ہے کہ احکام باری تعالیٰ کی تعمیل و پیروی کو مقصدِ زیست قرار دیا جائے کہ یہی راہِ راست 'راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کا یہی کارنامہ ہے کہ اسی ضابطۂ حیات پر کاربند رہنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی ــــ بلکہ یہ کہ اس کی یاد دہانی کرائی کیونکہ بات نئی نہ تھی۔ صرف یہ کہ عام لوگوں کو بھول گئی تھی وُہ کسی اور راستے پر جا نکلے تھے انھیں اس راستے پر لانا مقصود تھا جو درحقیقت پیغمبرِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اور بنایا تھا ــــ اسی تجدیدِ پیمانِ وفا کے باعث حضرت احمد سرہندی کو مجدّد کہا گیا اور خود مجدّدؒ کو نورِ حقیقت حضرت خواجہ باقی باللہ کی معرفت حاصل ہوا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ایک مکتوب میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"این طبقہ در غایت غیرت و نازک اند۔ شما کتبِ محققین مطالعہ نکردہ اید طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با ہیچ تفاوتے طریقۂ ایشان است' اخفاد عدم امتیاز از خلق' شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرۂ عوام انداختن' اکتفا بسنتِ معتادہ نمودن و باسباب ظاہر توسّل نمودن طریقۂ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم است۔"

پس حضرت خواجہ کے نزدیک اصلِ تصوّف و سلوک یہی ہے کہ اپنے ہر فعل کو اسی سانچے میں ڈھالا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور پھر دنیا کی کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی اور کوئی فتنہ خوف و خطر کا موجب نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں:

ارباب رضا

"ارباب رضا را بلائیت در بلا نمی ماند و کراہت در نظر ایشاں نیست از ان جہت کہ فعل حق سبحانہ است۔"

لیکن دیوانگی و جنون کی گنجائش یہاں بھی نہیں ہے کہ خود بقولِ خواجہؒ:

"تکالیفِ شرعیہ مربوط بعقل است"

تاہم عقل کا غلام ہو جانا بھی درست نہیں کہ اصل مقام بقولِ خواجہ یہی ہے کہ :

"از علم گذشتیم و بمعلوم رسیدیم۔"

اہلِ سنّت والجماعت

یہ الفاظ خواجہ کی تحریروں میں کئی جگہ نظر آتے ہیں یہی ان کا مسلک ہے اور اسی پر کاربند رہنے کی تعلیم انھوں نے ہر جگہ دی ہے۔ اسی کو باعثِ فخر جانا ہے اور اسی کو سب سے بڑی نعمت گردانا ہے۔ ایک جگہ خواجہ عبیداللہ احرار کا قول نقل کیا ہے کہ:

"اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوات اطہارہا و اعتقادِ اہلِ سُنّت والجماعت و نسبتِ باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است۔"

اسی طرح سورۂ فاتحہ کے معانی بیان کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"اجماعِ صادقاں و محققاں است کہ صراطِ مستقیم صراطِ اہلِ سُنّت و جماعت است۔۔۔۔"

اور اہلِ سُنّت سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں جو سُنّتِ رسول پہ کاربند ہیں، نہ کہ قبروں اور پیروں کی پرستش کرنے والے! خلافِ شرع تو کسی فعل کی یہاں سرے سے گنجائش ہی نہیں شریعت کے بارے میں خواجہؒ نے حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل کیا ہے ــــ

"پیش من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکانِ شریعت باشد۔"

مسلمانی

بعض جگہ خواجہؒ نے چند لفظوں میں مطلب بیان کیا ہے کہ بس کوزے میں دریا بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اور وہ الفاظ یوں معلوم ہونے لگتے ہیں گویا جملہ نہیں کوئی ضرب المثل ہے۔ مسلمانی کیا ہے؟ اس پہ کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن اس سے زیادہ ان میں کیا ہوگا جو خواجہ نے چند لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مسلمانی گردن نہادن است احکامِ الٰہی را۔"

توبہ

اسی طرح توبہ کے بارے میں قولِ جنید نقل کیا ہے کہ بیسیوں مقالوں پہ بھاری ہے:

"توبہ آں است کہ گناہ را فراموش کنی۔"

رزقِ حلال

اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ لقمۂ حرام حلق سے نیچے نہ اُترنے پائے۔ اب اگر غور کیا جائے تو یہی کوشش انسان کو انسانِ کامل بنا سکتی ہے۔ جب حرام نہیں کھانا تو حرام کرنا کہاں باقی رہے گا ـــ سارا وجود ہی حرام کے تصوّر سے پاک ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ ۔ آں نکند کہ ہرچہ از حلال وحرام یابند بخورند وہیچ باک بدارند۔"

دُوسری جگہ لکھتے ہیں :

"سعی وکوشش نمائند کہ لقمۂ حرام ومشتبہ خوردہ نشود۔"

رشتۂ اُمید

چُونکہ خواجہؒ کا توکل توکلِ کامل ہے لہٰذا مایوسی دنا اُمیدی کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہے اور ہمیشہ پُر امید رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نواب مُرتضٰے خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الغرض رشتۂ اُمید را ہیچ وقتے از دست نمی باید داد ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی"

کدخدائی

اسلام میں رہبانیت یا تجرّد کی تو گنجائش ہی نہیں۔ لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں کدخدائی جہاں ضروری ہے وہاں اس کے کچھ تاریک پہلو بھی ہیں۔ اس سے بہر حال یہ مُراد نہیں کہ اگر کچھ ایسے پہلو بھی ہیں تو اسے ترک ہی کر دیا جائے۔ خواجہؒ نے اس ضمن میں عام اذہان کی آگاہی کے لیے اس کے ضرر بھی گنوائے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا تدارک بھی بیان فرما دیا ہے یعنی یہ تعلیم نہیں دی کہ شادی کی ہی نہ جائے۔ (آپ کی خود دو بیویاں تھیں) بلکہ مریدوں کی اس ذہنی اُلجھن کو دُور کر دیا ہے کہ متاہل زندگی کی ممکنہ خرابیوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔

فرماتے ہیں :

"کدخدائی سہ ضرر دارد ۔ ۔ ۔ ضررِ اوّل نبفس عائد شود چہ نفس را باعثِ شہوات بہم رسیدہ اند ـــ علاجش آنکہ در شہوات کامرانی نگردد وعنانِ اختیار کشیدہ تر دارد۔

ضرر ثانی بدل راجع گردد وآں بر طرف شدن بیقین است
علاجش آنکہ غم روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شدہ است"
لیکن اس علاج کے ساتھ ہی یہ تشریح بھی فرما دی کہ توکل کہتے کسے ہیں یعنی ایسا نہ ہو کہ "غم روزی نباید خورد" سے لوگ یوں مطمئن ہو جائیں کہ ہاں پاؤں توڑ کر ہی بیٹھ جانے کو توکل خیال کرنے لگیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :
"توکل نہ آنست کہ ترکِ اسباب کنند، بنشینند، چہ ایں سوءِ ادبی است بلکہ اقامت بسببِ مشروع مثلِ کتابت وغیرہ می باید کرد و نظر بر مسبب می باید انداخت"
کیا عمدہ شرح ہے مولانا رُوم کے اس شعر کی ؎
گر توکل می کنی در کار کن کشت کن پس تکیہ بر جبار کن
اس کے بعد لکھتے ہیں :
"ضرر ثالث بر رُوح راہ یابد۔ و علاجش آنکہ میل مفرط بصُور جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ دریں نشاء بعشقِ صورت مبتلا ماند تا ابد در حجابِ عظیم است۔"
اور پھر جامی کا یہ شعر کہ حسب حال ہے نقل کیا ہے ؎
آہنگِ جمالِ حب ودانی دارم حسنے کہ نہ جاوداں از و بیزارم

خوارق

اگرچہ عقیدتمندوں نے بہت سی کرامات خواجہ سے منسوب کی ہیں لیکن آپ خود اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے مقصود تو آدمی کو انسان بنانا ہے نہ کہ کچھ اور؟ خواجہ کی یہی شان ہے کہ وہ آدمی ہوتے ہوئے سُنّتِ رسول و احکام الہٰی کے اتنے پابند تھے کہ عمر بھر اسی راہ پر گامزن رہے ـــ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے؟ ایسے ہی ایک جگہ مذکور ہے کہ ایک نانبائی نے روٹی کے دام لینے کی بجائے یہ خواہش ظاہر کی کہ "مجھے بانی باللہ بنا دیں" چنانچہ آپ اسے حجرے میں لے گئے اور باہر لائے تو وہ نانبائی ہو بہو خواجہ ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن "بے پناہ رُوحانی تصرف سے زندہ نہ رہ سکا۔[1]

[1] تذکرہ اولیائے نقشبند

واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن "ستر احوال" میں اس کا شمار کیونکر ہوگا؟

ہمیں تو اس سلسلے میں سر سید احمد خاں کا وہ جملہ البتہ مبنی بر صداقت معلوم ہوتا ہے۔ جو آثار الصنادید میں انھوں نے خواجہؒ کے مزار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ :

"ایسی فیض و برکت آپ کے مزار سے ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں۔ باوصف تابش آفتاب کے آپ کا مزار ہمیشہ سرد رہتا ہے۔"[1]

سفرِ مین و خراسان

خواجہؒ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بعض خاص مقامات کے سفر سے منع بھی فرمایا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو وجوہ پیش کی ہیں، اس سے ان کی قوتِ مشاہدہ اور تجزیاتی شعور کے علاوہ اس وقت کے معاشرتی نقائص و رسوم خام کا پتہ بھی چلتا ہے اور انسانی فطرت و نفسیات سے آگاہی کی دلچسپ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک روایت کے مطابق یوں ہے ——

"و از دو سفر منع می کردند، از سفرِ خراسان چہ اوقات آنجا اکثر بے احتیاط بودہ لاجرم بر یاران ضرر می کرد و از مقصود باز میداشت، و از سفر مین چہ آنجا حسن بسیار است تا ناگاہ گرفتار حسن نشوند و از راہ باز نمانند۔"

سماع

ایک مرتبہ دیدنِ حُسن و سماعِ نغمہ کے بارے میں جب سعدی کے اس مصرعے پہ خواجہؒ کی رائے معلوم کی گئی کہ "ایں حظِ نفس است و آں قوتِ روح"، تو فرمایا "ہر دو از یک عالم است" اس کی تشریح (لکھنے والے نے) کیا خوب کی ہے :

"یعنی گرفتارِ نفس را از ہر دو حظِ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قیدِ نفس را از ہر دو قوت رُوح۔"

ان اشارات کے علاوہ آپ نے تفصیل سے بھی اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور مسلکِ نقشبندیہ کے مطابق اسے "نامناسب طریق" قرار دیا ہے۔ مکتوب ۴۱ میں طویل بحث اسی ضمن میں کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں :

"سماعِ مقبول سماعِ رُوحانی است کہ سماعِ معانی باشد، اما سماعِ طبیعی کہ سماع

---

[1] آثار الصنادید مطبوعہ نول کشور جون ۱۸۷۶ء باب اوّل صفحہ ۹۳

نغمہ است محل اختلاف است۔ عامۂ علما حرامش می دانند، و جمع مشائخ او مقام علاج تجویزش کردہ اند نہ آنکہ اُورا از قربات دانند و الہی گویند۔ . . .

"لیکن مبتدی را اہل آں نمی دانند چہ ہنوز از ارباب قلوب و اہل محبّت نشدہ طبیعتش بر ہمہ نغمہ می اندازد و از معانی کلمات و ذوق آں بے بہرہ می ماند۔"

. . . . . . "و جمعے دیگر ہر چند کہ مباحش می دانند اولیٰ ترکش را می گویند۔"

پھر اس سلسلے میں کچھ اقوال پیش کیے ہیں :

قولِ خواجہ بہاالحق —— "نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم۔"

ابو یزید بسطامی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "مکروہ می داشت استماعِ نغمہ را"

اِسی طرح بیشتر اولیا و اقطاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ایشاں قائل سماعِ نغمہ نیستند و سماع متقیہ نغمہ را دین خالص نمی گویند و ترک او نمودہ اند۔"

اور آخر میں فرماتے ہیں :

"حاصل آنکہ سماعِ نغمہ قطعاً مناسب طریق ما نیست۔"

یہاں خواجہؒ نے صاف صاف اپنا فیصلہ دے دیا ہے اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ سماعِ روحانی ، سماعِ معانی اور معانیٔ کلمات سے خواجہؒ کی جو مراد ہے وہ بالکل واضح ہے یعنی بعض اشعار یا اقوال کے الفاظ ہی نغمے کا کام کر جاتے ہیں اور منزل میں رسائی تک مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ایک جگہ یہ شعر نقل کیا ہے ؎

یہاں شکستہ دل و دردمند و مسکینیم ۔۔۔ یہاں جفاکش و سر در کمند دربینیم

اور لکھا ہے :

"ایں بیت مجملاً مارا از اظہارِ مخزونات خاطر فارغ ساخت۔"

پسندیدہ اشعار

کس طرح سے اس شعر کا ہر ہر لفظ رگ و پے میں سرایت کر گیا ہوگا جو آپ نے مندرجہ بالا الفاظ میں اس کا ردّ عمل تحریر فرمایا ہے! شاید یہی ہے سماعِ روحانی و سماعِ معانی، کہ اسی قسم کی "فراغتِ خاطر" خواجہؒ کو بعض اور

اشعار سے بھی حاصل ہوئی ہے کیونکہ ان کی نثر میں ان کے پسندیدہ اشعار جا بجا نظر آتے ہیں اور موقع و محل پہ یوں صادق آتے ہیں کہ خود پڑھنے والا بھی جھوم اٹھتا ہے۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں "سلام مشتاقانہ" کے بعد لکھتے ہیں ؎

صد ملکِ دل بہ نیم نگاہ می تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

ایک جگہ اپنی پسندیدہ رُباعی تحریر کی ہے ؎

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست — تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست
اجزأ وجودِ من ہمہ دوست گرفت — نامی است ز من بر من و باقی ہمہ اوست

عمدہ و شستہ مذاقِ شعری کی ایک مثال یہ شعر بھی ہے جو خواجہ کے ہاں درج ہے ؎

در عشقِ تو معروفم از وصلِ تو محرومم — گرگِ دہن آلودہ یوسف ندریدہ

طرزِ خاص

نثر میں جہاں بھی خواجہ اس قسم کے عمدہ شعر استعمال کرتے ہیں وہاں ان کا عام طرزِ تحریر بھی بدل سا جاتا ہے۔ بعض جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابوالکلام آزاد نے اپنا مخصوص اندازِ بیان یہیں سے لیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مکتوب کے یہ جملے ملاحظہ ہوں:

"من بے سعادت بے دولت عمر ضائع کردہ را شرم می آید کہ نامِ عزیزانِ خود برم ...."

"حاصل آنکہ دل با یار و تن در کار می باید بود، تصوّف یکسو نگریستن و یکساں زیستن است ......"

اسی مکتوب میں ایک جگہ یہ شعر بھی کام میں لائے ہیں ؎

من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم — ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا بکنی

آپ کا ایک اور پسندیدہ شعر ملاحظہ ہو ؎

ما گرفتاریم و بر ما ناوکِ بیداد ریز
سنبل و گل بر کنارِ مردم آزاد ریز

کلامِ منظوم

اب ہم حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ان ارشادات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے زبانِ شعر سے ہم تک پہنچائے ہیں، وُہی مئے معرفت ہے جو انگور کے محل سے نکل کر شیشہ خانہ میں آگئی ہے۔ وارداتِ قلبی کا بیان جب شعر کے قالب میں ڈھل جاتا ہے تو اور بھی زیادہ پُر تاثیر ہو جاتا ہے! رہروانِ راہ سلوک کو خارزارِ نثر میں آبلہ ہائے پا کے ٹوٹنے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ مسلّم، لیکن چمن زارِ شعر کی بوئے عطر بیز سے مشامِ جاں کو جو فرحت ملتی ہے، وہ بہر حال "چیزے دگر" ہے۔ حضرت خواجہ نے جن باتوں کا اظہار نثری تحریروں میں کیا ہے، کم و بیش وُہی مضامین کلامِ منظوم میں بھی ادا ہوئے ہیں۔ ہر دو کا ذکر یکجا بھی عین ممکن تھا، مثلاً نثر میں جہاں ہم نے تصوّف کا عنوان قائم کیا ہے وہیں پر خواجہ کے وہ اشعار بھی درج کیے جا سکتے تھے جو اس ضمن میں انھوں نے ارشاد فرمائے ہیں۔ لیکن ہم نے دانستہ یہ باب اس سے علیحدہ رکھا ہے کیونکہ کہنے والے نے انھیں یکجا نہیں کیا تو ہم یہ جسارت کیوں کریں کہ ہمارے نزدیک یہ بھی سوءِ ادب ہے۔

مثنوی

خواجہؒ کا بیشتر کلام مثنوی کی صورت میں ہے۔ اور یہی وہ صنفِ سُخن ہے جو صوفیاء میں خاص طور پر مقبول ہے۔ ردیف و قافیہ کی مسلسل پابندی، رموزِ سلوک کے بیان میں برداشت ہو بھی کہاں سکتی ہے؟ مختلف مثنویاں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن سچ پوچھیے تو صرف عنوانات ہی مختلف ہیں ورنہ مرکزی موضوع تو وُہی ایک ہے۔ عموماً بحر بھی ایک ہی ہے صرف ایک دو مثنویاں دُوسری بحر میں ہیں۔

اللہ اللہ کیا آغاز ہے۔ شعرِ اوّل ہی سُخن گو کے اندازِ فکر کا غماض ہے ؎

خامہ کلید بست در انگشتِ من　　　گنج دو عالم ہمہ در مُشتِ من

دیوانگیٔ عشق

وہ مضمون جسے ایک غزل گو شاعر نے یُوں باندھا ہے ؎

از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب
دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

خواجہ کے ہاں یوں بیان ہوا ہے ؎

بے خبری از من و کردار من | رو کہ نہ ئی محرمِ اسرارِ من
شعلۂ دیگر بہ چراغم رسید | بادِ مسیحا بہ دماغم رسید

صوفیانہ لب و لہجہ اور رمز و کنایہ نے مضمون کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

رموزِ عشقِ حقیقی

مثنوی گنج فقر میں عشقِ حقیقی کی مختلف کیفیات و واردات کا ذکر تسلسل سے کیا ہے اور ہر جگہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیتی ہے کہیں بھی جگ بیتی یا روایتِ محض کا احساس نہیں ہونے پاتا اور ہو بھی کیسے کہ یہی تو سالکِ باخبر کا طرّہ امتیاز ہے، محض مسائلِ تصوّف کا بیان تو کسی کو ولی نہیں بنا دیتا، بہادر شاہ ظفر نے غالب کے اس شعر پر ؎

یہ مسائلِ تصوّف یہ ترا بیان غالب | تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

کیا خوب کہا تھا کہ "ہم تو جب بھی یوں نہ سمجھتے" بڑی سے بڑی تعلّی بھی کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ منازلِ سلوک واقعی طے نہ کی گئی ہوں۔ چنانچہ خواجہؒ کا بیان ملاحظہ ہو کہ وارداتِ واقعی کی نشاندہی کر رہا ہے ؎

شوم در قعرِ دریائے الٰہی | امانت دار دریائے الٰہی
ز آشوبِ دماغم پر تپیدہ | گہے خود را صدف بینم گہے در
گہے زیر و ہر د و بالا تر گزینم | صفاتِ بحر را در خود ببینم

فقر و عشق

اسی مثنوی میں آگے چل کر کس خوبی سے فقر و عشق کے اختلاط و اتصال کا ذکر کیا ہے اور کس طرح ناکامی و نامرادی کو ایک پسندیدہ چیز بنا دیا ہے کہ ہزاروں کامرانیوں کو اس پر قربان کرنے کو جی چاہتا ہے ؎

کہ طغیاں را دریں کشور گزر نیست | درختِ عشق را جز فقر بر نیست
چو عشق از نامرادی آب گیرد | بر و مندی رہِ نایاب گیرد

دُوسرے شعر میں دعویٰ کا متضمنِ دلیل ہونا بھی ملاحظہ ہو۔ اور پھر یہ نہیں کہ بُرومندی کو کالعدم ہی قرار دیا ہو ــــ وہ ہے اور ضرور ہے لیکن وہ نہیں جس کے لیے عاشقانِ خام کا تڑپا کرتے ہیں بلکہ ؎

دریں بستاں بود نخل برومند — دلِ آگاہ و جانِ آرزومند
ولیکن برجز خونِ جگر نیست — گلے جز خارِ حسرت در نظر نیست

عشقِ رسول

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ عشقِ حقیقی سے صوفیا کی مراد کیا ہے۔ عشقِ رسول اور عشقِ خدا ہی ان کی معراج ہے۔ اسی لیے وہ بیانِ عشق میں بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور ایک مختصر سی تمہید لطیف کے بعد ذکرِ حبیب شروع کر دیتے ہیں۔ مثنوی "استفادہ و تزیینِ معنوی" میں لکھتے ہیں ؎

زبانم زیں تلفّظ گرچہ بند است[1] — سرم بنخواست صیدِ ایں کمند است
دلِ اندر شرم و جاں سرگرمِ ایں است — کہ جاناں رحمۃ العالمین است

اور اپنی خام کاری کو کس انداز سے "تمام" کے برابر قرار دینے کی درخواست حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کرتے ہیں ؎

مرا گرچہ سراسر کارِ خام است
تمامم داں کہ ایں سودا تمام است

عقل اور عشق

"ساقی نامہ" میں ساقی سے خطاب کرتے ہوئے عشق کی فضیلت عقل پر ظاہر کی ہے، یہ وُہی فلسفہ ہے جسے اقبال نے بڑی تفصیل کے ساتھ آگے چل کر پیش کیا ہے۔ لیکن خواجہ نے اشارہ و کنایہ ہی میں سینکڑوں باب بیان کر دیے ہیں ؎

عقل ایں سخنم نمی پذیرد — کز روز شبے چہ بہرہ گیرد
من بوئے تو در دماغ دارم — از عقل کنوں فراغ دارم

اور پھر بھول بھلیاں میں کھو جانے سے گریز کرتے ہوئے جلد ہی بعد شرابِ مطلوبہ کی قسم بھی بیان کر دی۔

---

[1] ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ساقی مے نقشبند پیش آر   من صید توام کمند پیش آر

شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ مئے نقشبند وہی مے عشقِ رسول ہی ہے۔

اسی بیان میں آپ کا وہ شعر بھی آتا ہے کہ جہاں استعارہ نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے ؎

ساقی برساں شراب نابے   من جملہ شبنم تو آفتابے

مصرعۂ ثانی میں جو لطف ہے وہ شاید اقبال کے اس شعر میں بھی نہیں ؎

تیرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی   تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ

حکایاتِ عشق

خواجہ باقی باللہ نے مولانا روم کے تتبع میں رموزِ عشق کی وضاحت کے لیے حکایات سے بھی کام لیا ہے۔ لیکن پیرِ روم کے ہاں جو لطافت و شگفتگی بیان ہے وہ خواجہ صاحب کے ہاں نہیں اور بیان بالعموم خشک و بے رنگ سا ہے تاہم کہیں کہیں یہ خوبی بھی نظر آ ہی جاتی ہے۔ مجاز سے حقیقت تک پہنچنے کے لیے جن راہوں سے گزرنا پڑتا ہے اور جن باتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے ان کا بیان وہ خوبی سے کرتے ہیں۔ زلیخا کا ذکر بار بار مثال کے لیے نظر آتا ہے اور بعض جگہ روانی اور بے ساختگی نے معانی میں بلندی کے علاوہ بیان میں بھی جوش پیدا کر دیا ہے ؎

زلیخا چوں لوائے یوسف افراشت   نخست از بیقراری پردہ برداشت
زخواب و خورد فارغ شد وجودش   تمنّائے جز ایں در سر نبودش
کہ از کس بشنود نامے و جائے   زند در جستجویش دست و پائے
چو از نورِ یقیں بے ہوش می گشت   بہ یوسف دست در آغوش می گشت
عروسِ غیب می گفتش کہ اے مست   چہ حاصل شد ازیں سبرِ تہی دست
ہماں در گامِ اوّل با تو بودم   بتو ہر لحظہ خود را می نمودم

اور پھر اس حسین گریز کے بعد کہ ؎

بلے ہر ذرہ مشتاقِ جمال است   بہر سر آرزوئے اتصال است

فرماتے ہیں ؎

بناگہ جذبِ عشقش کارگر شد   زکنعاں ماہِ کنعانی بدر شد

مصرعۂ ثانی میں ماہ اور بدر اور بدر اور بَدر میں رعایتِ لفظی کا بے ساختہ پن لطف سے خالی نہیں۔ حافظ تو یوسف کے "حسنِ روز افزوں" کے بارے میں جانتے تھے کہ ؎

عشق از پردۂ خلوت بروں آرد زلیخا را

لیکن خواجہ صاحب کا "زکنعاں ماہِ کنعانی بدر شد" اس سے کہیں زیادہ کاشف الحقائق ہے۔ اس کے بعد خود بینی و خود آرائی کے بتوں کو توڑ کر خدا بینی کی تلقین کا انداز ملاحظہ ہو، کہ از خود تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ زلیخا نے ابھی اپنے آپ کو فنا فی المحبوب تو نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود بینی و خود آرائی کا سہارا لیے ہوئے تھی۔ لیکن جب تک یہ بت نہ ٹوٹتے معشوقِ یکتا تک رسائی کیونکر ممکن ہو سکتی تھی چنانچہ کہتے ہیں ؎

سبب می دید چشمِ حسام کارش   بناز و عشوہ می بردا اختیارش
خراماں گردی و آئینہ بینی   خود آرائی و رسم ناز بینی
خلل می داد آئینِ طلب را   زباں می کرد عشق بوالعجب را
نمودندش کہ سنگِ راہت اینست   نظر بندِ دلِ آگاہت اینست
تو بندِ سیر و یوسف بند سیار   ازیں ناجنسیت سرداست بازار

غرض تعلیمِ غیبش کرد تا بید
بپایہ پایہ تا ایوانِ توحید

متفرقات

درستیٔ فقیر ؎ سوادِ او جہ فقرم ناگزیر است
شکستِ دل درستیٔ فقیر است

خلوت در انجمن

؎ ہماں در انجمن خلوت گزیدن   ز آسیبِ نشاں مندی رمیدن
درآں خلوت کہ جسم و جاں نگنجد   بجز نظارۂ جاناں نگنجد

لہ غالب   وا کر دیے ہیں عشق نے بندِ نقابِ حسن   غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

تسلیم و رضا

؎ سرِ تسلیم بنہم نیک و بد را
برا ندازم ز خود بنیادِ خود را

مرگِ اختیاری

؎ بمرگِ اختیاری راہ بردم　　　زمردن پیشتر خود را سپردم[1]

اُمید

حضرتِ خواجہؒ نے یاس و نومیدی کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ پُر اُمید رہنے کی تلقین کی ہے اور یہیں سے ان کا راستہ اہلِ فرار سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ امید کو عکسِ جمالِ یار اور شمعِ سیہ خانہ قرار دیتے ہیں اور زندگی و زندہ دلی پر زور دیتے ہیں ؎

شرطِ طلب است امید بستن　　　نومید نمی تواں نشستن
امید سرِ بر کار دارد　　　عکسے ز جمالِ یار دارد
امروز دریں رباط فانی　　　دارم بہ اُمیدِ زندگانی
شمع کہ دریں سیاہ خانہ است　　　اُمیدِ وصالِ آں یگانہ است

وجدان

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے معنی بیان فرماتے ہوئے وجدان پر زور دیا ہے ـــ یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے اپنے رنگ میں سمجھانے کی کوشش اپنے کلام میں کی ہے۔ خواجہ کہتے ہیں ؎

محقق شد ازیں علم مسلّم　　　کہ وجداں بر طلب آمد مقدّم

اور اقبال نے جو "خویش را دیدن" (۱) ز نورِ خویشتن (۲) ز نورِ دیگرے اور (۳) ز نورِ ذاتِ حق" کی تدریجی منازل جاوید نامہ میں شمار کرائی ہیں، بعینہٖ خواجہ نے بھی الگ الگ بیان کیا ہے شلاً ایک مقام کا ذکر یوں کیا ہے ؎

---

[1] خواجہ درد ؎

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے　　　مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

دل از خورشیدِ وحدت نور گیرد — وجودش جملگی مذکور گیرد
دریں راہ ہر کہ انوارِ خدا یافت — بہ تحقیق انتہا در ابتدا یافت

وحدت الشہود

منزلِ اوّل حجاب

شہودِ دوست پنہاں ہر دلے است — ہوائے وصل ہر بے حاصلے است
ولے افگند بر جانش حجابے — گرفتارِ بہر خاکے و آبے

منزلِ ثانی حیرت

شدہ بنیادِ ایں دیوانہ گشتن — پئے ہر رنگ و بو طفلانہ گشتن

اور یہی وہ منزل ہے جو وحدت الوجود کہلاتی ہے کہ مستی و قلندری و مجذوبیت اسی کے مقامات ہیں اور عارف کا بھی درجہ بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے لیکن وحدت الشہود کی منزل بہر حال اس کے بعد ہی آتی ہے۔

منزلِ آخر (۱) وحدت الشہود

؎ چو در نور شہود از خود برآید — سعادت را درے دیگر کشاید
بگردد حاملِ بارِ امانت
بیارد آں امانت بے خیانت

اصل کام تو اس بارِ امانت کا اٹھانا ہے کہ جسے آسمان، پہاڑ اور زمین کوئی بھی نہ اٹھا سکا اور قرعۂ فال اس مشتِ خاک کے نام پڑا مگر یوں کہ اسے اشرف المخلوقات بنا دیا اور ؏

درآں مشہد بہ نفسِ آرام یابد

ب: تگاپو

اس کے بعد تگاپوئے دمادم ہی ادائے فرض کی بہترین صورت ہے۔ خواجہ فرماتے ہیں ؎

بقیں آں دیدہ آں شورش ازاں سوست
دریں مسکن نمودے از تگاپوست

ج : راز "لی مع اللہ"

اور اس کے بعد ہی وہ منزل ہاتھ آتی ہے جسے فنا فی اللہ کے بجائے خواجہ نے بقا باللہ کا نام دیا ہے۔ کہ وہاں پہنچ کر اسے حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور رمز "لی مع اللہ" سے آگاہی بھی ؂

چوں گردد خستہ مقبول درگاہ
شود در خورد راز لی مع اللہ

د : ابوالوقت

اور یہ وہ مقام ہے جہاں سالک یا صوفی "ابن الوقت" کی بجائے "ابو الوقت" بن جاتا ہے۔ خواجہؒ نے خواجہ بہاالدین نقشبند کو اسی لقب سے یاد کیا ہے ؂

ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد
بہاالدین کہ دیں شد از وے آباد

اہل سنت والجماعت

حضرت خواجہ نے مکتوبات و رسائل میں اس کا بیان تفصیل سے کیا ہے کہ اہل سنت وہی ہیں جو سنت رسول پر دل و جاں سے عمل پیرا ہوں۔ اور شرک یا بدعت کو قریب نہ آنے دیں۔ حصہ نثر میں اسی عنوان کے تحت ہم سلسلے میں لکھ چکے ہیں تاہم چونکہ حضرت خواجہؒ کے کلام منظوم میں بھی اس کا ذکر بار بار آتا ہے اس لیے یہ عنوان دوبارہ قائم کرنا پڑا۔ مثلاً ایک مثنوی میں "عقائد دیں و شرائط سلوک در راہ یقین" پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے، اور "تمنا دار فضل الہٰی" کے لیے چار شرطوں پر پورا اترنا لازمی قرار دیا ہے لیکن جہاں چوتھی شرط کو کوئی اہمیت حاصل نہیں وہاں تیسری شرط کو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ فرماتے ہیں ؂

بلا خواہندۂ جذب الٰہی — تمنا دار فضل بادشاہی
نخستیں شرط ایں سودا یقینست — دوم سرمایۂ ایں سود دین است
سوم پاکیزہ تخم این زراعت — رفیق سنت و راہ جماعت

بہ تحقیق سلف تقلید دیدن — قدم از جادۂ بدعت کشیدن
چہارم خدمت سلطان دینی — قبول خاطر سند نشینی
ولیکن شرط چارم لازمی نیست — بفقدش سد باب محرمی نیست

کیونکہ اصل خوش نصیبی و خوش بختی تو یہ ہے کہ اصلِ معدن سے گوہر حاصل کیا جائے اور لطفِ باطن سے کسبِ فیض کیا جائے یعنی سلطان دوعالم خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ برکات کی خدمت کا شرف حاصل ہو جائے اور جو لوگ یہ راہ اختیار کرتے ہیں یقیناً بلند مراتب کے حامل ہیں ؎

بسا مرغاں کہ علوی آشیانند — اویسی مشرب و عیسیٰ زبانند
ز حسنِ طالع واز لطفِ باطن — گرفتہ گوہر از اصلِ معادن

رہِ سنّت بہ چالاکی شتابند
نصیب از خواجۂ کونین یابند

شریعت کی پابندی اس قدر ضروری ہے کہ دیوانگیٔ عشق کا ذکر اشعار میں کرتے ہوئے بھی شاعرانہ بے باکی سے قلم کو آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ کیونکہ شرع میں دیوانگی وجنوں کی گنجائش نہیں اور جیسا کہ حصّۂ نثر میں مثال دی جا چکی ہے کہ خواجہؒ کے نزدیک شرع بے عقلی و بے راہروی کی متحمل نہیں ہو سکتی اسی طرح انھوں نے اشعار میں بھی اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ بقول

طریق شرع جز فرزانگی نیست

طریق شرع

فرماتے ہیں ؎

ہنوزم رخصتِ دیوانگی نیست — طریق شرع جز فرزانگی نیست
نمیدانیم چیزے اندریں راہ — برون از شرع دنیکی ماشاء اللہ
بہ نامشروع اگر اندک جمال است — درو مضمر بسے قہر و جلال است

عدم شو کندراں مرآتِ نور است
جمالِ دوست را آنجا ظہور است

نمایاں خصوصیاتِ کلام

حُسنِ تلمیح

خواجہ صاحب کے ہاں جتنے بھی محاسنِ مثنوی نظر آتے ہیں وہ سب بے ساختہ ہیں یعنی کسی صنعت کا دانستہ التزام نہیں کیا گیا لیکن بعض خوبیاں از خود کلام میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان میں سے نمایاں ترین تلمیحات کا استعمال ہے۔ اسلامی تلمیحات جابجا موقع و محل کے عین مطابق نظر آتی ہیں مثلاً ؎

الفقرے کز خودش دردیش می داشت
سر الفقر فخری پیش می داشت

حُسنِ ایجاز

کسی بیان کو جب مسلسل تلمیحی انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہاں حُسنِ ایجاز نمایاں ہو جاتا ہے اور طویل و عریض بیانات محض دو مصرعوں میں سمٹ کر بلاغت کی ارفع منزل پہ پہنچ جاتے ہیں مثلاً ؎

بہ شامِ ہجرت و تاریکیٔ غار — بہ آں خوش عنکبوتے عنبریں تار
بجورِ کز قریش و اشترِ با دید — بہ آشوبے کہ دشتِ کربلا دید

حُسنِ استعارہ و تشبیہہ و مجازِ مرسل

تشبیہہ و استعارہ شاعری کی رُوح ہے۔ معمولی سے معمولی کلام میں بھی ان کی جھلک دکھائی دے ہی جاتی ہے۔ خواجہ کے کلام میں اس کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ ایک مثنوی کا آغاز یوں ہوا ہے ؎

در طرفِ رومِ بیکے ماہ بود — لائقِ نظارۂ دلخواہ بود
شہد و شکر را بہم آمیختہ — بر سرِ آں کانِ نمک ریختہ

مدینہ منورہ سے اظہارِ عقیدت یوں کیا ہے ؎

اے خاکِ مدینہ در کجائی — در دیدۂ من چہ روشنائی
اے مردمِ چشم دُور بیناں — دے چشم و چراغِ نور بیناں

ایک نہایت ہی عمدہ تشبیہہ ملاحظہ ہو ؂

این کاسہ کہ بر سرم نگوں است　　جامیست اگرچہ غرقِ خون است

اسی طرح ساقی نامہ میں ساقیِ حقیقی سے خطاب کرتے ہوئے فردوس کو "دلِ کشادۂ ساقی" سے انوکھی تشبیہہ دی ہے ؂

ایوان برہنہ بادۂ تو　　فردوس، دلِ کشادۂ تو

تنگیٔ دل کو زنداں سے تشبیہہ تو دیا کرتے ہیں مثلاً نسیم ؂

زنداں میں جو زندہ دیکھتا ہو　　اپنے دلِ تنگ میں جگہ دو

لیکن کشادگیِ دل کو جنت سے تشبیہہ دینا اور ہی لطف رکھتا ہے:

خوبیٔ رمز

پردۂ مجاز میں طلبِ حقیقت کے سلسلے میں وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں ساقی سے خطاب کیا ہے۔ مثلاً ؂

من پیرِ کہن گدائے جامم　　زاں جرعۂ کہنہ دہ بکامم

بعض جگہ صنعتِ تضاد کے بے ساختہ استعمال نے شعریت میں جان ڈال دی ہے ؂

ہجرانِ تو وصلِ جاودانی　　درپیشِ تو مرگ زندگانی

بلاغت

بلاغت کی خوبی سے ہر صاحبِ ذوق آگاہ ہے خواجہ کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؂

گر بحر رسد بہ تشنہ کامے　　سیرابی اوست ہم ز جامے

اصنافِ سخن

جیسا کہ اس باب کے آغاز میں عرض کیا جا چکا ہے، خواجہ صاحب کا بیشتر کلام مثنوی کی صورت میں ہے لیکن اس کے علاوہ آپ نے رباعیات بھی کہی ہیں اور ان میں بھی صوفیانہ مضامین بیان کیے ہیں جو ان کے ہر قسم کے کلام میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر یہ رباعی ملاحظہ ہو ؂

ا؎ اقبال ؂ لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی　　ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

آں کسب کہ نزد ما گشتہ عیاں — در مذہبِ اہلِ حق جز ایں ہیچداں
حق موجود است و فا درمطلق است — ویں مشت خیال جملہ وہم است و گماں

نسبتِ اسباب کے فلسفے کو کس سہولت سے بیان کر دیا ہے ؎

ما صورت و حق آئینہ عکس نماست — این است معیّتے کہ حق را باماست
ہر صورت در ظہور شرط دگر یست — این نسبت اسباب ازیں و پیداست

اب چند متفرق اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں کسی نہ کسی پہلو سے ایک خاص لُطف نمایاں ہے۔

ادب

؎ سنگ در دوزے بہ ادب در نشست — لعل شد و بر سر شخبد نشست

حُسنِ تخیّل

؎ شبے خوش دل تر از روزِ جوانی — سرم در خواب و دل در کامرانی

روانیٔ کلام

؎ کدامیں ظلم ازیں بسیار باشد
کہ بندہ بے صفت بیکار باشد

خواجہؒ نے اپنے فرزندوں کی تاریخ ولادت بھی کہی ہے۔ ساقی نامہ کے عنوان سے بھی اظہارِ خیال کیا ہے اور اس میں دراصل شرابِ معرفت کے طلبگار ہوئے ہیں اور افکارِ تازہ کے علاوہ یہ نظم اندازِ نو کی بھی عمدہ مثال ہے۔

تخلّص

حضرت خواجہؒ کے سارے کلام میں تخلّص صرف ایک شعر میں استعمال ہوا ہے اور اسی پر ہم اس ذکرِ لطیف کو ختم کرتے ہیں ؎

بغیر آنکہ بروزِ سیاہِ خود گرید
دگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید

ماخذِ مقدّمہ

اس مقدّمہ کی تیاری میں کچھ متفرق تحریروں کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف و تالیفات سے خصوصاً مدد لی گئی ہے :

۱۔ حیاتِ مجدّد ۔ پروفیسر محمد فرمان ایم۔اے (مجلس ترقی ادب لاہور)
۲۔ تصوّف ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی
۳۔ رودِ کوثر ۔ شیخ اکرام (مطبوعہ بمبئی)
۴۔ مجدّدِ اعظم ۔ مرتبہ و مولفہ محمد حلیم (۱۹۵۸ء)
۵۔ تذکرہ اولیائے نقشبند ۔ مولفہ محمّد امین شرقپوری ۔ (۱۳۷۱ھ)
۶۔ تذکرہ اولیائے کرام ۔ ادبستان ۱۹۵۵ء
۷۔ آثارالصنادید ۔ سرسیّد احمد خاں ۔ لکھنؤ جون ۱۸۷۶ء

ہمارے خیال میں اس کلّیات کا مطالعہ خواص کے لیے بالعموم اور عوام کے لیے بالخصوص نہ صرف مفید بلکہ لازمی ہے کیونکہ ردِّ بدعت کی جتنی ضرورت آج سے تین سو برس پہلے تھی اس سے کئی گنا زیادہ آج محسوس کی جارہی ہے ۔ اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
پھر مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

اگرچہ تین سو سال پہلے کی شخصیتیں یعنی امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ اور ان کے مرشدِ کامل حضرت خواجہ باقی باللہ آج جسمانی طور پر ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے ارشادات تو بہرحال ہمارے سامنے ہیں اور ان پہ عمل پیرا ہوئے بغیر ساقی سے فیضِ عام کی درخواست کرنا بجائے خود ایک

بدعت سے کم نہیں! ؎

تو بردنِ درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی!

یزدانی

دیال سنگھ لائبریری، نسبت روڈ لاہور

۱۴ر جولائی ۱۹۶۷ء

مختصر احوال

کسی علمی یا عملی فضیلت کے تصوّر میں خود یہ صلاحیّت نہیں کہ وُہ اپنی تاثیر دکھا سکے۔ بلکہ اِس میں تاثیر فضائل کی حامل شخصیات کے اثر و نفوذ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شخصیّت کی نشوونما اَور سیرت کی تشکیل میں شخصیّت ہی کا اثر و نفوذ کام کرتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نسب کی نسبت ہم عصر تذکرہ نگاروں سے صرف نظر کرنے کی بناء پر متاخرین کو کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کی توجیہ، توضیح اَور تصحیح مولانا زید اَبُوالخیر صاحب کے اِس بیان سے ہو جاتی ہے جو سوانح خواجہ باقی باللہؒ پر مشتمل ہے۔ اِس لئے اُسے بجنسہٖ یہاں نقل کرنا مناسب ہے۔ مرتّب

قبلۂ راستان و کعبۂ حق پرستاں خواجۂ خواجگان قطبِ جہاں حضرت خواجہ مؤید الملۃ والدین الرضی اَبُوالوقت محمد الباقی المعروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و رحمۃ و رضی عنہ و افاض علینا من برکاتہٖ و اسرارہٖ کے احوال شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک مرید پاک دل نے قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیر و مُرشد کا لکھا ہے اس میں اپنا نام رشدی لایا ہے۔ آیا یہ اس کا تخلص ہے یا نام۔ اللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت سے سُنا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھّا ہے۔ اس کے بعد کتاب احمدیۃ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنّف حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبد السّلام تھے۔ سمرقند کے رہنے والے، پاک باطن اَور صاحب علم و فضل تھے۔ اکثر اوقات آہ و بکا میں رہا کرتے تھے۔ سمرقند سے کابل تشریف لائے اَور وہاں آپ کی والدۂ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں حضرت کی ولادت باسعادت ہوئی۔ خورد سالی سے حضرت پر تجرید و تفرید و تبتّل اَور آثارِ خلوت غالب تھے۔ سنِ رُشد کو پہنچنے پر آپ نے مولانا صادق حلوائی

اور دُوسرے اکابر سے علمِ ظاہر بہ تمام وکمال پڑھا۔ اِس سلسلہ میں آپ ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں اِمتیازی شان پیدا کر لی۔

علمِ باطن اور خدا طلبی کا جذبہ عہدِ طفلی ہی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہوا تھا۔ اِس لیے ایامِ تحصیلِ علمِ ظاہر میں بھی جہاں آپ کو کوئی خدا رسیدہ پاک نفس مِلتا تھا آپ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اس کی صحبت اور انفاسِ قدسیہ سے مستفید ہوتے تھے۔ اور علمِ ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ نے ہند و بلخ و بدخشاں کا سفر کیا۔ اور پائے طلب آپ کو پنجاب اور کشمیر تک لایا۔ جہاں بھی خدا رس ملا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوائد حاصل کیے۔ جتنا آپ اہلِ دل کے قریب تر ہوتے تھے خدا طلبی کا جذبہ اتنا ہی تیز تر ہوتا جاتا تھا۔ اگر کوئی مجذوب ملتا تھا آپ اس کے پیچھے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک مجذوب جب آپ کو دیکھتا تھا۔ گالیاں دیا کرتا تھا بلکہ بعض اوقات آپ کو پتھروں سے مارتا تھا باایں ہمہ صرف جذبہ خدا طلبی آپ کو کشاں کشاں اس کے پاس لے جاتا تھا۔ ایک دن وہ دیوانۂ فرزانہ آپ پر مہربان ہوا اور آپ کے حق میں اس نے دُعائیں کیں اور آپ کو باطنی فوائد حاصل ہوئے۔

آپ کے ہندوستان آنے پر آپ کے بعض دوستوں کو علم ہوا۔ انہوں نے کوشش کی کہ آپ کو شاہِ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں لے لیا جائے لیکن سلطانِ جذباتِ الٰہیہ کے سامنے کسی کی سعی و کوشش کارگر نہ ہوئی۔ دولتِ دیں اور متاعِ یقیں کی بادشاہت آپ کو ملتی تھی بھلا مزخرفاتِ دنیویہ سے آپ کیا متاثر ہوتے۔

ایک واقعہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ آپ پر ظاہر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں فتح یاب ہو گا چنانچہ آپ حضرت خواجگی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بلکہ اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ اور فرمایا تھا اے فرزند ہم چشم براہ ہیں تم ہمارے پاس کب آرہے ہو اور پھر آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نسبتِ شریفہ سے پوری طرح بہرہ مند ہوئے۔ اِس عرصہ میں آپ نے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان حضرت خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے خط لکھا تھا اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا تھا ؎

من از محیطِ محبت نشاں ہمی دیدم　　　　که استخوانِ عزیزاں بساحل افتاد است

اور جب آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں پہنچ کر سلطانِ ملکِ فقر ہوئے تو آپ نے ایک خط لکھا اور تحریر فرمایا ؎

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

چونکہ آپ حضرت کی خدمت میں پوری طرح صاف و مجلی ہو کر پہنچے تھے۔ چراغ بھی صاف تھا۔ بتی بھی تھی تیل بھی حاضر تھا۔ صرف دیا سلائی دکھانے کی ضرورت تھی۔ وُہ دیا سلائی حضرت خواجگی نے دکھائی کامل تین دن اور تین رات حضرت خواجگی نے آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافتِ مطلقہ سے آپ کو سرفراز فرما کر ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ وہاں تمہاری وجہ سے اس طریقۂ شریفہ کو رونق ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا قصد کیا اور دہلی تشریف لا کر قلعۂ فیروزی میں جو کہ اب فیروز شاہ کا کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔ آپ پہلی مرتبہ ہندوستان کب تشریف لائے۔ اور بار دوم کب آئے۔ اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے (و اداخرہا کہ امرِ مشیخت و ارشاد متروک شدہ بود۔ الخ ص ۸۹ قلمی) اور لکھا ہے (فوائدے کہ دریں دو سہ سال ازاں حضرت بمستفیدان رسیدہ ور زماں پیش بہ سالہا نمی رسید ص ۸۵) اور زبدۃ المقامات میں لکھا ہے (شاہدِ عظیم بر علو مرتبۂ ایشاں ہمیں بس کہ دو سہ سال بر مسندِ مشیخت بودند۔ دریں مدت قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولتِ ایشاں روزی مند گردیدند۔ الخ ص ۴۹ قلمی) معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ایک ہزار تین یا چار کو بار دوم تشریف فرمائے ہند ہوئے ہیں ۱۰۰۸ھ کو حضرت امام ربانی مجددالف ثانیؒ آپ سے بیعت ہوئے آپ کو یہ محسوس ہُوا۔ کہ جو خدمت مجھ سے پروردگار جل شانہ کو لینی تھی وُہ اسی مردِ عزیز کی تربیت ہے آپ مکاتیبِ شریفہ میں تحریر فرماتے ہیں (رقعہ ۶۵۔ شیخ احمد نام مردیست درسرہند کثیر العلم قوی العمل۔ روزے چند فقیر با نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار و اوقات او مشاہدہ کردہ۔ بہ آں می ماند کہ چراغے شود و عالم را از و روشن گردند۔ الخ)

گریہ و آہ و بکا دردو وجد آپ میں بدرجۂ اتم تھا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے یہ نعمتیں بوراثت ملی تھیں تو بیجا نہیں ہے۔ آپ کی والدۂ مبارکہ جو نہایت عابدہ زاہدہ تھیں آپ کی بے قراری اور آہ و زاری کو دیکھ کر جیسا کہ آپ بیان فرماتے ہیں (روئے عجز و نیاز بدرگاہِ بے نیاز آوردہ بگریہ و نالہ تمام می گفتند خداوندا مرا فرزند در طلب تو از ہمہ بگسستہ و از لذاتِ جوانی

دست شستہ برآوردہ گرداں یا مرا زندہ مگزار کہ طاقت مشاہدۂ ایں ناکامی و بے آرامی او ندارم۔ زبدہ ص۱۲۳ قلمی) خود آپ کی یہ بے قراری اور پھر آپ کی والدۂ مبارکہ کی یہ دعائے نیم شبی نے جو رنگ دکھایا یقیناً اہلِ نظر کے لئے مقامِ صد حیرت ہے۔ زبدۃ المقامات کے مؤلف نے ایک فاضل کا قول نقل کیا ہے اُس نے کیا خوب کہا ہے (بعضے شیخان بزرگ صاحب حال وقال دریں روزگار شصت و ہفتاد سال در ہند شیخی کردند معلوم است کہ از ایشاں کہ ماند وچہ ماند شاہد بزرگی خواجۂ شما ہمیں بس کہ چہل سالگی رفتند و دو سہ سال ہدایت نمودند و عالمے را بہرہ ور گردانیدند۔ الخ ص۴۹ قلمی) جو کام پروردگار جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ کو آپ سے لینا تھا وہ بہ وجہ اتم لے لیا۔ اور بمقتضائے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ آپ لقائے محبوب کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سالکانِ راہِ طریقت کو خلیفۂ اجلّ عالی مرتبت حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کے سپرد کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت کے رقعاتِ شریفہ میں سے رقعہ ۸۴ کو دیکھا جائے۔ اور رقعاتِ شریفہ کے جامع نے جو عبارت لکھی ہے پڑھی جائے۔ حضرت میر محمد نعمان بھی آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں (ایں فقیر در بندگی حضرت الدُّرُّ الاعظم حضرت خواجہ بود و ایشاں ہمہ یارانِ خود را فرمودہ بودند کہ در خدمت حضرت امام المحققین حضرت ایشاں بروید و در خدمتِ ایشاں مشغولی کنید و ہر قسم شغل کہ ایشاں فرمایند بہماں روش مشغول باشید و در خدمتِ ایشاں تعظیم ما نکنید بلکہ توجہ خود بجانب ما نہ کنید۔ درآں اثنا بہ ایں فقیر حقیر محمد نعمان فرمودہ کہ میاں شیخ احمد آفتابے اند کہ مثلِ ما ہزاراں ستارہ در ضمن ایشاں گم اند۔ الخ ص۲۳۹ زبدہ قلمی)

ہفتہ کے دن پچھلے پہروں میں ۲۵ ماہ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ھ کو آپ کے گوش حقائق نیوش نے صدائے یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ سُنی اور آپ بہ صد شوق راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ اَلْبَقَاءُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وغفرله وَرَضِیَ عَنْهُ وَقَدَّسَ سِرَّهٗ

آپ نے اپنے بعد اپنی والدۂ مبارکہ، دو بیویاں اور دو پسر خورد سال چھوڑے۔ جن کی ولادت سنہ ۱۰۱۱ھ پہلی ماہ ربیع الاوّل اور چھ ماہ رجب کو ہوئی ہے۔ میراث میں آپ نے یہ سامان چھوڑا۔ صرف ایک روپیہ، چند کتابیں۔ ایک گھوڑا اور ایک فرش (ملفوظات ص۱۳۷ قلمی) یہ ہے عشق فی اللہ ثُمَّ یا

کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرِیْ سَبِیْلٍ کی اعلیٰ مثال لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّ آنٍ۔

تصنیفات

رسائل مختصرہ نماز حقیقی وصوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ و بسم اللہ و فاتحہ و والشمس واخلاص و فلق و ناس و آیت ھُوَمَعَکُمْ و آیت اَیْنَمَا تُوَلُّوْا و ترجمہ دعائے قنوت و رسالہ نا تمام در سلوک جو رقعات میں ۴۲ میں درج ہے۔ اور شرح رباعیات رسالہ سلسلۃ الاحرار۔ اور ۸۷ رقعات جانفزا اور دو مثنویاں دو تواریخ تولد برخورداران اور ساقی نامہ و سلسلہ پیران طریقت اور چند رباعیاں اور چند فرد۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوزِ دروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے :-

رُباعی

صحرانشیں ز سیل حذر کن کہ آستیں ... ترمی کنم بہ گریہ و افسردہ می روم
آں گلبنم بباغ تو کز یک نسیم لطف ... ناشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ کا نسب

صاحب ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے آپ کے نسب کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے البتہ حضرات القدس میں لکھا ہے۔ کہ آپ کے والد ماجد قوم سے خلج تھے۔ خلج کے متعلق قدیم تحقیق یہ ہے کہ خلج ترک قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار فیض محمد خاں ذکریا صاحب کابلی کی تحقیق یہ ہے کہ خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار صاحب افغانستان کے سربرآوردہ اور ذی علم افراد سے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا ایک مضمون چند سال پیشتر یورپ میں چھپ چکا ہے۔ مجھ سے یہ بات خود انہوں نے کہی ہے۔

آپ کی والدۂ مبارکہ کے متعلق صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے "مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمان سیادت بودہ از قانتات نساء۔ الخ ص ۱۳ قلمی" یعنی آپ کی والدۂ ماجدہ سادات کرام

میں سے تھیں حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں حضرت کے احوال شریفہ ہیں۔ اصلی فارسی اس عاجز کے پاس نہیں ہے۔ البتہ اُردو ترجمہ ہے جو لاہور میں چھپا ہے۔ اس میں لکھا ہے (حضرت خواجہ اپنے ناناصاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یاغستانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے نانا تھے پہنچتے ہیں اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندانِ سادات سے تھیں۔ الخ صـ ۲۱۵) بظاہر ان دونوں کتابوں کی عبارت میں اختلاف ہے پہلی کتاب نے آپ کی والدہ صاحبہ کو اور دُوسری آپ کی نانی صاحبہ کو سادات میں سے بتایا ہے۔ اگر حضرات القدس کا اصل نسخہ فارسی کا ہوتا تو شاید یہ دقت نہ نظر آتی کیونکہ اس ترجمہ میں اس عاجز کو کچھ ہُوئے تصرّف آرہی ہے صفحہ ۲۱۳ پر حضرت کا اسمِ گرامی اس طرح لکھا ہے (حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ) لفظ سید یقیناً مترجم صاحب کا اضافہ ہے۔ پھر صفحہ ۲۱۵ پر لکھا ہے (حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے) غالباً مترجم خلجی کو کسی مقام کی نسبت سمجھے ہیں اور اسی لیے انھوں نے قریشی کا اضافہ کیا ہوگا۔ تاکہ شروع میں جو لفظ سید کا لکھا ہے وُہ بھی صحیح ثابت ہو۔ اس عاجز نے اس سلسلہ میں حضرت کے منظوم کلام کو بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ حضرت کی ایک رُباعی ہے۔ فرمایا ہے ؎

بدمستِ من امشب چو مہ آراستہ است — غم ہمچو ہلال لاغر و کاستہ است
اے صبح برون میا کہ ترکاں مستند — وے شب بنشیں کہ فتنہ برخاستہ است

چُونکہ آپ نے پہلے مصرع میں اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے اس لیے ترکاں سے اشارہ اپنی طرف کیا ہے۔ آپ نے اپنے کو ترک ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے فرزندِ خورد خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت کہی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں ؎

گلشکرے بُوالعجبے دست داد — شکر ہندی و گل ترک زاد

آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گلشکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھُول تُرک کا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزندِ عالی قدر کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدرِ بزرگوار تُرک ہیں۔

حضرات القدس کا ترجمہ احمد حسین خان صاحب نے کیا ہے۔ یہ حضرت کے مزارِ پُر انوار پر بارہا حاضر ہوتے ہیں۔ انھوں نے یقیناً وہاں وُہ کتبہ بھی پڑھا ہوگا جو حضرت کے سرہانے دیوار میں جڑا ہُوا ہے۔ اس کتبہ میں پندرہ اشعار ہیں جو پہلے ایک لکڑی کے تختہ پر تحریر تھے اور تقریباً

پچاس سال پہلے پیرجی مظفر علی کے وقت میں سنگ مرمر پر ان کو کندہ کرا کے لگوا دیا گیا ہے۔ دوسرا شعر اس طرح ہے ؎

حامیٔ دینِ نبی اکمل امام المتقیں مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین

اس شعر میں آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد میں سے بتایا ہے جو سادات کرام ہیں۔ اور احمد حسین خان صاحب وہاں کے متولّی صاحبان سے بھی ملے ہوں گے۔ (پیرجی مظفر علی سے) جو کہ اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے تھے۔ اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سیّد بھی لکھتے تھے لہذا کچھ بعید نہیں کہ انھوں نے اپنے خیال سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے سید کا اضافہ شروع میں اور قریشی کا اضافہ خلجی سمرقندی کے ساتھ کر دیا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی نے بارھویں صدی ہجری کے اوائل میں لگایا ہے کیونکہ آثار الصنادید میں بھی اس کا ذکر ہے جو کہ ۱۲۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔

حضرت شاہ رئوف احمد مجددی قدس سرہ نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے اجل خلفا میں سے تھے اور بعد میں بھوپال میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۴۹ھ کو کتاب جواہر علویہ لکھی ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں (سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلج بودہ اند واز جانب والدہ بحضرت شیخ عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند میرسند) اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ حضرات القدس سے آپ نے یہ کلام اخذ کیا ہے۔ ممکن ہے آپ نے بھی مزار پُر انوار پر کتبہ لکھا دیکھا ہو اسی لیے خلج کا اظہار ضروری خیال کیا ہو۔

ہندوستان میں بزرگانِ دین کو سیّد بنانے کی مہم کافی عرصہ سے جاری ہے۔ ممکن ہے اسی جذبہ کے تحت آپ کو سیّد بنایا گیا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ اس عاجز کو ایک وجہ اور بھی معلوم ہوتی ہے، کہ کہیں حضرت کو بنابریں سیّد نہ بنا دیا گیا ہو۔ وہ وجہ یہ ہے کہ حضرت کے بڑے صاحبزادہ خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجہ کلاں قدس سرّہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام "مبلغ الرجال" ہے۔ اس رسالہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "گوید بندہ سر افگندہ شرمندہ از کردہ از تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجہ آفاق سبط آل النبی موید الملۃ والدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبید اللہ... الخ" آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو آلِ نبی یعنی سادات کرام کا سبط قرار دیا ہے۔ سبط عربی لفظ ہے۔ اور

از رُوئے لغت عربی میں اولاد کی اولاد کو سبط کہتے ہیں چاہے وُہ پسر کی اولاد ہو چاہے دختر کی لیکن از رُوئے اِستعمال پوتے کو حفید اور نواسہ کو سبط کہتے ہیں۔ یہ اِستعمال اتنا ذائع اور شائع ہوا ہے اور خاص کر اسلامی دَور میں۔ کہ بعض اہلِ لغت نے لکھ دیا ہے کہ پوتے کو حفید اور نواسہ کو سبط کہا جاتا ہے۔ دیکھو المنجد میں لکھا ہے۔ سبط ولد الولد ویغلب علی ولد البنت مقابل الحفید الذی ھو ولد الابن یعنی حفید پوتے کو کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں نواسے کو سبط کہتے ہیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سبط النبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کہا جاتا ہے۔

پانچ سات سال ہوئے اس عاجز کو ایک صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ صحیح النسب سیّد ہیں۔ اور دلیل میں رسالۂ مبلغ الرجال کی یہ عبارت تحریر کی تھی۔ اس دن سے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے بعض افراد اِس عبارت سے مغالطہ میں پڑ گئے ہوں۔ اور پھر حضرت کی درگاہ کے متولّیوں نے مزید ان کو مغالطہ میں ڈال دیا ہو۔ جو اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنا نسب سیّد قرار دیتے ہیں حالانکہ

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامی　　کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

مبلغ الرّجال کی عبارت سے زبدۃ المقامات کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ سادات کرام میں سے تھیں۔ اور آپ سادات کرام کے نواسہ تھے۔ آپ سبطِ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) تھے۔ اور آپ از جہتِ پدر بزرگوار قوم خلج سے تھے جو کہ مشہور اور قدیم قول کی رُو سے ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور اسی قول کی رُو سے حضرت نے اپنے کو ترک بتایا ہے۔ اور اپنے فرزند کو ترکی پھول قرار دیا ہے۔ اور سردار فیض محمد خاں زکریا کی تحقیق کی رُو سے خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور یہ لفظ حقیقت میں خلج ہے اور یائے نسبتی کے ساتھ خلجی ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ

حضرت کا مزار پُر انوار پُرانی دِلّی کی فصیل سے (جواب صرف پُرانے نقشوں میں مل سکتی ہے) جہتِ غرب ہے۔ لاہوری دروازہ سے تقریباً چار فرلانگ، جہتِ غرب قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو شمالاً جنوباً ہے۔ اور قطب روڈ سے عید گاہ روڈ جو غرب کو نکلی ہے اس کے مقامِ اتصال کے جنوبی کونہ پر واقع ہے (شمال ______ عیدگاہ مزار ______ جنوب) قطب روڈ مزار پُر انوار چار دیواری میں ہے۔ جہتِ شمال مسجد شریف کا صحن ہے۔ آپ کے مزار پُر انوار کی شرقی دیوار کے پاس آپ کی والدۂ

ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا استراحت فرما رہی ہیں۔ صدہا بلکہ ہزارہا اللہ کے نیک بندے قرب و جوار میں چاروں طرف راحت کی نیند (نم کنوم العروس) سو رہے ہیں۔ اس عاجز کے دیکھتے وہاں کے منتظمین تقریباً تین حصہ قبرستان کا فروخت کر چکے ہیں۔ جو تھوڑا حصہ (تقریباً چوتھائی) رہ گیا ہے۔ اس کی بھی حالت خستہ ہے اور آثار اچھے نہیں ہیں۔ کل من علیھا فان۔ البقاء للہ وحدہ۔ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وسلم۔

جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۸۴ھ
۴ دسمبر ۱۹۶۴ء

زید ابوالحسن فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
چتلی قبر، دہلی

مُلفوظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلماتِ جانفزا و سخنانِ دل کشا

ملفوظاتِ شریفہ و احوالِ مبارکہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ

نوٹ: حصۂ اول (بعض تحریرات) است و حصۂ دوم ملفوظات است۔ مجموعۂ ایں ہر دو حصص یک رسالہ است کہ نام جامع و مؤلفِ آں ظاہر نشدہ البتہ از نظم وے کہ در آخر نوشتہ معلوم می شود کہ وے رُشدی تخلص می کرد۔ رحمہ اللہ

بعد از حمد و صلوٰۃ نمودہ مے آید کہ چوں بسابقۂ عنایتِ ازلی و رہنمونی سعادتِ لم یزلی ایں ذرۂ احقر کہ نامِ خود را از غایت بے اعتباری شایستہ اندراج ایں نامہ بلند قدر نمی بیند از جملہ باریافتگاں درگاہ خواجہ جہاں پناہ مرجعِ حق پرستاں قبلۂ راستان و درستان مہرِ ہدایت و سپہرِ معرفت النور الاتم و سر اللہ الاعظم صاحب التصرف الاقصی و الآفاقی ابو الوقت خواجہ محمد الباقی النقشبندی الاویسی مَتَّ اللہ علی العٰلمین ببقائہٖ و شرح صدور المسلمین بلقائہٖ شد اکثر اوقات از ہیبت آں مقام بخلوت خاص راہ بردن دشوار بودے مگر آں کہ لطفِ عمیم آں دریائے کرم دستگیری فرمودہ دراں موطن قدس جائے دادے و در بعضی مجالس کہ آں لسان وقت گہر ریز شدے بخاطر سوختہ[۱] و دل شیدا رسیدے کہ ایں کلماتِ جانفزا و سخنانِ دلکشا کہ سامعہ می افروزد و پنبۂ غفلت مے سوزد و دل را پروانگی مے فرماید و دماغ را بہ بہار می آویزد و بر ہوش شیشہ مے شکند و روح را باطلاق مے اندازد در قیدِ کتابت آوردہ شود تا ہر کہ مزہ حق پرستی در دل و لذتِ حق شناسی در ذوق و طلبِ تحقیق و استعداد داشتہ باشد از مطالعۂ آں خوش دقت شود و بہرہ بردارد و بُوکہ پرتوی از ضمیر آں صاحب دل بر وقت محرر افتد و راز مضیق تعلقات خلاص بخشد اکنوں بآں خواہش فائز می گردد حق سبحانہ حضرت ایشاں را بر مفارق طالبان باقی و پایندہ داراد و ایں جواہر گران بہا بر صفحہ ظہور آنًا فانًا جلوہ گر باد بالنبی و آلہ الاطہار الاخیار۔

---

۱ نسخہ شیفتہ

مخفی نماند کہ ہرجا دریں رسالہ لفظ حضرت ایشان ثابت افتد مراد حضرت خواجہ خواہند بود و آنچہ از معارف و حقائق کہ از زبان مبارک حضرت ایشان استماع می افتد چوں قوت مدرکہ محرراز ادراک کنہ آں قاصر بود و قوت حافظہ در ضبط عبارات شریفہ بعینہا غیر وافی۔ اگر در ضمن بیان خللے در لفظ یا در معنی راہ یابد محمول بر قصور و نقصان حال کاتب حروف خواہد بود عفی اللہ عنہ و عن جمیع المسلمین بعد ذلک خواستم کہ مجملے از ابتداے احوال کرامت مآل حضرت ایشان و استفادہ نسبت و اخذ طریقہ از وسائط ما تقدم در ابتداے این رسالہ نقل کنم برخی از آں بخط شریف آنحضرت یافتہ شد و آں اینست۔

ابتدائی توبہ از معاصی در ملازمت خدمت خواجہ عبید کردہ شد لیکن خیال رجوع و عزم ترک در باطن بود و التماس فاتحہ در ظاہر ایشان از خلفا مولینا لطف اللہ بودند و مولینا لطف اللہ خلیفہ مولینا خواجگی ذہبیدے علیہ الرحمۃ بودند چوں توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبہ در ملازمت بندگی افتخار شیخ کہ در سمرقند تشریف داشتند و از کبار خانوادہ حضرت خواجہ احمد یسوی بودند کردہ شد اگرچہ جناب ایشان رضا نداشتند و مے فرمودند شما جوانید لیکن چوں عزیمت فقیر مصمم بود و لضرورت فاتحہ خواندند و فرمودند خدا استقامت بدہد موافق تفرس آں بزرگواران آں عزیمت برہم خورد و خرابی ہائے عجب روئے داد بار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہ تجدید توبہ بظہور رسید مقرون بمصافحہ آں نعمتے بود غیر مترقب امید کہ برکات آں مواہبت الی یوم القیام بماند القصہ چندگاہ دیگر در مقام نگاہداشت حدود بود بازتا تاثیر اسم المضلّ آں سد را شکست عاقبت بہ ہدایت صمدیت در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الحق و الدین صورت توبہ منعقد شد و میل طریقہ اہل اللہ بظہور رسید بحکم اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ بہر طرف دستے مے انداخت۔ عاقبت بعضے از مخادیم فرمودند کہ ذکرے کہ متعین تا بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مے رسد نتیجہ مند است تعطش بر انداشت کہ از ہماں عزیز طریق ذکر و مراقبہ اخذ کردہ شد۔ مدت دو سال بر آں ذکر و مراقبہ و اوراد سلسلہ آں عزیز مداومت نمودہ شد شنیدہ شدہ بود کہ تا سالک مدتی قریب بچہل سال میدان لَا اِلٰہَ را قطع نکند بمنزل اِلَّا اللہ نخواہد رسید ساده لوحی بر آں میداشت کہ مرور زمان را در ذکر غنیمت شمارد و بہماں صورت عبادت قناعت نماید۔ ہرچند کہ دریں میان اشارات غیبیہ و سلوک طریقہ دیگر ظہور مے کرد قدم استوار را

از جانمی برداشت و در زمین کرم بزرگواران آن طبقہ تخم وَفِیۡهَا مَاتَشۡتَهِیۡهِ الۡاَنۡفُسُ میکاشت
انشاء اللہ العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جویبار مَالَاعَیۡنٌ رَّاَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ
سیراب گرداند بالآخرہ بکشمیر رسیدہ شد و بملازمت حضرت شیخ بابای والی قدس اللہ سرہ العالی
اتفاق افتاد و از برکات نظرش بہرہ مند شد۔ الحمد للہ والمنۃ کہ آن نظرات فتح باب قبول آمد۔
چون کہ حضرت شیخ از سلسلہ عالیہ نقشبندیہ نیز مجاز بودند و استعداد طالب متوجہ آستانہ آن بزرگواران
نفحات ربانیہ از دریچہ بیان نخاقواد اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار غیب معہودہ خولہا
جلوہ گر شد و ارواح طیبات ایشان در بشرات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند و بہمین توجہ
ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شدہ دایرہ غیبت وسعتی پیدا کرد و راہ روشن شد فی الجملہ جمعیتے دست
داد تا آنکہ بجذب عنایت ایشان بخدمت مخدومی حقایق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی
امکنگی رسیدہ شد و بطوع و رغبت خود بیعت و مصافحہ بدست آورد و طریقہ خواجگان اخذ کردہ شد
و بطفیل ملازمت آنحضرت و ارواح طیبہ خواجہ نقشبند و خلفاء ایشان در سلک افتادگان این راہ
و نیازمندان این درگاہ در آمدہ شد اَللّٰهُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّ اَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّ احۡشُرۡنِیۡ
فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی انتہی کلامہٗ۔

شنبہ غرّہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ تسع والف

سعادت حضور روی داد درین اثنا این فقیر را دل بجا ئے آویختہ بود۔ چنانچہ خطرہ او بسیار
می آمد و تشویش میداد و بزبانِ باطن ہمتے از حضرتِ ایشان درخواستم کہ ازین تشویش خلاص یابم۔ زمانی
برین بگذشت کہ از مخلصان تو کل خدائے از در در آمد و سلام کرد عنایت بسیار دربارہ او فرمودند و امر
نشستن کردند بعد از زمانی بہ لفظ مبارک راندند کہ خدائی سہ ضربہ دارد۔ ضربہ اول بنفس عاید شود چہ نفس
را باعث شہوات پیدا آید مثل مار سر مانده کہ بحرکت و جنبش افتادہ بود۔ ناگاہ تاب آفتاب باو رسید جان تازہ
یافت این زمان از قید احاطہ بار رمیدہ و علاجش آنکہ منہمک در شہوت کامرانی نگردد و عنانِ اختیار کشیدہ تر

دارد۔ ضرر ثانی بدل راجع گردد و آن برطرف شدن یقین ست۔ چہ درین محل فتورے دریقین رازقیّت رزاق حقیقی ونقصانے در توکل بحق سبحانہ راہ یابد علاجش آنکہ غم روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شدہ است۔ ہمدرین محل فرمود کہ توکل نہ آنست کہ ترک اسباب کنند بنشینند چہ این سوء ادبی ست بلکہ اقامت بسبب مشروع مثل کتابت وغیرہ میباید کرد و نظر بر مسبب میباید اندوخت زیراکہ سبب مثل دروازہ است کہ حق سبحانہ برائے وصول مسبب ساختہ درین میان کس دروازہ را بربندد کہ از بالا خواہد برتافت بی ادبی کردہ باشد چہ دروازہ بناکردہ اوست و دلالت دارد براینکہ کشادہ بنشینند۔ بعد ازان او داند خواہ از راہ دروازہ فرستد یا از بالا برتابد و آنہاکہ بنشینند و در بربندند و نظر بر فتوح دارند ازین باب است چہ با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن بےہمتی و ترک اسباب است ضرر ثالث بروح راہ یابد و آن مسمی انجذاب است کہ از فرط میل بصور جمیلہ پیدا می شود چہ روح محل انجذاب حق است سبحانہ در زمانیکہ میل بصور جمیلہ پیدا گردد انجذاب آنجناب کمین رفت علاجش آنکہ میل مفرط بصور جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ درین نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا ابد در حجاب عظیم است و اگر آن صورت نامحرم باشد در آن نشاء تواند بود کہ بشکل کریہش مبدل سازند و او را بدان مبتلا گزارند۔ در آن وقت لوئے از لذت حضور بحق سبحانہ بمشام او نرسد و آنکہ بعضی عشق صوری را طریقی نہادہ اند محل تامل است و در طریقۂ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بغایت مُبعَّد است ہمدرین محل فرمودند کہ در بعضی کتب مسطور است کہ خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ بہ بعضے غلیظ الاستعدادان درآدان ابتدا احیانًا بایں روش مدارا امیکردند کہ عشق صوری پیدا کنید بعد ازانکہ پیدا می کردند کمال بےتعلقی شان بحاصل آمدے چنانچہ غیر ازہمان یک تعلق تعلق دیگر نمی ماند۔ باندک تصرّف دل آنہا را از محبت صورت می گذرانیدہ اند۔ لاجرم چون جمیع علائق مرتفع می شد حضور و آگاہی شان پیدا شدے آمد و این عمل حضرت مبتنی بر آن مسئلۂ فقہ است اگر طبیب حاذق بہ بیماری امر بارتکاب شی حرام کند کہ علاج منحصر درین است از تکاب آن جائز است نزد بعضی ائمہ و صاحب کشف المحجوب کہ از امامان طریق است تکفیر قومی کہ باباحت این امر قایل شدہ اند کردہ چہ جائے آنکہ مدار سلوک برین نہادہ باشند۔ و حضرت خواجہ بزرگ نہ آنست کہ باہل این سلوک امر باین کار میفرمودند بل کسانیکہ میل درآمد طریق میداشتند و در استعداد او شان قبول طریق حضور و آگاہی ابتدا کمے بود در اوان ابتدا چندروز درین کار میگذاشتہ اند و بمقصد اعلیٰ میرسانیدہ اند۔ درین اثنا بندہ

درگاہ عرضداشت کہ اگر کسی را در عین سلوک طریق حضور ابتلا باین بلا واقع شود علاجش چہ کند فرمودند، اگر مُرشدی داشتہ باشد باو بگوید تا بتصرف او را ازین مہلکہ برآرد یا سفر اختیار کند آن شہر را بگذارد و چون او در ورزش نسبت حضور و آگاہی بجد خواہد بود و او را جمعیت مفرط نخواہد بود و سفر بر و چندان شاق نخواہد آمد چہ حضور خاصیتے دارد کہ در برابر او ہیچ چیز را لذتی و رونقی نمے ماند و این بیت را در اشارہ بہ تحصیل دوام آگاہی خواندند

بیت۔ چند گاہے بے لب و بے کام باش بعد ازاں بنشین و یارِ جام باش

بعد ازیں موافق ایں سخن فرمودند کہ حضرت خواجہ ما خواجہ احرار قدس اللہ سرہٗ مخلصے داشتند۔ ملا لطف اللہ نام مردی منبسط و مطائبہ بود۔ چنانچہ بعضے اوقات حضرت خواجہ را خوش می آمد باو سخن میکردند روزی ازو پرسیدند کہ ملا لطف اللہ اگر کدخدا شوی چہ طور زنے خواہی خواست۔ گفت سبز و شیریں۔ فرمودند در اندک زمانے شیرینیہا خواہد رفت ہمیں سبزی خواہد ماند۔ ہم دریں محل فرمودند کہ از اکابر ہیچ کس بجمال صورت متوجہ نماندہ است و حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی کہ از پیشروان ایں قافلہ بودند در آخر تبرّی ازیں نمودند چنانچہ احوالِ ایشاں و بسیاری از سخنان ایشاں دلالت بر ایں معنے دارد۔ و ازاں جملہ است این رُباعی۔ رباعی

رفت آنکہ بہ قبلہ بُتاں رُو آرم حرفِ غمِ شاں بلوحِ دل بنگارم
آہنگِ جمالِ جاودانی دارم حُسنے کہ نہ جاوداں ازو بیزارم

انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ چوں کاتب از مجلس برخاست دل سردی تمام ازاں علاقہ دست دادہ بود و بالکلیہ مرتفع شدہ۔ الحمد للہ والمنۃ۔

یکشنبہ دوم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ مذکور

دولت زمین بوس رُوئے داد از حاضران شخصے از معنی حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کہ در رسائل ایں طریقہ عالیہ واقع است استفسار کرد۔ فرمودند چوں حضور صاف بخود قائم دست دہد مزاحمت نفی و اثبات را گنجائش نماند۔ ہم دریں محل بر لفظ مبارک راندند کہ تا حضور ذاتی کہ حضور صاف عبارت ازآں است سالک را حاصل نشود از تقید توحید جسمانی خلاص نیابد چہ توحید صوری در مراتب اجسام

می باشد چنانچہ وجودِ جسمانی خود را و غیر را وجودِ حق داند و درین وقت تمیز و تفرقہ باقی است روح بفنا و اضمحلال نرسیدہ است زیرا چہ بروح است تمیز ہر چیز۔ این موحد بتوحید کہ مقرر علمائے دین و صوفیای محققین است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نرسیدہ و آن عبارت از مدلول کریمہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ کہ تنزیہ صرف کہ منزہ از صفات تنزیہ است تا فروغ حضورِ ذاتی در نگیرد و روح را بفنا و اضمحلال نرساند حجاب از چہرۂ مقصود بر نہ افتد اگر چہ آن حال لمحہ باشد و این ہمان قدر کہ در تقدیر رفتہ است روئے می نماید علی تفاوت الاستعداد پس ہمیشہ منتظر باید بود کہ حق سبحانہ بوجود موہوب حقانی کہ مقربان خود را بدان مخصوص گردانیدہ است مشرف سازد و این جا کسب را اصلاً دخلی نیست محض بموہبت وی تعالیٰ و تقدس دست دہد درین مقام مضمون این مصرع۔

از علم گذشتیم و بمعلوم رسیدیم

واضح گردد۔ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط

پنجشنبہ بست ششم صفر سنہ مذکور

بدولت حضور مشرف شد سخن در تحقیق محبت ذات و محبت صفات رفت بر لفظ مبارک راندند کہ محبت صفات آنست کہ کسی بشخصے محبت دارد و ازین جہت کہ او عالم است یا شجاع درین وقت محبت او منوط بصفت علم و شجاعت باشد۔ چنانچہ اگر این اوصاف از و مرتفع شود محبت او ہم نماند و محبتِ ذات آنکہ او را دوست دارد بی ملاحظہ ہیچ صفتی نہ در وقت اتصاف او بصفتی در محبت تزایدے و نہ در وقت عدم اتصاف نقصانی ہم درین محل فرمودند۔ محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرض خویش درمیان نباشد۔ چنانچہ بعضے ازین جہت دوست دارند کہ از مشاہدہ او لذتی و سروری در ایشان پیدا شود و بعضے جہت نہ بینند۔ محبت بذات صرف او دارند۔ اگر درین مقام بتجلیاتِ جمال او لذت و سرور بایشان رسد ہیچ منافات بمحبت ذاتی ندارد بلکہ این کمال محبت ذاتی است۔ ہم درین محل کتابی از مصنفات حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ پیش حضرت ایشان نہادہ بود برداشتند و کشادند۔ این حدیث قدسی برآمد کہ مَنْ قَتَلَتْہُ مَحَبَّتِیْ فَاَنَا دِیَتُہٗ بیانِ عالی فرمودند کہ حق سبحانہ بیان طریق مراقبہ

فرمودہ است کہ ہرگاہ محبت ذاتی بمرتبہ فنا وامانت برسد محب بذوق یافت وتجلی ذات فائز گردد واینجا دیت ہمیں ذوق یافت است کہ بعد از فنا ومحبت ذاتی بظہور میرسد یعنی طریقۂ مراقبہ مذکورہ کہ عبارت از ظہورِ محبت ذوقیہ است البتہ موصل بمقصود است۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ مدار طریقۂ ما برین سہ چیز است۔ رسوخ بر عقائد اہل سنت وجماعت۔ ودوم آگاہی وعبادت۔ ہرکرا در یکی ازین ہا فتورے رفت از طریقۂ ما برآید فنعوذ باللہ من الذل بعد العز ومن الرد بعد القبول ہمدرین محل محرر این سطور عرضداشت کرد کہ آرزو دارم کہ ہرچہ درحضرتِ عالی مذکور می شود باجازت آنحضرت درقید کتاب آوردہ شود۔ بعد از خواہشِ بسیار فرمودند بنویس ومن نمائی۔ خوشحال شدم وفرحتِ عظیم من روی نمود بخاطر آوردم کہ این دولت بس عظیم است کہ نامزد روزگار من شدہ وغالباً این خوش حالی نفسانی بودہ است۔ مجلس چند کہ بے اجازت نوشتہ بودم درنظر مبارک درآوردم فرمودند این نوع سخنان درکتب مردم بسیار است چہ احتیاج کہ بگوئید من از فلانی شنیدم عرض کردم کہ مرا بنور این سخنان باطن نورانی میگردد وقوتِ فہم سخنان اکابر روی می نماید وراہ روشن می شود فرمودند کہ اگر شمارا باین نوع سخنان سرّی است چیزے ازین علم بخوانید نوشتن چہ درکار است ننویسید کہ نفس شمارا درین جا دخل است لاجرم دست ازان دولت کوتاہ کردہ آمد وخاطر ارادہ منصرف شد۔ ابیات

مرا این غول نفس دیو کردار ۔۔۔ فگند اندر خرابی ہائے بسیار
کنون زین بادیہ تا کار دانم ۔۔۔ مگر کرگس رساند استخوانم

تا آنکہ درشہر رمضان المبارک سنہ مذکور عنایت آلہی درکار شد وطالع یاوری کرد وغنچۂ امید بشگفت واز چہرۂ مقصود پردہ برافتاد ونخل سعادت ببار آمد یعنی جناب میاں شیخ احمد سرہندی وغیرہم کہ از مقربان ومقبولان درگاہ خلائق پناہ اند تقریبی ساختند ومکرراً درخواست قبول این امر خطیر کردند۔ بعد از تامل وتردد بسیار قبول کردند وفرمودند سخنی کہ درطریقہ دخلی داشتہ باشد بنویسند وحکایات ومعاملات مشائخ راکہ مذکور می شود بان ضم نسازند ودکانی راست نکنند چون آرزوی این فقیر بنیل این مراد سابق بود وبواعث نفسانی ودواعی طبیعی درین مدت بگوشہ رفتہ وبی قوت گشتہ لاجرم این دولت بازمن انتقال کرد واین سعادت نامزد طالع این شوریدہ

شد - بیت

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد   دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

حسب الامر العالی حکایاتی کہ در خلال مجلسِ اقدس مذکور می شود ہر چند فوائد عظیم در ضمن آن مندرج میسود حتی الامکان زبان قلم از ان نگاہ داشتہ آمد الا در جائیکہ تحریر سخن حضرت ایشان موقوف بر آں بود اکنون بتائید الٰہی و استمداد از ارواح طیبہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم و استعانت از باطنِ اقدس حضرت ایشان دریں امر شروع نمایم ونعوذ باللہ من الخلل والزلل -

---

پنجشنبہ یازدہم ماہ رمضان المبارک سنہ تسع والف

بسعادت زمین بوس مشرف شد بعد از افطار مردے از صوفیان شیخ جلال تھانیسری بملازمت آمد ظاہرا این مرد قبل از افطار آمدہ بود و منتظر طعام خیلگی بر در نشستہ و این شخص ہمیشہ بعد از ادای تہجد طعام میخوردہ است و صومِ دوام میداشتہ بحضرتِ ایشان این معنی روشن گشتہ حاضران را مخاطب ساختہ فرمودند کہ روزہ داشتن در صفتِ حق سبحانہ آمدن است - چون او تعالیٰ وتقدس از اکل و شرب منزّہ است بندہ میخواہد کہ زمانی متخلق باین خلق شود لیکن اظہاراً للعجز باید کہ سحر بخورد آنگاہ بادب و عجز در روزہ شروع نماید تا از دائرہ بندگی بر نہ افتد و قدرت و قوت کہ صفت خاصہ اوست سرو علا مخصوص او کردانید و بود ہمچنیں قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است - چون او تعالیٰ وتقدس منزّہ از نوم است بندہ درین صفت باو افتدا نمودہ قیامِ لیل شروع می نماید باید کہ گستاخانہ باحول و قوۃ خود درین صفت در نیاید و اول شب بطعام تعجیل نماید تا عجز خود عرضہ دادہ باشد - آں مرد فی الحال از وضع سابق برگشتہ طعام طلبید وگفت اگر طعام حاضر باشد بخورم گویند این مرد بغایتی بر قرار داد خود راسخ بود کہ بگفتہ والدین ہم اول شب طعام نخوردی - ہمیشہ بعد از تہجد و تراویح تناول کردی و پیوستہ صائم بودی بعد از ان برائے کاریکہ آمدہ بود عرضہ داشت و بازگشت ہمدرین محل فرمودند کہ در فوائد الفواد دیدہ شدہ است کہ در اوائل حال روزگاری ابراہیم ادھم قدس سرہ قوت خود بہیزم کشی میکردہ اندر ان ایام از عُبّاد مردے بملازمت ایشان آمدہ است کہ تمام شب قیام کردی بر ایشان تحقیق شدہ کہ لقمہ او پریشان است ، باو

فرموده اند متوالی که روز نے چند از طعام مابخوری ولی راضی شده در دوسه روز ببرکتِ لقمۂ پاک کار او بجائے رسید که در سنن موکده هم تقاعدی ازو فهمیده مے شد انتهی کلامه سلمه الله تعالیٰ وابقاه ظاهرا قیام او نفسانی بود و بطفیلِ لقمۂ پاک نفسانیتها نابود گشته بجائے او حقانیت متولد شده باشد والله اعلم

چهارشنبه بست و یکم شهر شوال سنه مذکور

سعادت حضور روئے داد نفحات الانس مطالعه می کردند سخن در جاه افتاد فرمودند شیخ ابو عبدالله حفیف جاهی داشت که مشاهیر روزگار دختران خود را برائے اِفتخار و تبرک برسم نیاز پیش او آوردندے و او بنکاح گرفتے و بجای هر کدام یکی را از زنان سابق طلاق گفتے هم چنین تا هفتاد زن بهم رسیده بودند و به هیچ کدام ازین ها نزدیکی نکرده چوں ایشاں را درین معنی توهمی بخاطر آمده همه اینها جمع شده پیش یکے ازینها که صاحب جمال و دختر وزیرے بود و خدمتِ شیخ بسیار کردے و شیخ باو میلے داشت آمدند و از حقیقتِ حال استفسار کردند. وی گفت. ایں قدر دانم که روزے دستِ من بگریبانِ خود فرو برد. دیدم که از سینه او تا ناف هفده گلوله برآمده بود. سرِ آں پرسیدم گفت اینها ازثمر صبر است که از مثلِ تو نازنینی خود را نگاه میدارم. هم درین محل فرمودند که حق سبحانه تعالیٰ مقتدایان را در هر زمان بطورے میدارد که صلاح مریداں آنوقت در آنست بحا نا مریداں آنوقت را که خدائی مضر بود. درین اثنا مجذوبی از حاضران سوال کرد که اینها که حکم کرده اند و اشارت بزرگانی کرد که در نفحات مذکور اند و بتشخیصِ احوال مشائخ نموده اند که فلاں بزرگ چناں بود و آن دیگر چنیں. مگر در لوحِ محفوظ حال او را دیده گفته اند یا بقیاس و تخمین فرمودند که هرچه میگویند بالهامِ حق سبحانه تعالیٰ یا بتفرس کامل که ایشاں را حق سبحانه تعالیٰ اعطا کرده است دریافته حکم میکنند و هر کدام بر اندازه صفاتِ خود که از مبدا صفات فیاض بنصیبهٔ ایشان شده است چیزے می فهمند. ائمه مجتهدین از معانی قرآن نکاتِ علومِ شرعیه استخراج کردند و اولیاء الله حقائق و معارف ازاں معانی فراگرفتند. هم دریں محل فرمودند که شخصے از حضرت امیرالمومنین علی کرم الله وجهه پرسید که شما از اهل بیت آں سرور صلی الله علیه وسلم و از شما قریب ترے نبود و بشما چیزے گفته باشند که بدیگران نه گفته اند چنیں نیست آنچه بدیگران گفته اند بما هم

گفتہ اند آنچہ بما گفتہ اند ہمہ گفتہ اند اما مارا فہمے و دریافتے دادہ اند کہ بدیگراں نداده اند و ایں دو بیت از مثنوی خواندند

اہلِ دین از دُور نامت بشنوند ۔۔۔ تا بقعر تار و پودت در روند
بلکہ پیشں از زادنِ تو سال ہا ۔۔۔ دیدہ باشندت ترا با حال ہا

باز آں مجذوب عرضہ داشت کہ اَلْمُجْتَھِدُ یُخْطِیْ وَیُصِیْبُ یعنی خلاف اولیا نیز از مقولہ خلاف ائمہ شرع است ۔ فرمودند خطائے ایں طائفہ در مفہوم کلام یک دیگر است نہ در اصل مسئلہ ۔ در اصل ہمہ متفق اند خطا در مفہوم کردہ اند ازاں رو کہ قائل فصیح نیست ۔ در عبارتِ او قصورے است کہ مدلول مفہوم نمی شود یا ازاں جہت کہ حالِ ایں بحالِ آں دیگر برابر نیست ۔ ز وائد احوال او در حسبِ حال خود رنگِ دیگر فرا گرفتہ و تخطیہ کردہ است و تخطیۂ شیخ علاء الدولہ سمنانی نسبت شیخ محی الدین ابن عربی از قسم ثانی است ۔ در نفحات مذکور است کہ بعضے از فضلا کہ بہر دو ایشاں معتقد اند تحقیق فرمودند کہ مخالفت بینہما جز در مفہوم نیست والا در اصل مسئلہ ہیچ نزاعی ندارند لیکن آں فاضل مخالفت را از قسم ثانی نداشتہ و عدم فہم را عذرے بیاوردہ ۔ و ہم در نفحات مذکور است کہ شیخ علاء الدولہ در حاشیہ فتوحات نسبت بہ شیخ نوشتہ است اَیُّھَا الْمُحَقِّقُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ و در جای تخطیہ و تکفیر کردہ است ایں سخن مقوی آنست کہ تخطیہ بسبب عدم فہم است یعنی آنچہ یافتہ است قبول داشتہ و آنچہ نیافتہ نفی کردہ اصلاً نفس را دریں جا شائبہ نیست باز آں مجذوب عرضہ داشت کہ اینہا استعداد ہا آوردہ بودند کہ چنیں شدند یا بتوجہ مرشد بمراتب ولایت رسیدند ۔ فرمودند کہ ہم ایں بود و ہم آں چہ استاد کیمیا گر از چند جوہر مثل سیماب و مس وغیرہ طلامی سازد و از خاک نمی سازد ۔ بیت

بس نکتۂ لطیف بباید کہ تا کسی ۔۔۔ مقبولِ طبع مردمِ صاحب نظر شود

لختی سخن در احتیاط لقمہ افتاد از اکابر عزیزے را نام بردہ فرمودند کہ او گفتہ است کہ وقت طعام خوردن حاضر باید بود کہ بغفلت خوردہ نشود چہ لقمہ بمشابۂ تخم است اگر از سر حضور بکار رفتہ است حضوری آرد والا پریشانی و غفلت اگرچہ لقمہ پاک ہم باشد از حاضراں فقیرے سوال کرد ازیں جا ظاہر می شود کہ اگر بشبہت ہم بخورند و حاضر باشند حضور آرد فرمودند چوں نہ اما در آرام البتہ فتوری خواہد رفت و راہِ ترقی جز دوام آرام نیست ۔ صاحب آرام مثل سائلے است کہ بر درِ کریم ایستادہ استدعا

وپیوستہ طلب میکند لاجرم چیزے باو میرسد وموافق این سخن این حدیث خوانند مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ دَ لَجَّ وَ لَجَّ واگر آرام ندارد قلقی خواہد داشت۔ صاحبِ این قلق مثل سائلے است کہ بردِ کریم است واین طرف وآن طرف بمہات ہم میگردد وشکایتے دارد کہ بمن نمی دہند وچرا نمی دہند۔ ودرین حال باو چیزے نمی رسد۔ این فقیر سوال کرد کہ ورائے آرام وقلق حالتی دیگر ہم است۔ فرمودند کہ حالتِ طالب ازین دو بیرون نیست۔ یا آرام است یا قلق۔ وہر کہ ہیچ ازین دو ندارد طالب نیست۔ ہم درین محل فرمودند کہ لقمۂ شبہ مثل دودے است کہ میانِ رائی ومرئی حائل می شود وچہرۂ مقصود را از نظر میپوشد وآنکہ بحضورِ الٰہی آشناست می فہمد ودر قلق می افتد وبعضی از عزیزان مریدان را از دو سفر منع میکردند از سفر خراسان چہ اوقات آنجا اکثر بی احتیاط بودہ لاجرم بمریدان ضرر میکرد واز مقصود باز میداشت واز سفر یمن چہ آنجا حُسن بسیار است تا ناگاہ گرفتارِ حُسن نشوند واز راہ باز نمانند وآنکہ بعضے اذن بعشق صوری میکردہ اند در خود قوتِ تصرّف باز داشت آن می یافتہ اند ودر مرید استعداد آن می دیدند کہ کار اوبی این پیش نمی رود واما از عشقِ صوری کسے بجائے نمی رسد وبسیار مضر است آنچہ کسے را بجائے می رساند راہ باطن او است واین ابیات خوانند۔

ابیات

ذاتِ تو خرجین تست وکیسہ است ❊ ورتو را بینی مجو خسروکیسہ است

کیسہ وخرجین تو ہم ذاتِ تست ❊ ویں بدونی ہا ہمہ آفات تست

ہمچو نابینا مبر ہر سُوئے دست ❊ با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست

روزے یکے از مخلصان را پرسیدند کہ در ملازمت ما بچہ نیت می آئی۔ عرضہ کرد بدنیت آنکہ مسلمانی شوم۔ فرمودند مراد ہمین است بعد این فرمودند مسلمانی تسلیم وانقیاد است مرا احکام ازلی تا تجلی ذاتی بوجہ اتم نشود مسلمان شدن مشکل است۔ مصرعہ

این مشو آن مشو مسلمان شو

روزے بعضے از علماء کہ بشرفِ ملازمت آن آستان مشرّف اند در شرح رباعیات کہ از مسودات قلم حقائق رقم حضرت الیشان است بریں سخن کہ صور علمیہ عکس اعتبارات وحیثیات ذات است ونمود خارجیات کائنات عکس العکس یعنی عکس آن صور علمیہ است کہ بر آئینہ ذات افتادہ

شبہ داشتند کہ اگر عکس صور علمیہ برظاہر وجود افتد۔ نہایت ذات حق و محلیت وجود مطلق تعالی شانہ لازم می آید۔ ہمدرین وقت حضرت ایشاں بروقت آنہا رسیدند۔ پرسیدند کہ چہ مذاکرہ میرفت چوں شبہ خود را مقرر ساختند حضرت ایشان در جواب آن فرمودند کہ بی نہایتی حق سبحانہ تعالی نہ بآن معنی است کہ در اجسام است باعتبار طول وعرض بآن معنی است کہ بی تعیین و تمیز است و نیز محل آنصور ذات نیست کہ محلیت لازم آید بلکہ محل آں وہم است چنانچہ صورت متنقش در آئینہ نہ درون او نہ برون اوست اما وہم حکم میکند کہ بر رُوئے آئینہ است و محل او خیال است کہ آنرا مثال متصل گویند و آئینہ ہمچناں بر صرافت بیرنگی خود ہمدرین محل فرمودند کہ توحید حاصل می باید کرد۔ توحید محققین از علمائے متکلمین لَا مُوَثِّرَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللهُ است یعنی تمام قدرت خود را بحق سبحانہ دادن و خود را ازان خالی ساختن۔ اگرچہ بعضے از متاخرین علمار قدرت موثرہ را بہ بندہ ہم فی الجملہ اثبات می کنند و توحید ایشاں لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللهُ است اما مذہب اصح ہمانست کہ لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللهُ و صوفیہ چنانچہ فعل و قدرت را منسوب بحق می کنند۔ باقی صفات سبعہ را مثل علم و سمع و بصر و حیات و کلام نیز منسوب بحق میکنند و می گویند لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللهُ بالجملہ توحید حاصل می باید کرد اگر آن عکس یا عکس العکس معلوم نشود در قیامت مواخذہ نخواہند کرد و ہر چند ازیں توحید خاص نخواہند پُرسید و آنچہ تکلیف بآن کردہ اند بمعنی لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللهُ است اما چون اخلاص تام بی این توحید کہ مقرر صوفیہ است پیدا نمی شود أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ بضرورت این توحید حاصل میباید کرد تا اخلاص پیدا شود۔ وصل۔ روزے مقامات شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ مطالعہ میکردند تعریف شیخ خلیل اللہ کہ یکی از خلفائے شیخ بود بسیار کردند فرمودند حب جاہ از دیطرف شدہ بود باین تقریب فرمودند کہ جاہ دو جاہ است یکی جاہ عند الناس کہ از بقایائے نفس است آں خود بطور این طائفہ شرک است و جاہ عند اللہ کہ از بقایائے رُوح است و آنکہ گفتہ اند کہ آخِرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ رُؤُسِ الصِّدِّيقِينَ حُبُّ الْجَاهِ مراد قسم ثانی است از وایں جاہ برطرف شدہ بود۔ چنانچہ چند تن از مریدان کہ ہم در طریقۂ ایشان استعداد شیخی پیدا کردہ بودند نزد یکسا مزار آدمی بودند و خلوت می برآوردند و ہرگز جای نرفتند و شیخی نکردند و این از آثار آن نظر است و ایضاً ہم درین مقامات مذکور است کہ یکے از صوفیان شیخ را قدس سرہ حالی پیش آمدہ بود و بشیخ عرضہ داشت کہ من خود را در صحرائے نورانی بحق سبحانہ حاضر میبابم و در وقتے کہ

با یاران نشستہ ام این خادم و در آن صحرا حاضر۔ شیخ ادرا اشارتی دادہ فرمودند کہ خلوت در انجمن کہ در سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میگویند این است حضرت ایشان فرمودند کہ خلوت در انجمن کہ درین سلسلہ مشہور است چیزی دیگر است و این چیزی است کہ مبتدیان این طریقہ را در دو سہ روز روئے می نماید۔ لختی سخن از استقامت بشیخ نور الدین رفت و این شیخ نور الدین از مشاہیر علمای پنجاب است و بسیار از مردم آن صوب باو مرید اند۔ فرمودند کہ او بصد و بیست سالگی رسیدہ بود و بغایت ضعیف شدہ اما نوافل بسیار می گذارد و شبہا احیاء میکرد و در عمل کوشش بلیغ داشت۔ گویند سی سال پہلوی خود بر زمین ننہادہ بود۔ از حاضران شخصی عرضداشت کہ ہرگز از ایشان حقائق و معارف شنیدہ نمی شد۔ فرمودند، آدمی بشرائع مامور است نہ بحقائق و معارف و آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ کس تکلیف بمعارف صوفیہ نمی کردند ہمیشہ تلقین شریعت می کردند و چہ عظیم سعادتے کہ کسی بر متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بود و در عمل کوشیدہ باشد و نیز فرمودند کہ معرفت را اقسام و مراتب بسیار است۔ اگر از حقائق و معارف نصیبی وافر داشتہ باشد بہتر و خوبتر۔ اصل کار بر شریعت بودن است میفرمودند کہ توحید سالم آنست کہ نقائص را بیقین خود کہ انا بر سر او می افتد اضافت کنی و از استعداد او شماری و کمالات را بحضرت اطلاق راجح داری ہر چند کہ معتقد لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ باشی۔ شخصے از حاضران سوال کرد کہ آنکہ شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ فرمودہ است کہ میتوانہ کہ سالک متخلق شود بجمیع اسماء و صفاتِ الٰہی و ہنوز واصل نباشد بآں سخن مشہور تناقض دارد کہ تخلق باخلاقِ الٰہی بعد از وصول حاصل میشود۔ فرمودند کہ در کلامِ ایشان لفظ تواند واقع شدہ پس میتواند کہ بعضہا را در زمان سیر الی اللہ پیش از وصول نیز دست دہد اما اکثر آنست کہ بعد از وصول بمقام سیر فی اللہ حاصل شود۔ لیکن اگر کسی اصلاح سازد تخلق قبل از وصول را تخلق گوید و بعد از وصول را تحقق مناسب است۔

چہار شنبہ سیزدہم ذی القعدہ سنہ مذکور

سعادت زمین بوس رُو دادہ سخن در تعدد پیر افتاد بر لفظ مبارک راندند کہ پیر سہ است پیر خرقہ و پیر تعلیم ذکر و پیر صحبت۔ پوشیدہ نماند کہ پیر خرقہ آنست کہ خرقہ ارادت از و پوشیدہ باشد و

از کسے کہ خرقہ تبرک واجازت یافتہ باشند۔ در اصطلاح این طائفہ او را پیر خرقہ نگویند و پیر تعلیم ذکر ظاہر است۔ و پیر صحبت آنکہ با وصحبت داشتہ و از صحبت او منافع و ترقیات حاصل کردہ باشند ہمدرین محل فرمودند کہ در سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ در ہندوستان مدار بر خرقہ است پیر مطلق باصطلاح اہل این سلاسل پیر خرقہ را گویند ولہذا تعدد پیر را قبول نہ دارند و پیر تعلیم وصحبت را مرشد گویند موافق این سخن بزرگی را نام بردہ فرمودند کہ در رسائل خود نوشتہ کہ تعدد پیر خرقہ مکروہ است وہم چنین پیر تعلیم اما پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اوّل یا فوت صحبت او۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ آرے پیر خرقہ متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم ہمچو پیر صحبت متعدد می باشد و معمول سالکان است و فرمودند کہ در سلاسل خرقہ را معنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم اسناد می کنند و ذکر معنعن بیان نہ کردہ اند۔ امّا در سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم رسیدہ است از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الی یومنا ہذا در وسائط فتورے نرفتہ ہم دریں محل یکی از حاضران سوال کرد کہ آنکہ میگویند کہ در سلسلہ عالیہ نقشبندیہ طریقہ رابطہ از حضرت صدیق اکبرؓ وطریقہ ذکر از حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما رسیدہ چون است۔ فرمودند ذکرے کہ دریں سلسلہ است کہ آنرا او قوت عددی خوانند بطریقہ معہود مثل حبس نفس وضم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلّم باوے از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معنعن رسیدہ است وطریق صحبت نیز از ایشان رسیدہ چراکہ ایشان در سفر وحضر با آن سرور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلّم ہمراہ می بودند واتہ راہ صحبت می گرفتند۔ اصل درین کار صحبت است و رابطہ ظل او بر تقدیر فقدان صحبت صوری رابطہ کہ صحبت معنوی است اکتفا نمودہ اند۔ ہم درین محل فرمودند کہ اگر کسے از پیر صحبت بہ راہ صحبت بکمال رسیدہ باشد او را بہ پیر تعلیم کہ تلقین ذکر از دیگر دحاجت نبود۔ مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد از آں او را باسپ خریدن حاجت نباشد۔ بعد ازین سخن بتقریبی این نقل بنظر مبارک حضرت ایشان درآمد کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمٰن الجامی قدس سرہ السامی در نفحات الانس آوردہ اند کہ گاہ باشد کہ درحال حضور ربے آنکہ از حس غائب شوند بعضے از حقائق امور غیبیہ برا این طائفہ کشف شود آنرا مکاشفہ خوانند و مکاشفہ ہرگز کاذب نبود چہ مکاشفہ عبارت است از تفرد روح بمطالعہ مغیبات درحال تجرد از غواشی بدن فرمودند کہ این مضمون را حضرت مخدومی از ترجمہ عوارف نقل کردہ و تحقیق

آنست کہ در بعضے مکاشفات کہ خیال را دران مدخل ہست نیز خطا می شود اما علوم یقینی کہ بہ مدرکہ بہم می شوند خطا را درآنجا مدخل نیست۔ ہمدرین محل شخصے از حاضران عرضہ کرد کہ در بعضے علوم یقینی کہ بطریقِ الہام معلوم مدرکہ میشود نیز خطائے یافتہ میشود۔ فرمودند سببش آنست کہ بعضے از مقدمات مسلّمہ خود راکہ صاحب این دید بنجت یقینی مقرر است بآن علوم ضم کردہ است۔ خطا ازاں راہ آمدہ والّا خطا را در جائیکہ صرف علوم ملہمہ باشند گنجائش نیست ولہذا اعلمائے معقولیین کہ استعمال علم معقول می کنند مراعات قوانین منطقیہ می نمایند ہم خطا در فکرِ ایشاں راہ می یابد سرّش ہمانست کہ مقدمات مقررہ خود را یقینی خیال کردہ در انجا دخل دادہ اند والّا منطق علمی است کہ رعایت او ذہن را از خطا در فکر نگاہ میدارد۔ اگر صرف استعمال منطق می بود و ضم مقدمات دیگر از پیش خود می کردند ہرگز خطا نمی خوردند۔ بعد از اتمام این سخن فرمودند کہ متوجہان الی اللہ را کشف ہیچ در کار نیست کشف دو نوع است کشف دنیوی وآن خود اصلا بکار نمی آید وکشف اخروی وآن در کتاب و سنّت مبین شدہ است وبرائے عمل کافی است و کشفی بآن برابر نیست۔

ایضاً می فرمودند کہ مشائخ را بر تربیت و ارشاد خلق یکی ازین سہ چیز باعث می شود۔ الہام حق سبحانہ یا حکم پیر یا شفقت بر خلق۔ چو خلق را بر ضلالت می بینند دفع ضرر از ایشاں می کنند۔ آں ضرر مثل عذاب دوزخ و اہوالِ قیامت پس بمقتضائے شفقت آن است کہ ترویج شریعت لازم گرفتہ اینہا را بوعظ و نصیحت بحفظِ آداب و اقامت شرائع امر بکنند مثل تعلیم و تعلّم فقہ و حدیث و عمل کردن بموجب آن نہ آنکہ اینہا را واصل سازند۔ واصل ساختن شرطِ شفقت نیست یعنی امرے زائدے است در شفقت ہماں قدر کافی است لختی سخن در فضیلت و شرف مشائخ بر یک دیگر افتاد فرمودند شرف صفاتی است نظر بآنکہ یکے را در معرفت بیشتر از ان دیگر است یا خوارق این بر خوارق آن فوقیت دارد۔ امّا در ذات جملہ برابر اند و این کہ مردم بہ یکی بیشتر معتقد شدند فضیلتے نیست اعتبار مر فضیلتے راست کہ نزد حق سبحانہٗ در قرب و معرفت داشتہ باشند۔ ہمی فرمودند کہ حاصلِ این طریقہ تربیت انجذاب ایمانی است کہ دعوت تمامی انبیاؑ و رسل بداں واقع است می فرمودند کہ نہایت قرب بندہ و اتصال نسبت بذاتِ حق زیادہ بران نیست کہ دوام آگاہی و آرام کہ بفنا کشند حاصل شود۔ چون این نسبت حاصل شد سالک بحصول

این نسبت مشرّف بمرتبۂ ولایت شد وکمالاتے کہ در حصول مقامات وتجلّیات اسماء وصفات کہ سالکان طریق دیگر را بہ تفصیل حاصل می شود دیگر است امّا بحصول نسبت قرب واتّصال کہ بذاتِ حق سبحانہ حاصل شد بمرتبۂ ولایت اخص خواص رسید۔ **ایضاً** می فرمودند کہ اوّل درآمد طالبان این طریقہ در سرحد فنا ست ومعنی اندراج نہایت در بدایت کہ کُبرائے این سلسلۂ عالیہ اشارت بدان کردہ اند این است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ ابتدائے حال بخاطر میرسید کہ بہ تفصیل سلوک کردہ شود۔ چنانچہ اہل سلسلہ کبرویہ میکنند۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ درخواب آمدند وفرمودند کہ حاصل سلوک بتفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود۔ چوں این معنی حاصل شد سلوک بتفصیل کردن تحصیلِ حاصل است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ ارباب رضا را بلائیت در بلا نمی ماند وکراہت در نظرِ ایشان نیست ازان جہت کہ فعلِ حق سبحانہ است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ معدہ محلِ طعام است۔ اگر حلال در وے افگنی قوتِ طاعت یابی واگر بشبہت بود راہِ حق پوشیدہ کند واگر حرام باشد معصیت زاید۔ **ایضاً** کہ شیخ ابوسعید ابن ابی الخیر قدس سرہ براہے میرفت۔ شخصے قفائے بروبزد۔ شیخ بر قفا نگریست۔ آں شخص گفتہ چہ می بینی۔ صوفیے ازحق بدان شیخ گفت میدانم کہ ازحق است سبحانہ لیکن می بینم تا مظہر این شقاوت کہ شدہ است۔

شنبہ بیست وسوم ذی القعدہ سنہ تسع والف

دولت زمین بوس بدست آمد سخن در احتیاط لقمہ افتاد۔ فرمودند کہ تنہا بر قلیّت لقمہ اکتفا نباید کرد۔ باید کہ ہیزم وآب وظرف ہم ازوجہ حلال باشد وپزندۂ طعام آگاہ بحق سبحانہ ودر وقتِ خوردن ازسرِ حضور وآگاہی بکار برند کہ از لقمۂ بے احتیاط دُود دسے می خیزد کہ مجاری فیض سے بندد وارواح طیبہ کہ پرتو فیض اند مقابل قلب نمی شوند۔ ہم درین محل فرمودند کہ ضعیف دماغان را باید کہ طعامے کہ ملائم طبع ومقوی دماغ باشد بخورند مثلاً اگر ضعیف دماغی نان جو غذا کند۔ البتہ یبوستی بدماغ او راہ یابد وراہ فیض بربندد۔ موافق این سخن فرمودند کہ یک فیض خاصی ہست کہ بدماغ میرسد و

در وقتیکه یبوستے بدماغ رفت آں فیض نمی رسد۔ لاجرم احتیاط باید کرد کہ طعامے کہ ملائم طبع نباشد نخورد و روزہ ہائے زائد بر خود لازم نگیرد کہ موجب ضعف دماغ شود۔ خصوصاً اہل کشف را احتیاط بلیغ در تقویت دماغ باید کرد کہ اکثرے یبوست دماغ موجب غلط و کشف میشود۔ ہمدرین محل شخصے در خدمت حضرت ایشان نقل کرد کہ فلانے میگفتہ است و نام یکے از اکابر وقت را گرفت کہ حضرت ایشاں طالبان خود را از اعتقادے کہ بہ پیران سابق دارند بری می فرمایند و افادہ را موقوف بآں می دارند فرمودند کہ ایں چنیں نیست۔ لیکن چوں در بعضے از طالبان تذبذبے میبایم اشارتے بیک رویہ شدن آنہا می کنم و ازین باب در کتب قوم بسیار یافتہ می شود۔ چنانچہ یکی گفتہ است کہ ہر کہ یکجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا و دیگرے گفتہ یک در گیر محکم گیر۔ دیگرے گفتہ توحید مطلب شرط راہ است وہم برین قیاس پس چوں حقیقت کار چنیں باشد و آنچہ حق است بآنہا نگویم آوارہ شان گزارم آنہا کہ پیش من می آیند برائے استفادہ می آیند نہ برائے امرے دیگر۔ بعد ازیں سخن فرمودند کہ اعتقادے کہ ما باہل ایں سلاسل داریم ہمانا کہ اشارت بسلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ کردند دیگراں کجا دارند خصوصاً عامہ اہل ہند کہ اعتقاد ایں ہا نزدیک بشرک چیزے است۔ ما اہل این سلاسل را فانی فی اللہ می دانیم و ایں مردم موثر مستقل اعتقاد می کنند۔ لختے سخن دربیان این حدیث قدسی اُفتاد کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فرمودند کہ بخدائے تعالیٰ انیکو گمان باید بود و بہ نفس خود بدگمان و خلاف مشائخ را اختلاف است درین کہ غالب حال بندۂ مومن رجا باید یا خوف بعضے گفتہ اند در پیری رجا و در جوانی خوف و تحقیق آنست کہ ہمیشہ رجا باید کہ غالب باشد تمۂ حدیث اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ یعنی فی ملاء الملائکۃ فرمودند کہ خیریت ملاء در صورتے کہ ذکر بندہ مرحق را سبحانہ در ملاء آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم باشد نہ باعتبار آنست کہ رسل ملک افضل باشد۔ از

نوٹ: صلی اللہ علیہ وسلم باشد۔ اگرچہ در کتاب لفظ (باشد) است۔ چنانچہ اینجا نوشتہ است لیکن مقتضائے کلام دلالت می کند کہ لفظ (نہ باشد) باید کہ بود۔ زیرا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین سید الانبیاء والمرسلین افضل الخلائق اجمعین اند ہیچ ملاء از ایشاں افضل نمی تواند شد جبریل و میکائیل کہ سرکردۂ ملائک عالی قدر اند از وزرائے حضرت ایشان اند۔ فافہم وتأمل ابوالحسن زید فاروقی

رُسُلِ بشر و حال آنکہ مذہب اہلِ تحقیق آنست کہ رسل بشر افضل است از رسل ملک بل باعتبار آنست کہ وجودِ رُوحانی آں سرور کہ در ملاء اعلیٰ است ذکرِ حق سبحانہٗ بندہ را دراں ملاء باشد یا خیریت ملاء باعتبار آں باشد کہ جماعتے از فرشتگان اند کہ آں ہا مُہَیَّمِیْن گویند و آنہا افضل اند از رسل بشر و ذکر حق سبحانہ بندہ را دراں ملاء باشد۔

دوشنبہ بست و پنجم ذی القعدہ سنہ تسع و الف

سعادت زمین بوس حاصل شد سخن در ترقی بعد الموت افتاد فرمودند کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ اگر کسے بہ نیت صحیح و اعتقاد درست در راہِ حق سبحانہ درآید و آدابِ شریعت کماحقہ بجا آرد و اورا از اذواق و مواجید این طائفہ در حین حیات نصیبے نباشد البتہ بعد از موت احوال و اذواق این طائفہ اش بدہند حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ پارۂ تامل کردند و فرمودند بلکہ این چنیں کس را ہم درین عالم وقت احتضار باین دولتش مشرف سازند۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ اعتقادِ درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجہ بجناب حق سبحانہ بزرگ ترین دولتے ہست ہیچ ذوقے و وجدانے بر این برابر نیست۔ این باید کہ داشتہ باشی دیگر ہیچ چیز گو مباش۔

شنبہ سلخ ذی القعدہ سنہ مذکور

بمجلسِ عالی بار یافت۔ از حاضراں شخصے سوال کرد کہ نسبتِ حضراتِ خواجگان قدس اللہ اسرارہم خود قدیم است چیزے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرّہ الحاق کردہ باشند۔ کدام است کہ این سلسلہ بہ نقشبندیہ مشہور شد۔ فرمودند بعضے تعلیمات و کیفیات الحاق کردہ اند۔ چنانچہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز نوشتہ اند کہ خاتم این نسبت بوجہ کمال ایشان بودند و خاتم آنست کہ بعد اتمام ختم میکند و خود ہم فرمودہ اند کہ من اختیار طریقہ کردم کہ البتہ موصل باشد۔ و آں طریقۂ محبت و انجذاب است۔ بطریق مخصوص کہ درین طریقہ معمول است بعد ازین سخن فرمودند

که طریقهٔ انجذاب ومحبت البته موصل است واو را روئے جز بسوئے ذات نیست بخلاف طرق دیگر که روئے بجانب انوار نیز دارند۔ لاجرم بعضے بهمان انوار باز می مانند و این انجذاب ومحبت در جمیع این سلسلهٔ عالیه تربیت همان انجذاب می کنند۔ می فرمودند که رویت بالبصر موعود است۔ در حشر ازینجا فهمیده می شود که رویت بالقلب درین نشأة باشد و تحقیق آنست که رویت بالقلب نیز چنانچه رویت بالبصر موعود است چه رویت انکشاف تام است وتا روح متعلق این بدن است انکشاف تام صورت نمی بندد۔ هرچند بے تعلق گردد لا اقلّ علاقهٔ حیات باقی خواهد ماند اگرچند بصرافت اصلی نماند تعلقے مائی خود باقی است۔ لختے سخن در وحدتِ وجود و اختلاف شیخ علاؤالدوله سمنانی با شیخ محی الدین عربی رضی اللہ عنهما افتاد بر لفظ مبارک راندند که نزاع این دو عزیز را که در اطلاق حق دارند۔ فضلائے که بهردو ایشان معتقد بودند لفظی داشته اند و چنیں تحریر کرده اند که شیخ محی الدین وجود حق را سبحانه مطلق گفته است و شیخ علاؤالدوله ازیں اطلاق مطلق بشرط لا شئے فهمیده طعن و تخطیه کرده است۔ امّا مراد شیخ این نیست۔ بل مراد شیخ ازین اطلاق مطلق لا بشرطِ شئے است و معتقد شیخ علاؤالدوله هم همین است۔ پس نزاع در لفظ است نه در معنے۔ هم درین محل فرمودند رفع نزاع نمی شود تا آنکه شیخ علاؤالدوله قائل نشود که موجودات خارجی جز در علم وجودی ندارند و صورِ علمیه اعتبارات و شیونات ذات است۔ روزے میاں شیخ احمد سرہندی را که از اجلهٔ اصحاب حضرت ایشانند، بسرہند رخصت میکردند ایشاں را مخاطب ساخته در اخفائے نسبت فرمودند که بعد از نماز بامداد تا اشراق بر مصلا به نشینید۔ اما حلقه نکنید و بعد ازاں از علوم دینی دو درس بگوئید لیکن وقت طالب علمی درمیان نباشد و اکثر اوقات تصحیح کتب و مطالعه درپیش داشته باشید و اگر سخن گوئید بطور علما گوئید نه بطور صوفیه و اگر احیاناً بطور صوفیه گفته شود با غلاقے بگوئید که جز مخاطب دیگرے نه فهمد و از انجا چیزے فرا نگیرد که موجبِ ذلت او گردد و مجلس سکوت را منحصر درمیان تهجد و بامداد دارید۔ هم درین محل فرمودند که راه افاده و استفاده جنسیت و مناسبت است نه خوارق و تصرفات مستفید بقدر مناسبتے که بمفید دارد معتقد کمال او می شود و استفاده میکند و بمقدار جنسیّت خوارق و تصرفات او مشاهده میکند۔ بمقدار جنسیّت بداں می گردد مثلاً اگر بر کسے اعتقاد عرفان دارد یا کسی را محبِّ حق سبحانه میداند۔ البته نشأة عرفانی در باطن او پرتوے از نسبت حبی در استعدادش هست۔ اگر ظاهر نباشد پوشیده خواهد بود

ہم برین قیاس از اوصافِ ذمیمہ چنانچہ بُت پرست مثلاً بمقدار مناسبتے کہ دل او را بان سنگ ہست کمالاتِ آن سنگ را می دریابد وجذب منافع از راہِ جنسیّت ازاں سنگ میکند و تاجنسیت و مناسبت بینہمانہ باشد۔ راہ افادہ و استفادہ مسدود است چنانچہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم چنداں تصرفات درکارِ ابوطالب کردند ومعجزات نمودند۔ باوجود آنکہ از ابتدا رطفولیت خوارق ومعجزات آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم را دیدہ بود۔ اما چوں مناسبت مفقود بود فائدہ نداشت۔ چنانچہ کلام مجید بداں ناطق است اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

ومولوی رُومی فرماید ؎

مُوجبِ ایماں نباشد مُعجزات　　　بُوئے جنسیّت کند جذبِ صفات

معجزات از بہرِ قہرِ دُشمن است　　　بُوئے جنسیّت پئے دِل بُردن است

جمعہ سیزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

سعادت حضور بدست آمد۔ چوں ایں فقیر را دیدند تبسّم کناں فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدہ۔ ہم دریں محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابوعبداللہ مروزی ہرجا سخن مشائخ می شنید۔ بہ یکے می گفت کہ این را برائے من بنویس۔ چنانچہ از سخناں ایں طائفہ مجلدی جمع کردہ بود و باخود میداشت۔ روزے برلب آبے طہارت می کرد۔ ناگاہ آں مجلد در آب افتاد۔ وے گوید کہ من ازیں معنے سخت متالم شدم و دریں تالم وتاسف می بودم کہ شبے سہل عبداللہ تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشاں باید کرد۔ نوشتن ہیچ نیست زمانے بریں بگذشت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دراں خواب ظاہر شدند و بمن خطاب کردہ فرمودند کہ باں صدیق یعنی سہل تستری بگوئے کہ سخنانِ ایشاں نوشتن اثرمحبت ایشاں است ومحبتِ ایشان عین مقصود۔ لختے سخن در سماع نغمہ افتاد شخصے ایں مصراع خواند کہ شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ گفتہ۔ مصرعہ

کہ این حظِ نفس است و آں قوتِ رُوح

یعنی دیدنِ حُسن حظِّ نفس وسماعِ نغمہ قوتِ رُوح فرمودہ اند کہ ہر دو از یک عالم است اگر حظِّ نفس است یا قوتِ رُوح در ہر دو مندرج است در فہم قاصر راقم عفی اللہ چناں میرسد کہ گرفتارِ نفس را از ہر دو حظِ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قیدِ نفس را از ہر دو قوتِ رُوح نزد جماعتے کہ سماع نغمہ را سماع گفتہ اند

دوشنبہ شانزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

مجلسِ عالی باریافت۔ شخصے بہ یکے دعوائے داشت ظاہراً از ننگ بحضورِ قاضی نمی رفت فرمودند کہ قاضی نائبِ شرع است ہرگاہ مناقشہ درمیان آید و ایں کس تابعِ شرع است او را ناگزیر پیشِ قاضی باید رفت مناسب ایں معنے حکایت کردند کہ در عہد حضرت امیر المومنین عُمر رضی اللہ عنہ شخصے بحضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دعوے داشت۔ طرفین بحضور حضرت عُمر رضی اللہ عنہ آمدند۔ حضرت عمر بحضرت علی رضی اللہ عنہما گفتند یا اباالحسن بخصم برابر نشین تا قضیّہ شمایاں بشنوم۔ حضرت امیر المومنین علی را کرم اللہ وجہہ ایں سخن گراں آمد گفتند کہ تو بکنیتم خواندی من دعوی خود را پیشِ تو تقریر نمی کنم۔ بایستی گفت یا علی بخصم برابر نشین تا شانی بمن لاحق نمی شد د برابری محقق می گشت۔ ہم دریں محل فرمودند کہ بحضور حضرت مخدوم مولنا خواجگی قدس سرہ دراکمنہ دو کس درمیان ہم دعوٰی داشتند و ایشاں بر آں واقف بودند۔ چوں بقاضی رجوع کردند۔ قاضی از ایشاں شہادت طلبید۔ ایشاں بطرفے کہ حق بُود شہادت نوشتند طرف دیگر گفتند کہ تا ایشاں سوگند نخورند ما ایں شہادت را قبول نمی کنیم۔ ایشاں فرمودند سوگند براستی خوردن مشروع است و در امرِ مشروع چرا توقف روا خواہم داشت۔

دوشنبہ ہفتدہم شہرِ ذی الحجہ سنہ ہزار و نُہ

مجلسِ عالی باریافت۔ ایں فقیر را مخاطب ساختہ فرمودند ہرگاہ شما را می بینم بخاطر میرسد

کہ برائے سخن شنیدن آمدہ اید ہیچ کاری کنید۔ چیزے نیست سعی بکنید کہ کار پیش رود۔ تا از شما این نوع سخنان صادر شود۔ ما خود بصحبت کسے نبودیم۔ این سخنان از کہ شنیدیم ہم درین محل سخن از طریق سلف رضی اللہ عنہم رفت۔ بر لفظ مبارک راندند کہ طریق سلف آں بود کہ اول بہ تزکیۂ نفس و تحصیل مقامات مشغول می شدند۔ چوں موانع قرب الٰہی کہ خواطر و ہواجس است بہ تزکیہ برطرف می شد۔ بقدر تزکیہ نورِ ایمانی قوت می یافت تا بجائے می رسیدند کہ جُز حق سبحانہٗ پیش بصیرتِ ایشاں نمی ماند و جمیع افعال و اوصاف را از وی دیدند و صور و اجسام در رنگ سرابے می نمود۔ مظاہر را مخلوق و معدوم می یافتند و توحید صوری بعضہا را بعد از فرود آمدن حاصل می شد و بعضہا را نہ۔ فرمودند کہ طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم ہماں طریقۂ سلف است لیکن ابتدا بتحصیلِ مقامات مقید نمی شوند و آنہا را کہ از راہ توحید صوری می روند خطر بسیار است ہم درین محل فرمودند۔ می تواند کہ شخصے بحضرتِ حق سُبحانہ اقرب باشد یعنی استہلاک و اضمحلال داشتہ باشد و اکرم نباشد چنانچہ شخصے باشد کہ تحصیلِ مقامات کردہ است و نتیجۂ مقامات را کہ استہلاک و اضمحلال است دریں عالم نیافتہ این اکرم است نزد حق سُبحانہ وکریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ناطق باین است لختے سخن در ولایت و ولایت بالکسر الواؤ و فتحہا رفت۔ فرمودند کہ وَلایت بالفتح قربِ بندہ را گویند کہ بحق سبحانہٗ دارد و بالکسر آں معنی را کہ مُوجبِ قبول خلق می شود و اہلِ عالم بداں میگروند۔ ایں بکونیات تعلق دارد و خوارق و تصرفات داخلِ قسمِ ثانی است۔ شخصے از حاضراں سوال کرد کہ برکاتے کہ بمستعداں میرسد اثر کدام قسم است ازیں قسم۔ فرمودند کہ از ولایت بالفتح است۔ بعد ازین سخن سر استفادہ بیان فرمودند کہ ہرگاہ آئینہ طالب مجازی آئینۂ مرشد می شود۔ ہر چہ در آں آئینہ است بقدر مناسبت پرتوے اندازد ہم درین محل فرمودند کہ می تواند بود کہ شخصے را از ہر دو حظے وافر نصیب باشد و شخصے را یکی حاصل باشد و آں دیگر نباشد۔ یا یکے بیشتر باشد و آن دیگر کمتر و مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وَلایت ایشاں بر وِلایت بالکسر ہمیشہ غالب بودہ است۔ ہم درین محل فرمودند کہ اگر مقتدائے ازیں عالم انتقال می کند وِلایت بکسر و او را بہ یکے از مخلصان خود می گزارد و وَلایت بالفتح را با خود می برد و گاہے بحکم زلتی وِلایت بالکسر را از ولی باز می ستانند۔ چنانچہ

شیخ ابن الفارض می نویسد کہ پیر بقالے بود چوں وقت فوتش رسید بمن وصیت کرد کہ بعد از مردن من جنازہ مرا بر فلاں کوہ نہادہ منتظر باشی کہ شخصے خواہد آمد و بر من نماز گزاردہ با و اقتدا کن ہمچناں کردم۔ شخصے از بالائے آں کوہ در رنگ مرغے بسرعت فرود آمد کہ او را مردم در بازار ہا سیلے میزدند و از پیش دوکان ہائے خود می راندند۔ او بر جنازہ اش شروع در نماز کرد حالانکہ مرغانِ سبز و سفید از زمین تا آسمان پر بستہ بودند و تسبیح می گفتند۔ چون از نماز فارغ شدیم مرغے سبز عظیم الخلقت بیامد و جنازہ آں بقال را فرو برد و بہوا اندر شد و از نظر پوشیدہ گشت۔ من از مشاہدۂ ایں حال سخت متعجب شدم۔ آں مرد گفت چہ جائے تعجب است نشنیدۂ کہ ارواحِ شہداء در جوفِ طیر خضر می باشد و بجانب آں بقال اشارت کرد کہ او ازیں طائفہ است و من ہم ازیں طائفہ بودم اما موجب زلتی کہ از من بوقوع آمد مرا ازاں مقام برآوردہ اند و قبول خلق را از من باز گرفتہ می فرمودند کہ معاملہ برزخ و حشر خوش معاملہ دور و دراز ے است پارۂ تأمل کردہ فرمودند سعادتے برابر بہ ایں نیست کہ کسی را اُنسے بحضرتِ حق سُبحانہ حاصل شود۔ بعد ازاں کہ دوام اُنس حاصل شد ہیچ انتظارے نمی باشد۔ ایضاً می فرمودند سُبحان اللہ آدمی مامور باخلاص و محبت است و خاصیتِ محبت سوختن غیر خود است۔ با ایں ہمہ چندیں تکالیفِ شرعیہ برو نہادہ اند۔ ہم درین محل سخن در علو شان مرتبۂ بندگی و رُتبۂ اہلِ انقیاد و خاصیتِ عبُودیّت و انقیاد و ضعف نفوسِ انسانی افتاد و بنوعی ادا فرمودند کہ تفاصیل آں بہ یاد ناقل نماند۔ ایضاً میفرمودند وجُودِ آدمی ہفت طبقہ است از رُوح و قلب و سِر و غیرہا و ہر علمے کہ طبقۂ اوّل را حاصل شد ہر یک از طبقۂ ثانی و ثالث تا طبقۂ ہفتم بر خودے بندد و لہذا تعدد بایں مراتب در نظر عامہ مخفی است و علمِ ہر یک را جُدا نمی توانند کرد و بر اہلِ کمال آں مراتب واضح و ممیز است و علمِ ہر مرتبہ را جُدا جُدا می دانند۔ ہم درین محل فرمودند کار بائد کرد خواہ مراتب بتفصیل معلوم شود یا نہ۔ روزے حضرت ایشاں در مسجد جماعت گریستند و گریہ در غیر خلوت از آنحضرت کم بظہور می رسید۔ عزیزے از مستفیدان حاضر بود متعجب شدہ از قرب نسبت و عزتے کہ داشت سِرّ ایں گریہ پُرسید فرمودند کہ در نماز رُوح عروجے کرد کہ نہایت برسد ایں معنی میسرش نہ شد باز گشت و در بدن آمدہ چرخے زد و ظاہراً درین صُورت گریہ بجہت دریافت بے نہایتی مطلب یا سِرّے دیگر باشد کہ در ادراکِ نویسندہ نمی آید و ایں بیت اکثر می خواندند ؎

چہ تواں کرد کہ دیوارِ غم افتاد بلند ‌ ‌ ‌ ایں بنائے است کہ آں خانہ برانداز نہاد

یک شنبہ بستم ماہِ شوال سنہ عشر و الف

در سلک باریافتگاں حضرت عالی درآمد۔ سخن در اہل اللہ رفت۔ فرمودند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند۔ عُبّاد و صوفیہ و ملامتیہ۔ اما عُبّاد جماعتے اند کہ بصورتِ عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سُنن بنوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتّٰی کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو نگذارند و از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از عباد باذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد داخلِ صوفیہ گشت و از مرتبہٗ خود برآمد و صوفیہ فرقہ باشند کہ بمواجید و اذواق بہرہ مند ند و خوارق و کرامات خود را از نظرِ خلق می پوشند نظرِ ایشاں در جمیع امور بر حق است سبحانہ و خلق را ظہورِ حق می دانند و دریں فرقہ بالجملہ رعونتے و عنوانے ماندہ است و ملامتیہ طائفہ اند کہ در کسوتِ عوام اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند و اقتصار در ظاہر بر فرائض و سنن مؤکدہ کردہ اند۔ در رعایتِ معنی اخلاص می کوشند و خود را باظہار خوارق علم نمی سازند و ظاہر نمی کنند اتباع و دریں امر بحضرت حق سبحانہ کردہ اند۔ چوں دانستہ اند کہ ایں نشا محلِ ظہور نیست و حضرت حق سبحانہ خود را از نظرِ عامہ پوشیدہ است۔ ایشاں نیز خود را از نظرِ خلق می پوشند و لہذا اکثرے از مردم آنہا را مثلِ خود خیال می کنند و ایں جماعت بالکلیہ از رعونت رستہ اند و رعونتے دریں ہا نماندہ و بہ نہایت مقامِ عبودیت رسیدہ اند و شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ سرِ ایں جماعت حضرتِ رسالت را صلی اللہ علیہ وسلّم داشتہ و از اصحاب حضرت صدیق اکبرؓ و سلمانؓ فارسی را و از مشائخ بایزیدؒ بسطامی و ابوسعیدؒ خراز و ابو المسعودؒ و خودش را اما از دیگران ساکت است نفی آنہا نکردہ و درویش شیخ آنست کہ ہر چہ در کشفش در وقتِ مخصوص آمدہ می نویسد و فرقہ از ملامتیہ کہ خود را بر خلق بعنوان ملامت ظاہر کنند و تکیہ بشریعت کردہ بعضے چیزہا را کہ نظر بظاہر ممنوع است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکہ در سفر روزۂ رمضان را در بازار بخورند تا در نظرِ خلق بے اعتبار باشند۔ آنہا در رتبہ و مرتبہ فرود صوفیہ اند و خلق از نظر آنہا ساقط نشدہ است۔ لختے سخن در نغمہ رفت۔ فرمودند کہ فقہا آنرا مکروہ میدارند و بعضے مشائخ آنرا مباح داشتہ اما مبتدی را اہلِ آن نمیدانند و آں ہائے کہ

کہ بسماع نغمہ قائل اند حکمت درین آنست کہ در وقتِ استماعِ نغمہ طبیعت ساکن و بر جائے خود می باشد۔ لاجرم رُوح در ادراکِ معانی بیشتر می رسد محبوب آنہا معانی است و نغمہ را مثلِ زیور آں می دانند و اِلّا بہ نفسِ نغمہ مبتلا نیستند و در ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء مسطور است کہ از شرائطِ استماعِ نغمہ یکے آنست کہ بر مستمع محبتِ حق سبحانہٗ غالب باید۔ ہم درین محل بندہ درگاہ عرضہ داشت کہ محبّ حق سبحانہٗ را چہ علامت است۔ فرمودند اتّباعِ تمام آں سرور علیہ افضل الصلوات واکمل التحیّات عرضہ کردہ شد کہ می تواند کہ صاحب اِتّباع را مطلب بہشت یا رُستن از عذاب دوزخ باشد۔ فرمودند ایں چنیں کس صاحب اتباع تام نیست و او را از اہل اللہ نمی تواں شمرد۔ اتباع ظاہر ظاہر است و اتباع باطن آنکہ در باطنش جُز حق سُبحانہ مطلبے نباشد۔

جمعہ نوزدہم شہر ربیعُ الاوّل سنہ عشر والف

دولت زمیں بوس رُوئے داد سخن در فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم افتاد۔ بر لفظ مبارک راندند۔ کہ صحابہ کرام ہر چہار علی الترتیب اقطاب مطلق بودند و علت در آنکہ فضائل از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بیشتر منتشر شد آنست کہ در زمان خلافتِ بنو امیہ خوارج بسیار شدند سلف محتاج بیشتر فضائل اہل بیت شدند۔ ازیں جہت فضائلِ ایشان بیشتر در کتب ماند۔ لختے سخن در تصرّف و خوارق افتاد۔ فرمودند کہ خوارق در زمانِ اصحاب ایں قدر نبود کہ بعد ازیں پیدا شد۔ چہ لازم نہایت کمال آن است کہ از دست منتہی تصرّف نمی آید مگر بحکمِ الٰہی و لہٰذا از پیغامبران بنجو است آں ہا ظاہر می شد و از بعضے ہا بمقتضائے وقت کہ کفّار بانکار بر میخاستند معجزہ بہ ظہور میرسید بے تصرّف و خواہش ہم درین محل سخن در انکارِ مشائخ رفت۔ فرمودند کہ اولیاءٔ از کبار محفوظ نیستند۔ اگر از ایشاں چیزے ازیں باب ظاہر شود۔ احوالِ ایشاں را حکم بر بطلان کردن جہالت است۔ ملاحظہ باید کرد کہ منزلِ ایشاں کہ دائم یا اکثر در آنند کدام است۔ درین میان احیاناً اگر بحکمِ بشریت چیزے صادر شود ایشان را دران معذور باید داشت ہم درین محل فرمودند کہ اکثر مشائخ را در حین حیات مردم زندیق گفتہ اند۔ چنانچہ ذوالنّون مصری را امّا ذوالنّون را بعد از موت قبول پیدا آمد چہ از دنیا منزّہ بود۔ اگر

در دنیا مے بود یعنی بادشاہ یا وزیر بادشاہ ہے ہیچ کس باوجود آں انکار کہ در حین حیاتش می کردند قبول نمی کرد و بعد از موت ہم از طعن مردم خلاص نمی شد و ایں ہمہ اختلاف کہ در اصحاب ماندہ علتش ہماں است کہ بجہت منصب خلافت در دنیا بودند و الّا چندے از اصحاب کہ کوہ ہا گرفتہ بودند و بوضع فقیر زندگانی کردہ اند ہیچ کس از آنہا سخن نمی گوید و سخن از اصحاب گفتن داخل دین وایمان ہم نیست۔ بسیارے از مومناں باشند کہ بجز خدا و رسول را نمی دانند و در ایمان آں ہیچ شبہ نہ۔

جمعہ دوم جمادی الاولیٰ سنہ مذکور

بمجلس عالی باریافت محرر سطور بحکم بعضے ضروراتِ شرعیہ استرخاص سفر کرد۔ پرسیدند کجا میروی نظر بہ بازماندگی و پست ہمتی خود کہ از دولت قرب دوری میگزیدم و از مجالس اُنس جدائے می جستم بلب ادب و زبان حسرت عرضہ کردہ شد کہ دربلا۔ انواع شفقت و مہربانی فرمودند کلمہ چند بیکے از اہلِ دنیا کہ در اقران خود بخوب کرداری موصوف بُود در سفارش ایں ہرزہ گرد وادی ندامت نوشتند۔ مدتے در بعد مکانی و مہاجرت صوری آں دولتِ صوری و معنوی باقسام محنت و ندامت بسر بردم۔ دریں مدت عرائض عبودیت آمیز و احوالِ دل بلا ستیز خود مرقوم قلم نیازمندی رقم می ساختم و بنظر حاضران مجلس گرامی می مدامد و بمطالعہ باریافتگاں حضرت عالی شرف می یافت روزے عنائت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کہ بامضامین حقائق آمیز و کلمات نصائح انگیز نسخہ سعادت را عنوانے بود رسید۔ برظہر آں مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرتِ ایشاں بنظرِ تعطش اثر در آمد و حالتے بخشید کہ از حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است۔ مجملے از ذوق آں دریں مصراع یافتہ میشنود مصراع نہادم۔

رُوئے بر رُوئے وے د از خویشتن رفتم

و آں کلماتِ حقائق آیات این است۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ ہر چہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگانِ مخدومی مندرج است۔ زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و فوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت

ثمرہ بمقتضائے آن زندگانی می باید کرد۔ دریغ کہ این عاجز گرفتار را قوتِ کار نماندہ و گر نہ بتوفیق اللہ درین دو روزہ عمرِ دیوانہ وار ماتم باز ماندگی خود میداشت و زندگانی فدائے این راہ می کرد۔ حق تعالیٰ درین اُفتادگی نیز در دے و آشوبے کرامت فرماید کہ کارِ دو جہان خود را در قبضۂ اقتدارِ او نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیابم آمین یارب العالمین۔ امید ازاں برادر آنست کہ روئے بر خاک بنہد و از برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہد کہ دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ اِجَابَۃً آمدہ است و الدعا بر دیدوراں حقائق و اہلِ مذاق ایں طائفہ روشن و پیداست کہ چہ قدر فنا و تعطش و انخفاء و بے تعلقی و مجرد روی و اسقاط وجود و رضامندی این کلمات مفہوم میشود ؎ آشنا داند کہ این بیگانہ نیست۔

شنبہ یکم صفر سنہ اثنیٰ عشر و الف

سعادت حضور مشرّف شد بر لفظ مبارک راندند کہ تا کجا رفتی و چوں بودی و چہ آوردی۔ جواب ایں کلمات اگرچہ بر زبان قال چنیں بود کہ تا بسر حد ضلالت رفتم و در تفرقہ بودم و ندامت آوردم اما از ہیبت آن مقام بزبانِ حال ندامت منوال اکتفا رفت و جُز خاموشی جوابے دیگر دلپذیر روئے نداد و مع ذلک در حضور آں بینای خفایا و دانائے ضمائر زبانِ حال را گویاتر از لسان قال دانستہ تحصیل حاصل نہ کردم۔ از نظارۂ آں جمال و مطالعۂ شکستہ زنگی و اضمحلال و انعکاس اشعہ انوار ذات کہ بر آئینہ پیشانی آں مظہرِ اسمأ و صفات می تافت دیدہ ہوشمندی را خیرگی دستور شد و گریہ شادمانی در جوشش آمد۔ خود را از حضور عالی بگوشہ کشیدم و سیلاب دیدۂ مفارقت دیدہ را سر دادم۔ بحدے کہ اگر یاران بمنع و زجر باز نمی داشتند بساحل صبر آشنا شدن دور می نمود ؎

گر کام دل بگریہ میسّر شود ز دوست صد سال می تواں بہ تمنّا گریستن

للہ الحمد و المنۃ کہ آں گریہ قدری ارزنگ غفلت را کہ بر آئینہ استعداد ایں گرفتار مضیق تعلقات کہ در ایامِ مہاجرت نشستہ بود یک نوع شست و شوی داد و تیرگی صحبت اضداد و غبارِ ہم نشینی ایں دیوِ خر و فریب کہ عبارت از نفسِ امّارہ است۔ چوں قدرے فرو نشست خاطر نگران مجالست

صوری و استماع سخناں گرانمایہ شد۔ امّا ازاں جاکہ حضرت ایشاں باشاراتِ غیبیہ دریافتہ بودند کہ در بر
رُخِ خلق بستہ میباید بود چہ جائے ایں فقیر کہ اکثرے از مخلصان خواہاں ایں معنی بودند کہ بدستور
سابق در آں حضرت تنگ بار گنجائش میداشتہ باشند صورت نمی بست لاجرم از کلماتِ حقائق آیات
بیواسطہ کم استماع افتاد و بعضے ازاں اشارات غیبیہ کہ باعث وضع و تجرد و مقتضی کم توجہی بامر ارشاد
و عدم پرسش احوال مسترشدان شد ایں است کہ بنقلِ صحیح و روایاتِ ثقات مسطور مے گردد۔ حضرت
ایشاں واقعہ نسبت بخود دیدند کہ آخر آں ایں عبارت بود فَبَقِیْتَ وَحِیْدًا طَرِیْدًا فَرِیْدًا
وہم چنیں از وقائع دیگر روشن شد کہ منتسبان خود را بہر جائے و بہر وضعے مقرر باید فرمود از روئے شفقت
بتاکید فرمودند کہ چوں فرمان و مرضی در ترک مشیخت است یاراں ما را منصدی تربیت خود ندانند و ہر جا
خواہند در طلب مقصود پویند مگر سہ چہار نفر کہ دریں تکلیف داخل نبودند۔ ازیں معنی چوں دلہائے امیدواران
بغایت شکستہ شد از انجا کہ وسعت کرم و مہربانی حضرت ایشان بود فرمودند کہ امر نمی کنم کہ البتہ بروند مقصود
ازیں گفتن ابرائے ذمۂ خود است چہ بعضے ترک تدریس و بعضے ترک تحصیل و بعضے ترک روزگار کردہ
کردہ بمحنت و شدائد فقر قرار دادہ بودند و در ایام ترک تصرف بیکی از مخلصان توجہے فرمودہ بودند۔
آخر ظاہر شد کہ مرضی اللہ نبودہ است متفکر شدند کہ مبادا ایں معنی از راہِ لطفِ الٰہی نباشد۔ بعد از دو سہ
روز چوں محقق شد کہ سرہا و عنایات دراں مندرج بود ازاں تفکر بر آمدند و در جمیع جزئیات از خوردن و
پوشیدن قولاً و فعلاً ہمچوں برگ گلے کہ بر رہگذر باشد از خلاف مرضی لرزاں و بر جادۂ رضا و تسلیم ہمچو کوہ مستقیم
مے بودند و ایں معنی در قرب ایام رحلت قوی تر شدہ بود و پیش از ارتحال بچند گاہ فرمودند کہ چناں دیدہ شد
کہ کس کلانے از سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ فوت نخواہد شد۔ بعد ازیں واقعہ بخاطر شریف رسید کہ جائے در
نواحی شہر دہلی باید اختیار کرد و ترک اختلاط خلق نمود چوں عمر رسد ہمانجا مدفون شد۔ دریں باب بعضے از
مخلصان را استخارہا فرمودند۔ چوں اجازت بر انصرام آں ارادہ فہم نشد ترک آں ارادہ فرمودند۔ و
ازیں صریح تر واقعہ دیدند کہ مضمونش ایں بود کہ برای غرضی کہ شما را آوردہ بودند تمام شد الحال سفر
باید کرد و نزدیک ایام ارتحال فرمودند کہ طرفہ خوابے دیدہ شد۔ می گویند کہ قطبِ زمان مرد دریں حین
من قصیدہ غرّا بغایت خوبی در مرثیہ خود می خوانم و تعریضات عالی دراں مندرج است۔ ہم دریں
محل یا وقت دیگر بیکے از محرمان بتقریبی فرمودند کہ قطبِ زمان دیگر است امّا بعضے از صفاتِ کاملہ

ندارد و ما بصفات ممداوئیم۔ الحق صفات حضرت ایشاں باتفاق ہمہ آشنایان خصوصاً یارانے کہ اکثر
در ملازمت عالی بودند و در ایامِ سابق مطالعہ آں نسخہ کمالات کردہ بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر
ازاں دریں وقت از کسی متصور نباشد ؎

بود آئینۂ کہ عکس خورشید وجود جاوید درو بصورتِ اصل نمود

عزیزے در ایام کم توجہی ہائے حضرتِ ایشاں بامر ارشاد پرسیدہ کہ باعث برِ اختیارِ ایں وضع
تجرد چیست۔ فرمودند مارا مقامے می نمایند۔ چند گاہی اِنتظار رسیدن بہ آں مقام است۔ بعد ازاں فوائد
بیاران بیشتر خواہد رسید والحال ہم آنانکہ بما متوجہ اند حضور و غیبت ما نسبت بایشاں یکسان است
بکار خود باشند۔ غیبت و عدم پرسش ما منافی ترقیات ایشاں نیست لیکن آنکہ ما شیخ و مرشد باشیم و
باختیار ما شود از میان برخاستہ است۔ باز آں عزیز پرسید کہ لوازم و آثار آں چیست و وقت رسیدن
بآں چند فرمودند۔ وقت آں بعد از انکہ عمر ما بہ چہل سال برسد و لوازم آنکہ ہر کہ ببیند سجدہ کند۔ چون
سن شریف حضرت ایشاں بہ چہل رسید رخت اقامت ازیں سرائے فانی بستند و بدار الملک
باقی خرامش فرمودند ؎

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

برغم بعضے از مخلصان تعبیر ایں واقعہ سخن حضرت ایشان است کہ قریب بایامِ رحلت
می فرمودند کہ دریں ایام مارا از جمیع سلاسل رخصت ہا شد و ہر کس از مسلمانان ہر جا باشد بارشادات
کریمہ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْهًا از ما فائدہ بہ وے میرسد خواہ
داند یا نداند واللہ اعلم

بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری

باوجود بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند۔ تپے نیز لاحق شد و ایں
مرض آخر بود ہم دریں مرض می فرمودند کہ حضرت خواجۂ احرار قدس سرہ بخواب آمدند و عنایت
بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید۔ ایں واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و فرمودند

اگر زندہ مانیم ہمچنیں بکنیم و الّا کفن ہم پیراہنی است وقبل ایں مرض روزے بیکے از ازواج طاہرات فرمودند کہ چوں عمرِ من چہل سال برسد مرا واقعۂ عظیم پیش آید و برائے تفہیم وے نزدیک بطریق طیبت آمدہ کف دست خود را نمودند و فرمودند کہ ایں خطے کہ در دستِ من است علامت آنست اہلِ خانہ باستماع ایں خبر بنیاد وحشت وحشتی کردند۔

فرمودند کہ چہل سال اندک نیست کسی تا چہل سال زندگانی بکند کم است۔ باز برائے تسلی خاطر آں مردم فرمودند کہ آں خطرا وصل ہم کردہ اند و عادت شریف حضرت ایشاں آں بود کہ ہرگاہ سخنے از عالم کشف یا خارق عادت می فرمودند بخود نسبت نمی کردند البتہ حوالہ بچیزے می فرمودند۔ چنانچہ در فصل آخر مثال ہا نمودہ آید۔ انشاءاللہ تعالیٰ وقبل ازیں مرض بیک ہفتہ صریح تر ازیں از انتقال خود خبر دادہ بودند و آنچناں بود کہ ولی نعمت ظاہر کہ درعالمِ اسباب حق سبحانہ مفاتیح ارزاق جمعے کثیر از بندہ ہائے خود را بدست وے دادہ و اورا بحسب ونسب از سیادت وسخاوت بہرہ مند گردانیدہ لَا زَالَ فِي الْعِزِّ وَالْمَجْدِ كَاسْمِهٖ فَرِيْدًا طلب حضور جماعتے کردہ بود و داعی نیز داخل آں جماعت است۔ عزیزے از قبل محرر عرضہ کرد کہ او را العلت مطالبہ بہ لشکر باید رفت فرمودند۔ چند روز جائے نرود کہ آخر ہائے بازار ماست و ظاہر اکار ما بآخر رسیدہ است و از ما امیدوار منافع باشد و ایں منع باوجود آں قدر بے توجہی در باب مسترشداں داشتن خالی از غرابتے نہ بود۔

شنبہ ہفدہم جمادی الاخرہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری

بطفیل صحبت حضرت مخدومی ملاذی حاجی شیخ عبدالحق سلمہم اللہ بمجلس عالی باریافت۔ فرمودند کہ شب گذشتہ اوضاع بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسید و تا نیم شب ایں چنیں بود۔ اما بعنایت آخر آرامے حاصل شد۔ اگر مردن عبارت ازیں است چہ نعمتی بودہ است کہ از آں حال بر آمدن خوش نمی آمد و ہم دریں بیماری وصیتے کہ کردند ایں بود کہ در ملکیت یک دو کتاب شبہ گونہ بود۔ فرمودند کہ آنہا را بصاحب شان بفرستند۔ ہر چند بہ ہبہ شرعی آنہا مقبوض و مملوک بودند و میراثی کہ از حضرت ایشاں ماند از نقود یک روپیہ و از اجناس چند کتابے و اسپے و فرشی

وطریقہ کہ در مسترشدان معمول است ؎

گرجان من اندر سر و کار تو شود　　　مہر تو بمیراث دہم خویشان را

شام پنجشنبہ بست وسوم ماہِ مذکور

خیلگی صبح وخورم بُودند چنانچہ عصائے بدست گرفتہ بپائی فلک فرسائے خود از جائے کہ بودند بجائ دیگر تشریف بُردند وبفرح و شادمانی درخانہ کہ مشرف بہ دریا بود وہوائے مخالف درو سرایت داشت نشستند و نماز شام را بہ ایما گزاردند و پوشش ہاکہ ہمیشہ در ایام بیماری می بود کم کردند و مثنوی مولوی معنوی بآواز بلند می خواندند و باخود زمزمہ داشتند مخلصانے کہ بہ تعہد خدمت وتیمارداری مخصوص بودند از مشاہدہ ایں حال متحیّر بودند۔ بعضے از حاضران از غوامض علوم تحقیق می نمودند شخصے از حاضران پُرسید کہ آنچہ در قرآن مجید امر بایمان بہ غیب آوردن شدہ ایں معنی نسبت بہ عامہ مسلمین خواہد بود نہ بہ اہلِ مشاہدہ یعنی اینہا ایمان بہ مشہود دارند۔ فرمودند کہ نہ چنیں است۔ بل امر بایمان غیب نسبت بعوام وخواص است۔ بیت

ہر چہ نزد تو بیش ازاں رہ نیست　　　غایت فہم تست واللہ نیست

پاسے اخیر از شب جمعہ ماندہ بود کہ دل حضرتِ ایشاں ضعف کرد وبیخود شدند بعد از اندک فرصت بافاقتی کہ متضمن بشاشت وجہ بود بہ کمال قرار وآرام باز آمدند وچشمانِ مبارک وا کردند وتکلم ازیں وقت تا قبیل وصال نفرمودند۔ دریں اوقات سکوت کہ ہمگی آں دوازدہ پہر بود۔ ہر چند ادویہ مخالف طبع شریفت می مالیدند اصلاً بچین ابروئے متعرض نشدند ہمانا اثبات حال رضا مرعی میداشتند۔ چہ قبیل ایں حالت سکوت مخلصے بطریق دلسوزی گفت سبحان اللہ چندیں امراض سابق ولاحق بس نبود کہ سوزش درون ہم براں افزود بزجر منعش کردند۔ فرمودند حق سبحانہ مالکِ ملکِ خود است۔ در ملکِ خود ہرگونہ تصرفے کہ میخواہد میکند دیگری را دم زدن نمی رسد وتا ہنگامِ رحلت از آرام وقرارے کہ داشتند متغیّر نشدند۔ اِلّا از آوردن طبیب ہندو کہ آزار رُوحانی راہ یافت وصورت کراہتے ظاہر کردند وچینے برآبروے

مبارک پیدا آمد و رُوئے از جانب طبیب گردانیدند خدمت خواجہ حسام الدین احمد عرض کردند کہ برضائے والدہ حضرت ایشاں ایں گستاخی کردہ شد و الّا مشرب عالی معلوم است کہ بآوردن طبیب ہند و راضی نیستند باز استماع ایں سخن چین ابرو فراہم آمد و برضی والدہ راضی شدند۔ دریں وقت یکی از مخلصان بتقریبے نام اللہ العالمین گفت۔ بسرعت جانب وے دیدند و سر مبارک را کہ بہ یک قرار گزاشتہ بودند گردانیدند۔ یکی از حاضران گفت دیدید کہ باستماع نام محبوب چہ بشوق تحرک فرمودند۔ ازیں سخن آب در چشمِ حقائق بین گردانیدند امّا بیرون نہ آمد۔

شنبہ بست و پنجم ماہ جمادی الثانیہ سنہ اثنے عشر و الف

سعادت حضور حاصل شد دایں وقت احتضار حضرت ایشاں بود از مخلصان ہر کہ مے آمد لحظہ بجانب وے میدیدند بصرف نظر با اغماض عین رخصتش می کردند۔ چوں جامع مسودہ بہ نظر مبارک در آمد خیلگی متوجہ شدند و صرف نظر مدتے بجانب دیگر نکردند۔ بخلافِ عادت مکرر مکرر بچشم شفقت و مرحمت نگریستند۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ بَرَكَاتِ حُجَّةِ الْاِسْلَامِ حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمدی گریستند۔ بنظرہائے کہ متضمن وداع باشد بجانب ایشاں نگریستند و نظراتِ شفقت و مرحمت بر تفقد حال خیر مآل ایشاں کردند و بر رُوئے حضرت ایشاں تبسمے و تعجبے چنانچہ عادت شریف دریں امور بود ظاہر می شد یعنے عجب از شما کہ خود را در دائرۂ درویشاں می گیرید و طفلان وار دریں معاملہ گریہ می کنید و بعنایت و مرحمت تمام انگشتان دست مبارک در انگشتان ایشاں درہم زدہ خیلے وقت منعقد داشتند و دست بر سر و روے ایشاں کشیدند و در وقت بیماری اخیر ہیچ کدام از اصحاب کرام ورائے ایشاں بحضور عالی نبود۔ اگرچہ خدمت میاں شیخ الہ داد نزدیک بودند لیکن از ضعف و بیماری کہ شیخ مذکور را از مشاہدہ ضعف ایشاں طاری شدہ بود دریں مدت نتوانستند مجلس عالی حاضر شد۔ شب و روز در ملازمت حضرت ایشاں خصوصاً در ایام بیماری بغیر از ایشاں کسے نبود۔ القصہ چوں جا تنگ بود و یاران بنوبت می آمدند۔ باشارت اعزہ کہ آنجا حاضر بودند بیرون آمدم حق سبحانہ بطفیل آں نظرات و بحرمت صفائی آں اوقات ایں آوارہ وادی

ناکامی و بازیچہ طبیعت و خامی را از سوئے خاتمہ نگاہدارد و این زلات وجرائم راکہ از ہم نشینی این اژدہائے خانہ پرور و غول نخرد و فریب کہ نفس و شیطان سر بر میزند سد راہ وصول بگردانا د بمنہ وجودہ ۔ تمامی قصہ آنکہ پاسے از روز شنبہ باقی ماندہ بود کہ بذکر اسم ذات بطریق جہر مشغول شدند بعد از دو سہ گھڑی بہمیں شیمہ کریمہ بجوار رحمتِ حق پیوستند و بعالم قدس تمکن فرمودند مثنوی

درین صندل سرائے آبنوسی ۔۔۔ گہے ماتم بود گاہے عروسی

چو بہرِ شادی و غم جائے رو بند ۔۔۔ بجائے سر بجائے پائے کو بند

رُباعی

کہ گفت کہ آن مایۂ امید بمرد ۔۔۔ کہ گفت کہ آن دولتِ جاوید بمرد

آن دشمن خورشید بر آمد بر بام ۔۔۔ پوشید دو چشم و گفت خورشید بمرد

اکنون اندکے از اطوار حضرتِ ایشان نسبت بعموم خلائق و تربیت مسترشدان در دو فصل بوجہ اختصار تمام کنم ۔

فصل اوّل در بیان بعضے از اطوار حضرتِ ایشان

طریقہ حضرتِ ایشان بخلق اللہ این بود کہ ہر گاہ شخصے بملازمت گرامی می آمد خود را بطور او می گذاشتند و باندازۂ عزت او بذل جاہ می فرمودند و تعظیم علماء و سادات بسیار می کردند و اکثر ساکت می بودند مگر برائے استمالت خاطر زائر نادر بر او سخن ئے بہمان قدر کہ در معرض جواب کافی می بود تکلم می فرمودند مگر وقتیکہ سخن در تصوف و وحدت وجود و محل اختلاف می افتاد خیلگی منقح می کردند چہ آن محال مغلطہ افہام است تاکسی کج نہ فہمد و مخالف مذہب صحیح فرا نگیرد و اگر از اہل عرف و تکلیف می بود دو سہ کلمہ عرفی بے تکلف بر لفظ مے آوردند و بنوعے تازہ روئے بوسے می کردند کہ ہیچ گونہ تکلفے یا کراہتے مفہوم نمی شد و در آنحضرت ہرگز سخن دنیا یا ارباب دنیا یا اخبار عالم مذکور نمی شد مگر کہ حاجت مندی ہنگام عرض حاجت خود چیزے از این مقولہ می گفت یا امرے از امور دینی بآن متعلق می بود و

حتی الامکان در انجاح مهمات مسلمانان خود را معاف نمی داشتند و بفعل و قول حاجات حاجتمندان را روا می کردند و از حضرت ایشان هرگز سخنے که دلالت بر وجودِ قدرت کند ازیں جماعه کسی نشنیده مگر وقتے یکے از مخلصان که بظاهر در شغولیها مبالغه نداشت و جمعے از اصحاب طعنِ وے می کردند بشکستگی و حسرت از کمِ توفیقی خود و طعنِ یاران بعرض رسانید فرمودند هر طور میخواهی باش و از کدورت هستی طاعنان و نورانیت مرحومی آں مخلص فرمودند بخاطر میرسد که متوجه شده به کمترین ساعتے ایں شخص را بمرتبهٔ بلند رسانیده شود اما ضعف فرصت نمی دهد و هرگز ایں چنیں سخنی از ابتدا تا انتها کسے از حضرت ایشاں که تمام غرق دریائے فنا و نیستی بودند نشنیده در وقتے بیکے از اخص خواص بنابر حکمتے از بحر وجود حضرت حق سبحانه قطره می یابم و به همان تعین زندگانی می کنم و در خلا و ملا در دوام آگاهی و حضور و شهود حق می بودند و اگر مکروهے شرعی از کسے می دیدند بشدت امر معروف نمی کردند و احیاناً چوں ضرور می شد به کنایت یا به تمثیل بنوعے می فرمودند که دلنشین وے مے شد و سبب بر نا کردن امر معروف آں بود که خود را از سائر ناس می دانستند و می فرمودند که امر معروف بر علماء و اهل احتساب است. روزے یکے از ازواج مطهره نسبت بحضرت ایشاں بے ادبی کرده بود بارباب علم فرمودند که مسئله تحقیق کنید اگر در ایمان وے به هتک حرمت ما فتورے رفته باشد تجدید نکاح کنم. شخصے عرضه کرد که اگر بعلما کسے ایں چنیں بے ادبی کند حکمش چنیں است فرمودند ما داخل علما نیستیم. در کتاب ببینید که اگر مومنے هتک حرمت مومنے بکند چه لازم می شود و حکم آں چیست و سرمو از جادهٔ مستقیم و طریق قویم شریعت تجاوز نمی کردند و عمل بر روایات مفتی به می نمودند و از اموریکه مظان شبهتے دراں گنجائش می داشت بقول و فعل اجتناب می کردند و آں قدر نظرهائے دقیق دریں باب داشتند که عقل حیران می شد. مثلاً اگر کارے می کردند و دراں کار رعایت حقوق شرعیه کما ینبغی می نمودند گاهے اطلاع بر اسرار آں عمل نمی شد بعد از آنکه کشفِ حقیقت آں اتفاق مے افتاد ظاهر می شد که نهایت مرتبه رعایت تا همیں قدر است و ایں چنیں می بایست مثلاً روزے نشسته بودند. وقت نماز در رسید مصلاّ طلب داشتند شخصے از حاضراں کمربند خود را پیش آورد. فرمودند که بر جامهٔ شما نماز گزاردن از ادب دور است بر زمین او افگندند و جامهٔ او را نه انداختند. عاقبت ظاهر شد که ایں شخص بعد از اتمام وضو نشف رطوبتے از اعضائے مغتسله خود بآں جامه نموده بود و اگر کسے در

ملازمت حضرت ایشاں تخفیف مسلمانے می کرد چہ جائے غیبت بمجرد آنکہ ایں معنی از وے می فہمیدند تعریف و توصیف آں مسلمان بنیاد می کردند۔ چنانچہ آں کس نیز از ارادہ تخفیف برآمدہ در توصیف مقوی حضرت ایشاں می شد از شخصے انواع افعالِ قبیحہ صادر شدہ بود۔ چنانچہ پدر و جدش محضرے بر وجوب قتلِ وے نوشتہ بودند لیکن قاضی حکم بقتل نکردہ بود۔ عزیزے قبائح وے را بہ تعجب و تعیب بحضور حضرتِ ایشاں نقل کرد۔ انواع شفقت و مرحمت بے ہیچ تعجبے دربارہ وے فرمودند۔ ناقل را از مشاہدۂ ایں حال وجدے درگرفت کہ سبحان اللہ حضرت ایشاں مخلوق و مقیّد اند۔ ہرگاہ از حضرت ایشاں ایں ہمہ شفقت و مرحمت ظہور می کند۔ حق سبحانہ کہ ارحم الراحمین است وسعت رحمت او تا بچہ حد خواہد بود و از غلبۂ ایں نظر خندہ و عرض نمود کہ ازیں جا معلوم شد کہ گناہے پیدا نخواہد شد کہ کسی مستحق دوزخ گردد۔ بآں عزیز خطاب کردہ فرمودند شما مردم عزیزید۔ شما را قبائح وے در تعجب می آرد ما کہ او را در تقابل نفس خود پنداریم جائے تعجب نیست۔ شخصے نقل کرد کہ صوفیان حضرت ایشاں کار کم می کنند۔ و مشقت در مشغولی ندارند۔ فرمودند بیچارہا چہ کشند۔ ما ہم ہیچ مشقتے دریں امر نکردہ ایم۔ چنانچہ ما مفت یافتہ ایم اینہا ہم میخواہند مفت یابند۔ اگر از مریدے امر قبیحے مشاہدہ می کردند یا می شنیدند تہمت بر خود می بستند و می فرمودند کہ اثر بد صفتی ہائے ماست۔ ہرگاہ در ما بد بہا باشد ایں فقیراں چہ کنند۔ ہرچہ در ماست در ایشاں پرتو می اندازد۔ وقتے میاں شیخ تاج کہ از خلفائے حضرت ایشاں اند و در سنبھل توطن داشتند در باب یکے از سنبھلیان کہ خالی از جذبہ و جذبی نبود شکایت گونہ نوشتند کہ اہل سنبھل از مشاہدہ احوال و اوضاع وے زبانِ طعن درازمی کنند۔ حضرت ایشاں در جواب عریضہ میاں شیخ تاج چنیں نوشتند کہ دماغ خشکی شما را کہ در باب شیخ ابابکر نمودہ بود خواندیم۔ ایں نوع چیز ہا منافی مقامِ شفقت دکار شناسی نیست۔ اولیا از کبائر محفوظ نیستند۔ نامرادِ بیچارہ کہ روزے چند سلوک طریق تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم شد تا خلاف چشم داشت از وظاہر نشود خصوصاً کہ در اصل دیوانہ و منحرف العقل باشد استقامت صفات از و نباید چشم داشت اگرچہ بولایت برسد خدا داند کہ دراں وقت چہ نامعقول معقول او شدہ باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیدہ باشد کارخانہ دیوانہا دیگر است نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است۔ بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور می باید داشت و نظر بر فاعلِ حقیقی می باید گماشت بل معیت وجود را باید دید۔ ادب شناخت

این است نفوس مختلف اند بعضے آمّارہ بعضے مطمئنّہ و بعضے درمیان کہ لوّامہ میگویند آں ہم اگر ذوی العقول باشند مطمئنّہ نفوس اولیاست۔ ارباب نفوس امّارہ را نیز معذور می باید داشت بل بنظر لطف دید در ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل بکار باید برد طعن اہل تسہل را نیز انکار نمی باید کرد بل بہ نظر رحم در ایشاں باید دید کہ از استقامت عقل بر آمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ۔ اگر عاجزے یک گناہ بکند حکم بر بطلان او چرا کنند و مجموع امور را بر تلبیس چرا حکم فرمایند۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ ملامت اولیاست ما خود در ظہور ایں امور طریقے دیگر داریم۔ ہر گاہ ملامتے میرسد در خود می نگریم۔ و یک بد صفتے در خود می یابیم و ایں اشارت را موعظۂ غیبی میدانیم۔ چنانچہ دریں مادہ نیز در خود نفاق ہا و تلبیسات یافتیم و التجا بحضرت کرم او بردیم اِنشاء اللّٰہ مرتفع شود۔ بارے بگوئید کہ از ملامت سنبھلان چہ ضرر لاحق خواہد شد عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ بو طرف خواہد شد یا ردّ درگاہِ الٰہی خواہد شد چہ خواہد شد ؎ معشوق ترا و بر سر عالم خاک ؛ انتہیٰ کلامہ قدس سرہٗ

روزے عزیزے از مخلصان شکایت حال خود را در ملازمت حضرت ایشاں برد کہ مرا حالی پیش آمدہ ہر چند می دانم کہ دیگراں بہ ازیں احوال دارند ولیکن نفس من بداں مغرور شدہ است باوجود آنکہ استغفار می کنم۔ آں عجب و غرور از من نمیرود۔ یکے از صوفیاں در ملازمت عالی نشستہ بود فرمودند ایں مرد نیز بطور شما گرفتار ہمیں حال است از وے علاجی بپرسید آں عزیز عرضہ کرد کہ ما ہر دو بیمار علاجے کہ ایشاں بمن خواہند کرد بہ خواہد بود۔ فرمودند شما ہر دو مردم عزیزید حاصل ہا دارید لاجرم چیز ہا در خود مے بینید ما کہ ہیچ نداریم ہیچ نمی بینیم۔ بچہ چیز ما را عجب شود آں عزیز گوید کہ از استماع ایں سخن نزدیک بود کہ تار و پود ہستی من از ہم بگسلد تا بعجب و خود بینی چہ رسد۔ دیگر ہر گز گرفتار ازاں گونہ عجب نشدم ؎

ساقیاں لعبہ او چوں شراب اندر دہند

ہوش گوید گوش را ہاں ساعتے ہی کن ساغری

روزے یکے از متفقہاں بے خبر کہ خود بمشروعات مقید نبود بر حضرت ایشاں زبان اعتراض دراز کرد۔ بعضے دخل ہائے ناحساب و بیجا بر اوضاع و لباس مرضیہ می کرد و حضرت ایشاں تحسینش می کردند و می فرمودند کہ مثل شما در عالم کم کسے یافتہ می شود۔ می باید کسے شما را ہمیشہ با خود می داشتہ باشد چہ خوب کسی بودہ آید۔ دریں مدت ما را بمثل شما کسے ملاقات نشدہ ہر چہ تو اضع می کردند۔ او در

اعتراضات قوی تر شد اصلاً بوے اظہار گرانی نہ کردند و کج خلقی کار نفرمودند با وجود وے ریش تراشی بود و مروے نبود کہ در ہیچ فرقہ اعتبارے داشتہ باشد۔ عزیزے از دانشوران عہد بوے گفت۔ کہ اے از خدا بیخبر توچہ دانی کہ علم شرائع چیست برو یکتاب رجوع کن یعنی ہرگز از اولیا خلاف کتاب نباید خصوصاً از مثل حضرت ایشاں کہ از ارباب صحواند نہ اصحاب سکر۔ فرمودند دریں جزو زماں وجود ایں چنیں مردم غنیمت است ہم دریں محل طعامے درمیان آمد۔ اورا با خود شریک کردند و انواع شفقت و مہربانی فرمودند چوں بتمام خالی شدند اعتراضات ویرا از روئے کتاب ہائے مفتی بہ جواب فرمودند بعد ازاں تا امر ونز آں متفقہ پیدا نشد گویند از شہر برآمد وروش حضرت ایشاں شب ہا در ایام تخفیف امراض مزمنہ کہ خادمان اوراصحت می نامیدند ایں بود کہ بعد از نماز خفتن کہ از مسجد تشریف مے بردند قدرے مراقب می نشستند۔ چوں ضعف اعضا بیشتر می شد پائے دراز می کردند وہمیں کہ چشم بخواب گرم می شد و خادمان درخواب می شدند برمی خاستند و بمتوضا می رفتند و تجدید وضو می ساختند و شکر وضو می گزارند و می نشستند بازچوں اعضا ضعف کردے دراز می شدند۔ ہم چنیں پنج مرتبہ گاہے شش مرتبہ می شدند و تجدید وضو کردہ بخواب نمی رفتند و احتیاط بلیغ می کردند کہ از خادمان کسے بیدار نشود و شب ہا با وجود آنکہ دو خانہ داشتند بیرون می بودند و اگر میل غسلے پیدا می شد درخانہ کہ نوبت آں می بود می درآمدند وہماں جا غسل کردہ بیرون تشریف می آوردند و خواب می کردند و اہل خانہائے حضرت ایشاں حقوق خود را بتمام حتے قسم نیز بخشیدہ بودند۔ با وجود آں قدر رعایت قسم می کردند کہ سر موئے فروگذاشت نمی شد۔ چنانچہ در ایام غلبہ ضعف و بیماری نیز از خانہ کہ بخانہ یکے از ازواج قریب مسافت داشت بخانہ دیگر آمدند کہ مسافت ہر دو خانہ از انجا برابر است و آں خانہ وسط حقیقی است و درجائیکہ شب می بودند سنت نماز فجر را درہمانجا گزاردہ بمسجد جماعت تشریف می آوردند و در اوقات دیگر ورائے نماز شام بعد از وضو شکر وضو گزاردہ بمسجد مے آمدند و اکثرے از ارباب حاجات دریں راہ عرض مہمات خود می کردند۔ قدرے می ایستادند و حاجات ہر کدام را می شنیدند۔ و بہر کس جوابے شافی بمہربانی می گفتند۔ آں گاہ بمسجد مے درآمدند اگر در وقت اتساعی می بود تحیۃ مسجد نیز ادا می کردند والا بر فرائض و سنن مؤکدہ اکتفا می فرمودند۔ ہم چنیں در وقت برآمدن از مسجد ہرگز از اہل حاجات اغماض نمی کردند۔ بلکہ بشاشت و جہ با ایشاں سخن می فرمودند و درجائے خود تشریف می بردند۔ چوں ایں شمیہ کریمہ فہمائے

عظیم یافته بودند۔ همگی در باب مهم سازی خلق الله متوجه بودند۔ آخرها این معنی بنابر نعلیستی کم پذیرفته بود واز حضرت ایشان فوائد ظاهر و باطن بمردم می رسید و تادیب مریدان جز از راهِ باطن نمی کردند مثل سلب حال و در قلق انداختن نسبت بآن شخص این معنی باعث چندین تنبیه و فتوح می شد۔ یکے از مخلصان را بنابر مصلحت دلے در قلق انداختند و این مرد لاهوری بود و از لاهور بصحبت یکے از شیخان وقت تا بدهلی آمده بود۔ چوں ملازمت کرد فرمودند چرا همراه آن شیخ بیشتر نرفتی۔ طرفه حالے بران نامراد گذشت که تمام شب در رنگ ماهی که بر تابه باشد بیقرار بود و نعرها میزد و گریه ها دردناک می کرد۔ چنانچه خواب بچشم اکثر یاران از ناله او آشنا نتوانست شد و از غایت گریه نماز خفتن و بامداد را آنچنان که باید نتوانست گزارد۔ عشرهٔ اخیر ماه رمضان بود و یاران بعد از نماز بامداد حلقه کرده متوجه بحضرت حق سبحانه نشسته بودند که آن نامراد درین جمع در آمد و گفت اے مسلمانان برائے خدا درد دلے دارم بشنوید۔ اگرچه هیچ کس متوجه بسخن وے نشد چه تمام شب گوش ها را پر ساخته بود۔ هر کدام بذوق خود فرو رفته بودند۔ گریان گریان بنیاد کرد که من پیوسته طالب درویشان و معتقد و خادم ایشان بودم۔ شبے بخواب دیدم که ابلق سوارے می گذرد و مردم در دنبال او می روند و می گویند که این قطب وقت است۔ من نیز بر سر راه وے دویده ایستادم۔ آن سوار بمن گفت که نوکر من می شوی۔ قبول کردم و گامے چند در جلوے او دویدم۔ عاقبت بر یک کوهی بر آمد و از چشم من غائب شد و بعد ازیں واقعه پنج شش سال گذشته بود و انتظار من بآخر آمده که بتقریب حضرت ایشان ازاں کوچه که نزدیک بخانهٔ من بود بهمان نسق که در خواب دیده بودم گذشتند بمجرد آنکه چشم من بر جمال حضرت ایشان افتاد شناختم و از دنبال رفتم و این واقعه خود را گفته مشغولی گرفتم۔ اکنوں پنج شش سال است که صحبت ایشانم الحال می فرمایند که همراه آن شیخ چوں نه رفتی۔ اے مسلمانان برائے خدا بگوئید که من چه کار کنم چوں سخن بآخر آمد با اهل قلعه وجدے درگرفت که سر از پا گم کردند و بے طاقتی ها نمودند این جماعت که قریب به هفتاد کس بودند یک کس هوشیار نماند و از سنگ مسجد بعضے مجروح شدند و غریو در تمام قلعهٔ فیروز آباد برخاست و تماشائیان هجوم آوردند۔ چوں این غوغا بسمع شریف رسید بمسجد تشریف آوردند و فرمودند تا یک دگر را گرفتند و مستی اینها فرو نشست۔ بعد ازاں آن لاهوری آتش زن را طلبیده از قلق بر آوردند غرضکه تمام مظهر رحمت بودند می فرمودند که از ما بکسے ضرر نمی رسد الا منافع۔ والحق فوائدیکه درین دو سه سال از آن حضرت بمستفیدان رسیده در زمان پیش بسالهائی رسید و تفصیل آن از حد بیان بیرون است ـــــ

یک دہان خواہم بہ پہنائے فلک | تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک
ثنائے او بدل مافـــرد نباید زانکہ | عروس سخت تنگر فست وحجلہ نازیبا

و مہربانی بمشرب حضرت ایشاں آں قدر غالب بود کہ اگر گربہ بر دامن نزہت نشیمن خواب می رفت۔ ہر گوش بیدار می کردند و منتظر بیدار شدن وے می بودند۔ تا زمانے کہ او بخواب بودے حرکتے نفرمودندے و خود را بطور او گذاشتندے۔ و اکثر اوقات بایں تقریب سرما ہا می خوردند ولحاف از زیر گربہ نمی کشیدند و ہر قسم آشنائے کہ سابقاً باشنایان داشتند تا آخر با آنہا ہماں طریق سلوک می فرمودند۔ چنانچہ اکثرے از آشنایان سابق حضرت ایشاں را از خود بہیچ وجہ متمیز نمی دانستند۔ عزیزے در ملازمت حضرت ایشاں نقل کرد کہ بعضے کوتاہ بینان تیرہ منش می گویند کہ مدار مشیخت حضرت ایشاں را بہ آشنائی یگانۃ الآفاقی مرجع الانامی قدسی القاب شیخ فرید است سلمہ اللہ تعالےٰ وہمیشہ در رقعات کہ بہ شیخ می نویسند عنوان آں قبلہ گاہی سلامت می باشد۔ از فقرا ایں قسم خوش آمد چہ زیبا است۔ در جوابِ ایں سخن فرمودند کہ شیخ را بر ما حق ہا است و بوسیلۂ وجودِ ایشاں دریں راہ کشایش ہا دیدہ ایم والحال ہم وجہی شرعی برائے قطع طریق آشنائی نمی یابیم۔ والا چناں می کردیم و ایں نوشتن را علّت ہماں است کہ بہر نوعے کہ از ابتدائے سلوک یکسے کردہ بودند تغیّر نمی دادند و مہند احتوق سیادت و بلند منشی شیخ سلمہ اللہ داو صلہ الی ما یتمناہ رخصت بتغیّر ایں عنوان نمی داد۔ روزے ضعف والدۂ ماجدۂ خود دیدہ امر طعام پختن را کہ بتکفل ایشاں بود۔ بہ بعضے از صوفیاں فرمودند۔ والدۂ حضرتِ ایشاں تا چندگاہ بہ گریہ وزاری گزرانیدند کہ از من کدام جریمہ بوجود آمد کہ حق سبحانہ مارا ازیں سعادت باز داشت۔ عمل خیرے کہ از دستِ من می آمد ہمیں بود کہ برائے حضرتِ ایشاں طعامے می پختم۔ آنرا ہم از من باز گرفتند۔ مدتہا بریں حال بودند و از نہایت دانائی وزیرکی و غلبہ نسبت اخلاص و مریدی کہ مرکوز جوہر شریف ایشاں است نتوانستند اظہار ایں معنی کرد بعد ازاں کہ ایں سخن بحضرتِ ایشاں رسید و امر طعام پختنی بتصدی ایشاں گذاشتند۔ باطن سعادت موطن ایشاں ازاں قلق و اضطراب فراہم آمد و بہ بی بی بانو کہ زن محمد صادق کہ خسر پورہ حضرت ایشاں باشند و زن شیخ محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آغا باشد برائے خمیر نمودن وند و در بعضے امور گذاشتند و نفی اختیار حضرت ایشاں آنقدر بود کہ باوجود ضعف و دوام بیماری مقید اختیار طعامے نبودند۔ و اگر نا ملائم طبع می بود اظہار ایں معنی نمی کردند و بدن شریف و عنصر لطیف از عدم ترتیب و بے توجہی بطعام و دوام مشغولی حضرت

حق سبحانہ بغایت نحیف بود لیکن رونق چہرہ وطراوت روے باآں ہمہ نحافت کہ بالاترازاں صورت نہ بندد روز افزون ۔

خطِ سبز ولب لعل ورُخِ زیبا داری　　ہرچہ خُوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دہنگامِ طغیان قلق گاہے باوجود چندیں ظہور ومقتدائیت در کوچہا وبازارہا تنہا بطرفہ بےتعینی می گشتند ودر سایہ ہائے دیوار برخاک می نشستند ومضمون حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ لائح می شد وحضور وشہودِ حق از سراپائے گرامی می بارید ومحقق می شد کہ جمیع اعضا جداجدا بنعت خاص متوجہ حضرت حق سبحانہ اند واستفاضۂ خاص میکنند وپیوستہ باوجود چندیں فتوح وکشاد کہ آناً فاناً میدیدند ہمیشہ درانتظار وتفکر وحزن می بودند ۔

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی　　کم بایدکہ دو خشک لب باید بود

وقتے بیکے از مخلصان بتقریبے می فرمودند کہ اگر ما ریاضاتِ شاقہ چنانچہ اربابِ سلوک می کشند نکشیدہ ایم لیکن انتظارہا وقلق ہاکشیدہ ایم کہ چندیں ریاضات ومحن درضمن آں می بود واز ابتدا تا انتہا ازانتظار نہ آسودند چوں اطوار حضرت ایشاں ومعموری اوقات پاک بتمام وکمال بیان کردن درطاقت بشریت چہ حقیقت بگفت نیاید ولذتے کہ رُوح از دریافت معانی وبسط حال یابد بیان ازادائے آں عاجز است ۔ لاجرم آنچہ اندیشہ وادراک نویسندہ ازمشاہدۂ اوقات استغراق سمات حضرت ایشاں دریافت ۔ اگر ہزار کتب پرداز دوعمر ہم بالفرض مساعدت کند تحریر آں صورت نہ بندد خوش گفت ہر کہ گفت ۔

نبود در کتاب ہا دل و درد　　از دلے صد کتاب نتوان کرد

للہ الحمد والمنۃ کہ از دیدارِ گرامی حضرت ایشاں کہ نسخہ اخلاقِ انبیاء واولیاء بودند یقینی واعتقادے بریں طائفہ بطریقِ مشاہدہ پیدا شد ۔ قبل ازیں ہرگاہ کتب احوالِ مشائخ مطالعہ کردہ می شد بخاطر ناتجربہ کار می رسید کہ مریدان سخن را بسط دادہ اند والّا ایں احوال از قیاس عقل بیرون است ۔ اکنوں مفہوم شد کہ حق سبحانہ بعضے از بشر را بجائے میرساند کہ اگر افلاطون وبوعلی ودقیق النظران عالم آگاہ گردند بنادانی مقر آیند ۔

فصل ثانی در بیان تربیت مسترشدانِ طریقه

عادت شریفهٔ حضرتِ ایشان در تربیت طالبان این بود که هرگاه طالبے می آمد که اظهارِ طلب می نمود چندگاه دور باندازِ بهانش می کردند۔ اگر اہلِ شهری بود و اگر مسافرے بود و محتاج نان در ابلے که بامر ارشاد متوجه بودند چندگاه نانش نمی دادند به نیت آنکه مردم برائے نان جمع نشوند و کالئے راست نه سازند و هرگاه کسے از اربابِ دنیا برائے فقراء نذرے می فرستاد بمخلصانِ خود می دادند و فقرائے بیگانه را تقدیم می کردند۔ اگر چیزے باقی ماندے تحقیق می کردند۔ هر که از مخلصان غرض حقانی داشتے آنگاه اونی آنچه ضرورت وے بدان کفایت شدے عنایت می کردند۔ و امداد مالی چنانچه بعضے عوام گمان می بردند نسبت بمخلصان بغایت کم۔ و می فرمودند که بهر کس ما امداد مالی کنیم۔ یقین داند که نسبتے با و در محبت فتورے داریم و نظر حضرت ایشاں در عدم امداد تنقیح صوفیاں و تربیت طالبان بود نه عدم مهربانی بلکه نهایت مهربانی نسبت بگرفتاران آز و همین است و آخر ها که امر مشیخت و ارشاد متروک شده بود۔ فرموده بودند که بآیندگان تا سه روز نان بدهند که ضیافت تا سه روز مسنون است درین میان بعضے سست طالبان نمی ایستادند و دوراندازی ها تاب نمی آوردند اِلّا آنها که طلب قوی میداشتند و درین کار بجد ترمی شدند بآنها طریقه می فرمودند۔ بعد از مشغول ساختن اگر محتاج روزمره می بودند برائے آنها قوت لایموت تعین می شد و نهایت آن یک تنکه دهلی بود و الایک نیم بهلولی و یک بهلولی از وجه قرض حسنه که برائے حلیت لقمه حیله شرعی است و این مخصوص مسافران بود نه اہلِ شهر۔ مگر کسے که در جوار حضرتِ ایشاں دائم بودے و احتیاج او معلوم می شد داخل مسافران روزینه دار میگشت و طریقِ مشغول ساختن این بود که اوّل استخاره اش می فرمودند بعد ازاں در خلوتش مے طلبیدند۔ و شغلے از اشغالِ سلسلهٔ عالیهٔ نقشبندیه که در رسائل اکابر این سلسله مبین است می فرمودند و نسبت به بعضے بعضے کیفیّات از پیش خود بران مشغولی ها زائد میکردند۔ چنانچه در رسالهٔ خود که در بیان طرق نوشته اند ایزاد فرموده اند۔ توجهے در باب وے میکردند و همتے مصروف میداشتند۔ اکثر طالبان در صحبت اول بیخود شده بر جائے خود مے افتادند و در آنها اثرے از حرکت و شعور نمی بود۔ تا هرگاه که صلاح حال آن ها

سه این رساله را جامع در رقعاتِ شریفه نوشته است۔ رقعه ۶۲ را باید دید۔

می دیدند واں بے خودی میگذاشتند و این حالت بر بعضے با نوعی میگذشت کہ حاضران آنہا اموات خیال می کردند۔ باز بر عکس آں تصرف می کردند بہوش می آمد و قول آلشیخ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ بوضوح می پیوست بعد از طریانِ این حالتِ بیخودی و بے شعوری اکثرے از اخلاقِ ذمیمہ او مہذب می شد و شکستنے در کارخانہ وجود او پیدا مے آمد۔ چنانچہ مردم از چہرہ او پے بمعانی محصولہ او می بردند و ابتدا بتغیر اوضاع وے امر نمی فرمودند۔ بعد از چشیدن لذتِ بیخودی او خود بواوی موافقت باوضاع مرضیہ حضرت ایشاں می آمد ہم چنیں ہر کہ مرحمت بیشتری داشتند یا غلطی در استعدادش میبود بکوات تصرف برو می کردند و بحالت بیخودیش می بردند و آں قدر قدرت بود کہ اگر کسے را میخواستند در یک روز بسرحدِ فنا و فنائے فناکہ مقارن رُتبۂ ولایت است میرسانید و نسبت بدوسہ کس این معنی دریافتہ شدہ و ہر کسے را طریقے خاص پیش مے آمد۔ بعضے را کشف و بعضے را ترقیات در مقامِ قرب و بعضے را تلوّنِ احوال و باز کشف ہم انواع بود کشف حقائق اشیاء وکشف توحید و کشف قبور۔ چنانچہ ایں خط حضرت ایشان کہ درین باب بفرزند و برادر میاں شیخ احمد سرہندی مرقوم شدہ مؤید آنست۔

رُقعہ قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد۔ احوالِ او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است بر ہماں حضورِ خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست انشاء اللہ از سُکر بصحو و فنا در شعور اندراج یابد۔ مولانا محمد مسعود از کشف قبور اعتبارے برنگیرند کشوف صوریہ محل خطا و لغزش است سعی کند کہ حضور مع اللہ ظہورے یابد و دوام پذیرد ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظرِ بصیرت اسقاط یافتہ در کار وسعی باشد کہ جذبۂ خواجہا و حضور ایشان دیگر است دراں مواطن از ماسوے نام و نشانے نیست۔ گاہ بالکلیہ و اکثر بالاصالۃ توجہی است از شش جہت معرا۔ گاہی جہت فوق بجہت خصوصیتے کہ عرش مجید راست در وہم مے آید و گاہے ہمہ جہات را یا اکثر را فرو می گیرد و معنی وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بظہور می رسد۔ اگر صور معنویہ و اشکال صوریہ محو نشدہ اند و ہچوں سراب و خیال بے اعتبار افتادہ و دریں وقت نزد دریافت خیالیہ صور هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ نیز درمیان مے آید و اگر در وقت فرو گرفتن آن توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائی اتم بظہور رسد و معنی لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ

درجلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوتِ معنویہ درمیان است لااقل صفت حیات وہستی اکنون یک دقیقہ دیگر بشناسند کہ دروقت ظہور وَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ نیز می تواند بود کہ ہمچنیں کسوتے درمیان باشد و می تواند بود کہ بالکلیہ نظر محبتش مجرد شدہ باشد۔ بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوے و آں تحقیقات کہ در سلسلۃ الاحرار نوشتہ شدہ بغایت غامض است۔ و دریں مبحث آنرا بگذارند و مدار بر ادراک متعارف بنہند حضرت خواجہ نقشبند

خواجہ پاک نقش پاک نفس　　قَدَّسَ اللّٰہُ رُوۡحَہُ الۡاَقۡدَسَ

می فرمودند کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است۔ بکلمۂ لَا آں را نفی باید کرد۔ میاں شیخ احمد نیز حالِ خود را دریں صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراق در حضورِ ذاتی و وحدت صرف بظہور نمی رسد۔ اہل ایں سلسلہ اسم فنا براں نمی نہند و آنکہ ما گفتہ بودیم کہ یک درجۂ دیگر درمیان است۔ ایں است حقیقت ایں سخناں مشافہۃً معلوم میشود باوجود برائے خاطرِ شما نوشتیم والسلام والاکرام

القصہ ہرکدام از طالبان واردات خود در خلوت رفتہ عرضہ می کرد و حضرت ایشاں بحکمتِ بالغہ الٰہی و وقتِ نظری کہ من عنداللّٰہ یافتہ بودند بمصالح احوال و اوقات وے امر می فرمودند و اگر کسے خوابے یا واقعہ نقل می کرد می شنیدند و در باب خواب گاہے می فرمودند کہ احتیاج گفتن نیست ہرچہ شدنی است خواہد شد و ہرگز تحسین صاحبِ حال و واقعہ یا تعبیر خوابے بحضورش نمی کردند۔ مگر کہ حالے عالی واردشدے۔ دراں وقت ایں قدر می فرمودند کہ بکوش تا از دست نرود و قدم بوتر نہی۔ بہ یکے از طالبان ہنگام عرض احوال فرمودند ؎

مرغے غم او بحیلہ شد با ما رام　　ہشدار کہ مرغ رام را رم ندہی

یکے از طالبان را بنابر مصلحت وے دور می انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسلِ دیگر مناسب است وے سرگرم تر می شد۔ بعد از چار پنج ماہ بہ وے فرمودند۔ بیکے طالبانِ خود خواہیم فرمود کہ طریقہ بشما بگوید وے باین ہم راضی شدہ از سر دانشد و امیدوار می بود روزے میاں شیخ تاج الدین کہ از خلفائے حضرت ایشانند از دہلی متوجہ سنبھل کہ وطن اقامت ایشاں است می شدند و بخانہ آں مرد یک شب نزولے اتفاق افتادہ بود اہلیہ وے طلبے قوی داشت باجازت شوئے از شیخ مشغولی گرفت و بمقتضائے استعداد در مجلس اولے او را بیخودی روئے داد و کیفیت ہائے عظیمش حاصل شد و دراں

کیفیت اخبار ہفت آسمان گفتن گرفت بسرگرمی آں مرو بجد افراط انجامید واز شیخ حرفے از مطلب نشنید سراسیمہ متوجہ ملازمت حضرت ایشاں شد و در راہ از کثرت شوق افتان و خیزاں در رنگ مست طافح مے آمد۔ چنانچہ بندہائے زانو و مرافقش خونی شدہ بود۔ چوں نظرش بر جمال حضرت ایشاں افتاد مانند خرمن گل تنگ در کنار گرفت و در صحن خانہ غلطیدہ میگشت۔ حضرت ایشاں لختے خود را بطور او گزاشتند۔ گاہے بر بالائے وے می شدند و گاہے در تہ وے و آزارہا بدن شریف و عنصر لطیف راہ یافت چہ او مردے زبردستی بود و در کنار گرفتہ بر خاک مے غلطید و از درو دیوار مضمون ایں بیت مے تراوید ؎

ہزاراں دشمنے شد با نسیم کاں تن نازک شود آزردہ گر اندر برش بند قبا جنبد

عاقبت فرمودند ما ہیچ کارے ہم داری گفت کارے کہ وارم بتو دارم و مقصد و مقصود من توئی۔ فرمودند پس ما را خود میکشی فائدہ نہ کرد۔ آں گاہ فرمودند بجانب روئے من بر بیں۔ بمجرد دیدن از جائے برجست و بر خاک ادب نشست و از رہ جرأت ندامت ہا کشید وقتے گوید کہ آں روز کہ در چشمان حضرت ایشاں چیزے دیدم کہ ہنوز لذت آں فراموش نشد و عبارت و اشارت از شرح آں قاصر است۔ و اگر می خواستند تصرفی کنند یا خارق عادتے بنمایند۔ بخود نسبت نمی کردند بکتابے یا بقصہ حوالہ می فرمودند مثلاً اگر در بیمارے میخواستند۔ تصرف کنند و او را ازاں بیماری بر آورند۔ کتاب طب می طلبیدند۔ و از روئے آں داروئے می فرمودند و ہمت بجانب وے می گماشتند۔ بمجرد استعمال آں دارو و گاہے پیش از استعمال صحتش می شد۔ چنانچہ طفلے از قلعہ فیروز آباد بجانب دریا کہ ارتفاع آں زیادہ از نہ قد آدم باشد افتادہ بود و از راہ گوش و بینی وے خون می آمد و نفسش تنگی میگیرد۔ مادرش او را در نظر مبارک در آورد۔ بریں حال شفقت فرمودہ قدرے متوجہ باطن حق موطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ دریں کتاب چنیں نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند آں طفل تا امروز زندہ است و از مشاہدہ احوال وے ہیچ عاقل بزندہ ماندن او می کرد۔

شب پانزدہم ماہِ شعبان

روزے در اوائل ہا کہ نو نماشائی

این کارخانۂ بلند قدر بودم و در ملازمتِ گرامی ہوسناکانہ آمد و رفت میکردم بخاطر آوردم کہ اگر امروز اشراف کنند و مرا بخود کشند داخل خادمانِ عالی گردم لا اقل سخنے از مرغبات راہ بفرمایند۔ شب پانزدہم ماہ شعبان فرمودند امشب شب برائت است در سلسلۂ شما یعنے چشتیہ نمازے کہ درین شب میگذارند چند رکعت است عرضہ کردہ شد۔ صد رکعت و بر روایتے دو رکعت ہم آمدہ۔ فرمودند اگر شق آخر است شاید ما ہم توانیم گذارد۔ ہم درین محل فرمودند مثل ما ریش گاو میماند و آنچنان است کہ شخصے از پسر خود پرسید کہ ہرگز ریش گاو بودہ پسر گفت معنی آن چیست گفت کسی از خانہ بر آید و بگوید بے آنکہ رنجے بکشم گنجے بیابم گفت بابا نا بودہ ام ریش گاو بودہ ام ما ہم نا بودہ ایم ریش گاو بودہ ایم۔ یکے از صوفیاں نقل کرد کہ روزے بخاطر آوردم کہ مرا خدمتے فرمایند و از بازار چیزے ماکول طلب دارند ناگاہ کسے بطلب من آمد فرمودند برائے ما از بازار تربز بیار عرضہ کردم کہ معرفت تربز چندانی ندارم۔ فرمودند ہر کدام کہ بزعمِ تو خوب باشد بیار و عادت شریف این نہ بود کہ در رائے خادمانے کہ متعین این چنین خدمتہا بودند بدیگرے بفرمایند۔ خصوصاً بنو در آمدگان این طریق و این مرد دران وقت از جملہ نو در آمدہ ہا بود و ہم دے نقل کرد کہ فصل زمستانی بود و پوششے نداشتم الا پچتہ بے لحاف کہ با اہلیہ خود شب ہا می پوشیدم و از تنگی معیشت قدرت لحاف ساختن معدوم بود شبے از اہلِ خانہ خود خجالتے کشیدم کہ بخاطر این ہا می رسیدہ باشد کہ بطرفہ بے جمیتی کار افتادہ صباحش کہ در ملازمت حضرت ایشان نماز

بجماعت می گزاردم۔ دراثنائے نماز نیز خاطر شبینہ آمد او را نفی کردم بعد از فراغ نماز چوں نظر حضرت ایشاں برمن افتاد۔ یکیے از مخلصان کہ معاملہ اخراجات متعلق بایشاں بود فرمودند کہ از یاران ما ہر سید ہر کہ لحافی یا جامہ نداشتہ باشد یا اہلِ خانہ وی نداشتہ باشد ہر طور کہ بگوید ساختہ بدہید و سہ کس دیگر نیز ہم احتیاج من ظاہر شدند و بما یحتاج رسیدند۔ گویدازاں باز ہمیشہ ترسان بودم کہ مبادا خاطرے بیاید کہ موجب گرانی خاطرِ اقدس بودہ برہم زن مقاصد سعادت مندی گردد و قوتِ علمی و قدرت براقسامِ سخن خصوصاً درعلمِ تصوّف آن قدر بود کہ فضلائے وقت کہ سالہا درس علوم گفتہ اند استفادہائے عظیم می کردند۔ روزے عزیزے التماس کرد کہ برائے شرح رباعیات کہ مسمی بسلسلۃ الاحرار ست دوران ولا بتازگی تسوید فرمودہ بودند۔ تاریخ[1] اتمام گفتہ شود۔ درہماں مجلس دوات و قلم طلبیدہ نوزدہ تاریخ برائے آن رسالہ املاء فرمودند۔ دو تاریخ بیاد محرر بود برائے تمثیل ایرادیافت باقی در آخر سلسلۃ الاحرار مسطور است یکیے "تجرع فصوص حکم" دوم "نظم وجوب" و مع ذلک بجہت رعایت ظاہر شریعت ازین تصنیفِ خود کہ سخن وحدت وجود درانجا بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی[2] بودند و می فرمودند از ما این تصنیف خوب واقع نشدہ و می فرمودند کہ محقق شد کہ ورائے طریق توحید راہیے است۔ وسیع و راہِ توحید نسبت بآن شاہراہ کوچہ تنگی بیش نیست و این نوزدہ تاریخ دریک مجلس نوشتن از قدرت اکثر عقول بیرون است خصوصاً با عدم ممارست و کمی ورزش بلکہ خارق عادت ست و چہ احتیاج بہ اثبات خارق کہ وجود حضرت ایشان تمام خارق عادت بود ازین جا نسبت سخن شیخ الاسلام پیر ہرات قدس اللہ تعالیٰ سرہ بہ یاد آمد کہ در نفحات در باب یکیے از اکابرین این طائفہ زیبا گفتہ کہ وے را نہ بستایند بہ کرامات و نہ بیارایند بہ احوال و مقامات۔ کرامت و حال و مقام و وقت در دست او شجرہ بود۔ بلے ؎

دردل ہر بندہ کہ حق مزہ است وی داد الہ پیمبر معجزہ است

---

[1] مصنّف این رسالہ آن نوزدہ تاریخ را بعد از اتمام رسالہ بطور ضمیمہ در آخر نوشتہ۔ آن را بہ صفحہ ۶۵ باید دید۔

[2] عدم رضا غالباً بہ آن است کہ متمسک اہل بدع و ضلال است نشود چہ اینہا مسئلہ وحدت وجود را پیشوائے بدی و بدکرداری خودی سازند ۱۲

انتقالِ پُرملال حضرتِ ایشاں

حضرت ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ بتاریخ بیست و پنجم ماہ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ یک ہزار و دوازدہ واخر روز شنبہ رخت اقامت بدار القرار کشیدند و روز یک شنبہ بیست و ششم در شمال رویہ قدم گاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرون قلعہ سلطان فیروز کہ برائے مجاوران قدم گاہ ساختہ والآن آباد است مدفون شدند۔ محرر سطور در مرثیہ حضرت ایشاں ایں ابیات مرقوم قلم خونیں رقم گردانیدہ۔

نظم

دل بر گرفت ازیں چمن آں تازہ نوبہار
زیں غم بخون دیدہ نشستم چو لالہ زار

کو غم کہ داد خود بستاند ز عیش من
تا پیش ازیں بچہرہ بہ بندم بخون نگار

ایں یک دو روزہ عمر مداری بریں منہ
ویں بر غلط فریب جہاں دل بریں مدار

بر حالِ خویش گریہ کند مرغِ ایں چمن
بر عمرِ خویش خندہ زند کبکِ کوہسار

از ہم رہست قافلہ در نیمہ رہ نماند
ہشدار دہاں دہاں نظرے بر قضا گمار

خوشخواں سرودہاست دریں رہ کہ چوں جرس
ہر صبح و شام مرثیہ خواں ست روزگار

بر خونِ خلق چرخ دہن باز کردہ است
عبرت بگیر ازیں سبع آدمی شکار

کان قطب نہ فلک بہ دلِ عرش جا گرفت
خلوت گزید باحق و جامِ بقا گرفت

امشب کہ نالہ بلبلِ خاموش تازہ کرد
آہنگ گریہ بر منِ مدہوش تازہ کرد

ہر نالہ ماتمے دگر افزود بر دلم
داغے کہ خفتہ بود در آغوش تازہ کرد

جوشِ درون کہ از دمِ سردم فسردہ بود
آتش بہ سینہ در زد و آں جوش تازہ کرد

شوریدہ حکایت آں رخ نہفتہ گفت
آشفتگی بہ سینہ بلا نوش تازہ کرد

آں خواجۂ کہ از دل عزّا ے ہوش مند — آئینِ شرع و قاعدۂ ہوش تازہ کرد
وز ہر حلقہائے غلامیش مہر و ماہ — ہر روز سیفہائے بہ ناگوش تازہ کرد
از پیکِ روزگار بر آمد پیامِ چرخ — بر ما ہزار وردِ فراموش تازہ کرد

یک رہ خبر دہید کہ آں نو سفر چہ دید
بر اوجِ نہ سپہرِ بریں آں قمر چہ دید

آں ہادی زمانہ رُخ اندر نقاب کرد — زیں شیوہ خان و مان جہاں را خراب کرد
در عمرِ روزگار ندیدست کس بخواب — زیں صعب تر غمے کہ دل و دیدہ آب کرد
در کامِ عیش زہر شکست از فراق او — عشرت بجام و شیشہ خود خون ناب کرد
خود وصل برگزید و بہ یاراں فراق داد — خود بادۂ بخورد جگر ما کباب کرد
ہر کس کہ نالہا جگرِ ریشِ ما شنید — شب را تمام روز قیامت حساب کرد
بیدار باد دیدۂ عبرت گزین ہوش — کاں بختِ ارجمند جہاں عزمِ خواب کرد

خوں شد دلِ سپہر ز بسیار خفتنش
در زیرِ خاک با دلِ بیدار خفتنش

داماں کشیدہ سرو ازیں بوستاں چرا است — کہ گلبنِ شگفتۂ رعنا نہاں چرا است
پیمانۂ عمر او حریفاں نہ کردہ پُر — آں ساقیِ شرابِ بقا سرگراں چرا است
پژمردہ گشت غنچۂ اُمید بے رخش — افسردہ خاطر از چمن آں باغباں چرا است
آں مایۂ جمالِ جہاں گر سفر نہ کرد — افسردہ رنگِ رونق روئے جہاں چرا است
آں نو بہارِ تازہ اگر رُخ نہفتہ است — گلہا جگر فگار ز دستِ خزاں چرا است
از ہفت بامِ چرخ اگر سنگِ غم نہ ریخت — بر پشت جانم ایں ہمہ کوہِ گراں چرا ست
آں آفتابِ اوجِ ہدایت اگر نہ خفت — ایں تیرگی ز روئے زمین و زماں چرا ست

آں گنجِ شائگاں کہ نخفت است زیرِ خاک
از مخلصاں نیاز بداں آستانِ پاک

گویند خضرِ وقت و مسیحِ زمانہ مُرد — خورشید نور گسترِ ایں ہفت خانہ مُرد

پوشید چشم یکرہ و شُد زندۂ ابد معشوقِ دہر بُود ولے عاشقانہ مُرد
اِلّا محبتش ہو سم جملہ مُردہ باد چوں آں مہ دو ہفتہ د فردِ یگانہ مُرد
نالند بُلبلانِ چمن از فراقِ او ہیہات کاں طراوتِ زیبِ فسانہ مُرد
زنگِ زخمِ شکستہ تر آمد ز جامِ دِل خوں در رگِ ترانہ چنگ و چغانہ مُرد
رُشدی ازاں نفس کہ رخِ خود نہفت دوست سازِ طرب شکست و نوائے ترانہ مُرد
بر حکمِ وہم و دیدۂ کوتاہ بیں مگوے کاں رُوح بخشِ زندگی جاودانہ مُرد

چُوں نوعروسِ وصل در آغوشش بر گرفت
از بس حلاوتش لبِ خاموش بر گرفت

آوخ کہ شہسوارِ زمین و زمن نماند گلدستۂ کہ بود بہ دستِ چمن نماند
یعقوب وار دیدہ بہ کوری سپردہ بہ چُوں در زمانہ یوسفِ گل پیرہن نماند
آشفتہ گشت خاطرِ مجروحم آں چناں کز جوشِ گریہ ہیچ دماغِ سخن نماند
دل شاد بلبلے کہ بخود صد ترانہ داشت آں گُل چو رُخ نہفت زباں در دہن نماند
شُد برگ ریزِ لالۂ و گل از خزانِ دہر در گلشنِ نشاطِ لبِ نغمہ زن نماند
دہر از فراق چوں شبِ دیجور تیرہ شد کاں شمعِ بزمِ قدس دریں انجمن نماند
آں نورِ قدس روشنی از دیدہ بر گرفت خورشید گو نماں چو شہنشاہِ من نماند

دل خوں کُن زمانہ غمِ خواجہ باقی است
جاں کاہ عاقبت المِ خواجہ باقی است

از حق ہزار مکرمت و آفریں برد شد ختم سرفرازیِ دُنیا و دیں برد
چوں مادرِ زمانہ ندارد چو او پسر زانست گریہای زمین و زماں برد
بر بامِ خود کشید پئے فخر چوں مسیح دل بستہ بود چوں فلکِ چارمیں برد
دانستم آنکہ بود چو من عاشقِ رخش کز بام ریخت زہرہ گُلِ یاسمیں برد
بلبل نہفت در غزلش خنجر و سناں گُل چاک کرد پیرہن نازنیں برد
دلہا بخاک او چو مگس بہر شکر گرد صد حسرت است در جگر انگبیں برد

برفت در ردِ او نتوانیم گریہ کرد گویند تا بہ حشر شہور و سنین برد
آہ ایں چہ ماتم ست کہ خونِ جگر بسوخت
ہر لحظہ ام بدرد و غمِ تازہ تر بسوخت

نوزدہ تاریخ از اتمام رسالہ شرح رباعیات کہ مسمّیٰ بہ سلسلۃ الاحرار است و ذکر آں بر صفحہ ۱۶ آمدہ

(۱) ھوالحکیم الفتاح المصور (۲) لوائح حکم موجودیہ در کلم نقشبندی (۳) اللّٰہ تعالیٰ بقایش بدہادا (۴) وجہ عکس مرآت الصفا (۵) حظّ جود مولی (۶) فیوض علیا (۷) حلّ کلم خواجۂ پارسا (۸) ظلّ حی موجود (۹) بل ظلّ حی وجوبی (۱۰) ملحظِ وجودی (۱۱) منافی بصور حدوثی (۱۲) نظمِ وجوب (۱۳) جملگی اسرار احباب توحید (۱۴) تجرع فصوص حکم (۱۵) فصوص الحکم بے ثقل (۱۶) لب مقدّمات نقد نصوص (۱۷) فیض جود بہاء الدین (۱۸) شیخ کمل باد (۱۹) صَلِّ عَلٰی اَتَمِّ الاَنْوَارِ وَ اَھْلِہٖ۔

رسالہ شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار در سنہ ۱۳۰۷ھ ہزار و ہفت بہ اتمام رسیدہ و ایں تاریخ از متممات و مکملات آں رسالۂ شریفہ است۔

مکتوبات

ہشتاد و ہفت رُقعاتِ شریفہ

از خواجہ خواجگان قطبِ جہاں حضرت خواجہ مؤیّد الملّۃ والدین الرضی ابُوالوقت محمد الباقی المعرُوف بہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرّہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکثر اصحاب ازیں ترتیب مشائخ خود خبر نداشتند۔ از غلبۂ ظہُورِ احوال و علوِ مجلس عالی اگرچہ در خاطر ہا می گزشت اَمّا نمی توانستند کہ ازیں قسم مقاصد را بعرض رسانید۔ بہ ناگاہ بعد از مدّتے درویشے از درویشان عہد التماس بیان مشائخ ایں سلسلۂ شریفہ نمُود و قاصدے برائے ہمیں غرض بخدمت فرستاد و حضرتِ ایشان بقلم خاص نوشتند و سبب خوش حالی ہائے تمام شد۔

۱۔ بہ التماسِ درویشے

ارتباط ایں بیحاصل از حیثیت مصافحہ و تعلم ذکر و مراقبۂ سلسلۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بخدمتِ عالیہ ذوالبصیرت والبصارۃ منبع الحضور و مرجع الصدور والمنتہی بالصراط المستقیم والمتنزل فی الخلق العظیم مولانا خواجگی علیہ الرحمۃ وارتباط ایشان بوالد بزرگوار خود مولانا درویش محمد است وارتباط مولانا بخالِ خود مولانا محمد زاہد است و ایشان را انتساب بحضرت الکبار النور الاتم والدری الاعظم الظِلّ الکامل للشجرۃ الزیتونیہ ؎

آن سرافیل عزّ و ناز از علم ملک الموت شخص آز از حلم[1]

خواجہ عبید اللہ احرار است و نسبت بیعت و تعلم ذکر حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی است

---

[1] آن سرافیل سرفراز از علم ملک الموت شخص آز از حلم

وبیعت وتعلّم ذکر واستفاضہ مولانا بخواجۂ بزرگ خواجۂ نقشبند است وتعلّم ذکر وتربیت صوریہ خواجۂ بزرگ
از سید امیر کلال است لیکن پیر معنوی وبستان تحقیقی ایشاں خواجہ عبد الخالق غجدوانی از میاں حضرت امیر
وخواجۂ جہاں خواجہ محمد بابا سمّاسی وخواجہ علی رامیتنی وخواجہ محمود الخیر فغنوی وخواجہ عارف ریوگری
علی الترتیب المذکورۃ من المؤخر الی المقدم۔ واسطہ طریقہ وفیض اند تعلّم ذکر خواجۂ جہاں ابتداء از خواجۂ
زندہ دلاں خواجہ خضر است وتربیت ذکر وافاضۂ نتائج الی ذروۃ الکمال والاکمال از امام ربانی خواجہ
یوسف ہمدانی است ونسبت ارادت وخدمت امام بہ شیخ ابو علی فارمدی است ونسبت ذکر واستفاضۂ
معنویۂ ایشاں بہ شیخ ابو الحسن خرقانی است لیکن شیخ ابو علی را بعد ازیں نسبت نسبت خدمت وصحبت
واستفاضہ بشیخ ابو القاسم کرکانی نیز بودہ وچوں نزد محققین پیر سہ است۔ پیر خرقہ وپیر ذکر وپیر صحبت وپیر
صحبت اتم واکمل است در ارتباط۔ پیر حقیقی ہماں است۔ لاجرم نسبت شیخ ابو القاسم نیز آوردم
چہ ایشاں نیز پیر صحبت شیخ ابو علی فارمدی اند وخدمت وریاضت بسیار در حجر تربیت ایشاں کشیدہ
اند وکار را بہ نہایت رسانیدہ۔ نسبت شیخ ابو القاسم تا امام علی موسی الرضا سلام اللہ تعالی علیہ وعلی جمیع
عباد اللہ الصالحین شش واسطہ دارد۔ [1] ابو عثمان مغربی۔ [2] ابو علی کاتب۔ [3] ابو علی رودباری۔ [4] سیّد الطائفہ
جنید بغدادی۔ [5] سری سقطی۔ [6] معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ہمچنیں شیخ معروف کرخی را بعد نسبت
امام ہمام[2] نسبت بہ داؤد طائی وحبیب عجمی وحسن بصری نیز ہست نسبتے معتبر معروف۔ نسبت امام
ہمام تا بہ باب مدینۂ علم حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب آبًا عن جدٍّ معروف ومشہور است ایں
زماں بر سر سخن بیائیم۔ شیخ ابو الحسن خرقانی را نسبت استفاضہ واخذ طریقہ از روحانیت سلطان العارفین
بایزید بسطامی است کَنِسْبَۃِ اُوَیْسٍ مِنْ مَنْبَعِ الْاَنْوَارِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ
ہم چنیں نسبت سلطان العارفین بروحانیت حضرت امام جعفر صادق است وآنچہ معروف است از
خدمت وصحبت غیر صحیح است ونسبت امام صادق باوجود انوار وراثت آبا کرام خود بجد مادری خود قاسم
بن محمد بن ابی بکر است۔ ایشاں در تابعین از فقہائے سبعہ واکمل علمائے ظاہر وباطن بودہ اند۔ طریقہ
مخصوصۂ سلسلۂ نقشبندیہ ازیں راہ تنزّل نمودہ وحضرت قاسم منسوب ومربوط بہ سلمان فارسی اند و
سلمان فارسی دریں نسبت وطریق منسوب بہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہما ورحم علی

---

[1] واستاد   [2] مراد از امام ہمام حضرت موسی الرضا اند

جَمِیْعِ مَنْ تَوَلّٰی بِهِمَا وَالصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَانَ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِمَامُ الْاَیْسَرِ وَهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ سَیِّدُ الزَّمَانِ بَعْدَ الْقُطْبِ وَصَارَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُطْبًا وَهُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مُّتَوَحِّدًا وَیُسَمّٰی بِالْغَوْثِ سَیِّدِ الزَّمَانِ۔ وَاِمَامُ الْعَهْدِ وَالْقُطْبُ بَعْدَهٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَبَعْدَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَبَعْدَهٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ وَرَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بَابُ مَدِیْنَةِ الْعِلْمِ وَخَتْمُ جِهَةِ الْخِلَافَةِ وَبَعْدَهٗ حَسَنٌ وَبَعْدَهٗ حُسَیْنٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَکْمَلَانِ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ سِبْطَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسِرَّاهٗ۔ هٰکَذَا قُرِّرَ عِنْدَ اَسَاطِیْنِ الْکَشْفِ وَعُظَمَاءِ الْمُشَاهَدَةِ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

قطب اور غوث

این کتاب بجناب خلافت پناہ مظہر الطاف الٰہی اُمیدگاہ مریدان و مخلصاں این خاندان میاں شیخ الٰہ داد ثبتہ اللہ علی مسند الارشاد نوشتہ شد۔

۲۔ برادر ارشد میاں شیخ الہداد۔ ایں دُعا گوئے معتقد خود را بتوجہ فاتحہ امدادی ممنون باشند، بایں ہمہ پریشانی اوضاع و بے استقامتی کمال بے حیائی است کہ سخن تصوّف درمیاں آریم و از دقائق طریق انجذاب حقائق منتہی کشف تحریر نمایم۔

ع از خود بطلب ہر آنچہ خواہی ہستی

بہر حال یک وصیّت می کنم بر شما باد کہ آنرا از دست ندہند۔ آنست کہ چوں ماہر زہ گرد بیابانہا نباشید و خود را بر نسبت خود بداریدو آنرا عزیز بدارید کہ اَعَزُّ من الکبریت الاحمر است فافہم انشاء اللہ العزیز

لہ مُراد از امام ہمام حضرت موسیٰ الرضا اند ۲ہ قولہ امام الایسر الخ اَلْاِمَامَانِ هُمَا الشَّخْصَانِ اللَّذَانِ اَحَدُهُمَا عَنْ یَمِیْنِ الْغَوْثِ اَیِ الْقُطْبِ وَنَظِیْرُهٗ فِی الْمَلَکُوْتِ وَالْاٰخَرُ عَنْ یَسَارِهٖ وَنَظِیْرُهٗ فِی الْمُلْکِ وَهُوَ عَلٰی مِنْ صَاحِبِهٖ وَهُوَ الَّذِیْ یَخْلُفُ الْقُطْبَ۔ ۱۲۔ اصطلاحۃ الصوفیہ تصنیف کمال الدین ابی الغنائم عبدالرزاق بن جمال الدین الکاشی السمرقندی رحمۃ اللہ

حصّہ اول زیر نوشتہ و حاشیہ دوم بر حاشیہ کتاب نوشتہ است۔

ہرگاہ انبساطے دست دہد تفصیلے خواہم نوشت تا عزت آں نسبت کما ینبغی معلوم شود

پیش ازاں کہ جناب عالی مقام ارشادپناہ میاں شیخ تاج الدین بحضرت خواجہ مامر بوط گردند بالتماس مخلصے ایں کتابت رابرائے ایشاں نوشتند و دراں زماں مشار الیہ درسلسلہ شریفہ عشقیہ سلوک تمام کردہ باجازت پیر کامل مکمّل مرخص و مجاز شدہ بودند لیکن از روئے سعادت و بلندی استعداد بعد از رسیدن ایں کتاب بخدمت حضرت ایشاں رسیدہ بکمالات دیگر مشرف شدند و بآں قدر ترقیات و تصرّفات مشرف گشتند کہ از دائرۂ نوشتن بیرون است و ہرگاہ کہ از وطن اقامت بخدمت پیر دستگیر میرسیدند اکثر بلکہ دائم بہم خانگی و شرف حضور مشرف می بودند و ایں دوام ہیچ یکے از اصحاب کبار را غیر ایشاں میسّر نشد وازیں وجہ و وجوہ بسیار مغبوط خلفا و خدام آں آستانہ می بودند۔

۳۴۔ عریضہ سرگرداں مملکت محمد باقی اشتیاق قدمبوسی سائراں طریق انتباہ و متوجہان حضرت الٰہ بسیار است برآرندہ حاجات باسہل وجوہ میسّر کناد۔

شنودیم کہ روزے چند خلوت خانہ خواجہ حسام الدین احمد را معمور داشتہ اند از بازماندگی خود دور یافت لطفے از احبا صورت قبض و بسط درہم آمیخت۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِهَ اللّٰهُ قلم بر سبیل عادت بر ہر رطب و یابس اقدام می نماید مقصود اظہار تحیر و خرابی باطن دست تا بود کہ ولے را بہ نیاز روئے اند و دہا شفقتے پیدا شود و ہمتے بر گمارد و توجہی نماید۔ بیت ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

عنایات بزرگان و التفاتِ خاطر ایشاں سرمہ سعادت ہا است دوراں را در راہ و مستعداں را آگاہ می سازد خصوصاً کہ ایں توجہ بصحبت و نشست و برخاست جمع شود۔ آہستہ بیار می سپارد معنا ایں اسرار و اطوار است ؎

نارِ خنداں باغ را خنداں کند
صحبتِ مرداں ترا از مرداں کند

مخدوما حاصل ایں وطن سلوک و جذبہ است۔ ہرگاہ بہ برکت اختلاط خالص باطن طالب کسب صفت جذبہ میل و محبت ذاتی است بکند و قوت گیرد سلوک کہ نفی صفات بشریّت است بحکم جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ

الرَّحْمٰنِ تُوَازِی عَمَلَ الثَّقَلَیْن۔ دست دہد بلکہ ایں روش خوشتر ازاں ست کہ بجز نفی لوازم بشریت کند۔ خدمعتدل درصفات نگہداشتن کارے است نہ بقوتِ بازوئے سالک۔ الغرض اشتیاق و آرزومندی بحکم ایں ایماں نسبت بہمہ دوستاں حق داریم حق تعالےٰ روزی کناد۔ عزیزے می گفت کہ زہے سعادت کہ طالب ملاقات ایں طائفہ راست کہ اگر یافت خدا را یافت و اگر نیافت شفیع یافت الحمد للہ علیٰ ذالک التماس آنکہ نیازمندے ایں سیاہ دل عمرضائع کردہ را درمواجہ مزار حضرت میاں ظاہر سازند و استمدادے بکنند۔ والسّلام والاکرام

چوں جناب عالی مقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین بنا بر ورود بعضے واردات و مستی ہا و بے نیازی ہا بملاحظہ وید مصلحت مسترشداں بے اجازت عالی صلاح وراں دیدہ بودند کہ از سلاسل دیگر کہ بفیوض آں آشنائی ہا داشتند بعضے را زواراں طریق تربیت کنند و نیز خود را بے حاجت و اویسی مشرب میدیدند تا ایں معنی را یکسے ظاہر می کردند برائے ایشاں ایں کتابت نوشتہ شدہ بود۔

۴۔ بہ شیخ تاج الدین۔ وفقک اللہ تعالیٰ فیما یحبہ ویرضاہ۔ بعد از ادائے ما وجب علی الاحباء مشہود ضمیر منیرمی گرداند۔ فقیر را در بعضے از خواب ہا چناں می نماید کہ باطن شما را بہ فقیر یک نوع عدم انقیادے وطغیانے ہست۔ ظہور ایں وقائع بعد از بیماری فقیر است۔ و دریں دفعہ کہ آمد یدشرم آمد کہ بایں نوع چیزہا توجہ نمودہ اظہار آں نمائیم مقصود حق است اگر حجاب ما درمیاں نباشد نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ لیکن چوں سنت اللہ بر اعتبار واسطہ و برزخیت او رفتہ از چشم پوشیدن و او را درمیاں ندیدن مورث عدم ترقی است۔ اگر بناگاہ بحکم یقیں انحرافے در باطن واسطہ پیدا شود برکت از میاں برخیزد۔ ہر چند اَنْفَاقِی لَایُرَدُّ اِلیٰ اَدْصَافِہٖ مقرر است و بی شبہ ایں طریق پیش خدا و رسول نامرضی و نامقبول است۔ ادب معلم اطفال تاچہ حد نگاہ باید داشت۔ استاد طریقت کہ نادوان فیض و بُستان کشف و شہود باشد ہر آئنہ برزخ الوہیت خود خواہد بود

ع پیر من و خدائے من از تو بحق رسیدہ ام

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ یاری دو درجہ است۔ درجہ اول آنکہ ہمیشہ مستمد و مستفیض باشند تا باب ترقیات بے نہایت مفتوح باشد و ادب ایں معنی را کما ینبغی رعائیت نمائند

تا برخورداری و برکت کامل گردد۔ درجہ دوم آنکہ بر تقدیر آنکہ مارا درمیاں نہ بینید وگماں برید کہ از ازواج طیبۂ خواجہا بے واسطہ مستفیضیم ما نیز ازیں ابا نداریم۔ ہر چند کہ خلافِ واقعہ است و مورث بے برکتے در اتباع مسترشداں لیکن حفظِ طریقۂ خواجہا و استفاضہ در توجہ بایشاں و عدم خلط بطریق دیگر ناگزیر است و ازاں بہیچ وجہ چارہ نیست۔ ایں طبقہ در غائت غیرت و نازکی اند۔ شما کتب محققین مطالعہ نکردہ اید۔ طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہیچ تفاوتے طریقۂ ایشاں است اخفا و عدم امتیاز از خلق شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرہ عوام انداختن اکتفا بسنن معتادہ نمودن و باسباب ظاہر توسّل نمودن طریقۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم است۔ چنانچہ شیخ کبیر محی الملۃ والدین محمد بن العربی در کتاب فتوحاتِ مکیّہ می گوئیند کہ ہذا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وابوبکر الصدیق ومن المشیخۃ ابویزید البسطامی وصمدون القصار وابوسعید الخرّاز ومن سادات ہذا المقام ابوالسعود وہذا حالنا۔ با قطع نظر ازیں شما بر رسیدہ ایں باغ وید و نائب ایں گنجوران شمارا ملازم آستانہ ایشاں بودن و بر مرضیات ایشاں قدم استوار داشتن لازم و واجب است والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ایں عنایت نامہ ہم در ایامیکہ جناب مستطاب عالی مقدار میاں شیخ تاج از مستی ہائے دید کمالات خود ترقی نہ فرمودہ بودند۔ برائے تربیت ایشاں صادر شدہ بود۔ بعد ازاں آنچہ باعث برایں کتابت ہا بود۔ ایں بود کہ از برکات توجہ شریف از وساوس و لغزش ہائے خود تائب گشتند و آخر بخیر انجامید۔

۵۔ بہ شیخ تاج الدین۔ حق سبحانہ وتعالیٰ برکات تامیہ ابدیہ روزی کناد محبت نامہ کہ مصحوب نظام مرسل بود مطالعہ نمودہ شد۔ از شورش ہا عجب آمد۔ سخنے نوشتہ بودیم اگر خلاف واقعہ باشد فھو المراد باری وصیّت آن است کہ اگر صفتے از صفات مارا مخالف یابند۔ بآنچہ در خیال شما کمال قرار گرفتہ تکیہ بآں نکنند کہ اطوار مختلف است۔ بعضے از معانی اَلنِّھَایَۃُ ھُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی البِدَایَۃِ مرجع طور بے تکلفاں و عوام روشن است و ہم چنیں اگر در خاطر آید کہ اہلِ ارشاد را کشف و الہام می باید آں نیز اصلے ندارد۔ اہلِ ارشاد بعد از فنا و بقا مظہر اسم العلیم والحکیم والمتکلّم می باید کہ باشند چنانچہ در کتب آئمہ طریقت مقرر است و ہم چنیں ہمیشہ خود را نیازمند و مستفید بداریدا حتیاج

مسترشد بمرشد ہمیشہ است و آنکہ می گوئیند اکنوں حاجت فلاں از مرشد برخاست ۔ ایں معنی دارد کہ قائم بنور اصل شد ۔ اگر مرشد از میاں برود فتورے باو راہ نمے یابد ؎

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی ۔ کم باید کرد و خشک لب باید بود

وہم چنیں در آدابِ طریقہ عالیہ احراریہ نقشبندیہ چوں کوہ راسخ باشید ۔ زنہار کہ بطریقِ دیگر خلط نکنید و آنکہ از سلاسل مختلف مرید می گیرید ۔ چیزے نیست ہر کہ مرید شما شود ۔ شود ۔ والّا ۔ فلاں تعلیم و تلقین منحصر در طریقِ نقشبندیہ سازید ۔ نان دیگرے خوردن و دُعائے دیگرے کردن بسیار بے فائدہ است شخصے نور نقشبندیہ از شما گیرد و متوجہ شطاریہ باشد چہ مزہ دارد ۔ دیگر مرید کالمیّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ مے باید کہ آنکہ خودش گوید کہ مرا تعلیم فلاں شغل بدہید ۔ بغایت قبیح است زبالوں ایں چنیں خود روی خوشتر ؎

جملہ سرِ خواص و سرِ عوام ۔ گفتہ شد و السّلام والاکرام

ایضاً بہ میاں شیخ تاج الدین نوشتہ اند ۔

۷۵ ۔ دوام وضو و دوام شکر وضو و احتیاط لقمہ و اجتناب از معاصی بالکلیۃ از غیبت و سخن چینی و تحقیر بندہ مومن از آزاد و بندہ و بغض و کینہ مومنے و غضب و سختی بر زیر دستاں از لوازم است و اساس ایں کار است ۔ بے ایں ہا کار محکم نمی شود و امّا اگر دریں امور احیاناً فتورے برود ترک ایں کار نکنند بلکہ بتوبہ و استغفار متوسل شدہ دراز و یاد ایں کار کوشند تا بحکم اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ صفائی تمام روئے نماید انشاء اللہ تعالیٰ والسّلام والاکرام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

(در نیازمندی و شکستگی خود بجانب پیرزادہ جناب خواجہ ابو القاسم سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ بودند)

۷۶ ۔ بہ پیرزادہ ابو القاسم ۔ دُور افتادہ گرفتار محمد الباقی بعرض ملازمان آستانہ ولایت می رساند کہ ہوائے خاک بوسی آں منبعِ سعادت و اقبال بسیار است لیکن کثرتِ علائق و ضعف قوائے جسمانیہ سدِ عظیم شدہ بحال آنکہ بہ ہیچ طرفے رفتہ نشود نماندہ ۔ آرے کرم الٰہی بعنایت برگزیدگان (او) باقی است ۔ اِنَّہٗ علیٰ کل شیءٍ قدیر ۔ بہر حال امید آن است کہ در سلک ملازمان خود داشتہ بتوجہی

امداد می فرموده باشند۔ دریچہ سعادت وارادت خوہماں درگاہ امیدانم حضرت ایشاں قدس اللہ تعالیٰ سرۂ ایں گدائے بے حاصل را خود بخود قبول فرمودہ بودند۔ چنانچہ در اوّل وسیلہ طلب والتماس ہم درمیاں نبود۔ اکنوں ازیں آستانہ ہم ہمیں چشم داشت است۔

ترا ہست دستِ تصرّف دراز | مگیر از سرِ غائباں دست باز
مرادستِ ہمّت بفتراک تست | سرم گر بگردوں رسد خاک تست

زیادہ چہ زبان درازی کند۔ الحمد للہ اوّلاً وآخراً۔

(ایں کتابت در جواب عریضہ مخدومی ملاذی استاذی میاں شیخ احمد ادام اللہ برکاتہٗ صادر شدہ بود)

۸۔ بہ شیخ احمد سرہندیؒ۔ در مکتوب سیوم مرقوم بود کہ توجہ بجہت دفع بعضے از امراض و شدائد آیا مشروط است بسبق علم بمرضی بودن او یا نہ۔

مخفی نماند کہ توجہ فعلے است از افعال اختیاریہ و فعل اختیاری یا مرضی است یا نامرضی یا مباح بر توجہی۔ کہ متوجہ الیہ اش از امورِ نامرضیہ است۔ بے شک آں توجہ نامرضی است و ہر توجہے کہ متوجہ الیہ اش از امورِ مباحہ است۔ آں توجہ از مباحات است لیکن نسبت بعرفا شوء ادب است۔ چہ حق سبحانہٗ را تابع خود ساختن است و از امر فاتخذہ وکیلا۔ برآمدن لہٰذا جمع از عرفا ترکِ تصرّف نمودہ اند و خود را در مقامِ عجز فرد گذاشتہ کالمسحود الشبلی۔

ایں طبقہ گاہے بہ نیابتِ نبی یا رسولے بجہتِ اثباتِ معجزۂ آں نبی یا رسول تصرّف می نمائند و مثلِ ہماں معجزہ را بظہور می آرند۔ و ہرگاہ معرفت علو یافت عاجز محض می شوند۔ اسم ترک از ایشاں بوجی رفتہ و اگر تصرّفے از ایشاں بظہور می رسد امراً و جبراً است۔ چنانچہ از اطوار حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مفہوم می شود چہ باطن مبارک ایشاں کہ از مظہر خاص ارادۂ الہٰیہ بود بہ نحوِ است متوجہ امرے می شد و بقوتِ قاہرہ رفع آں می کرد و خود نیز می فرمودند کہ وائے بر آں روزے کہ دلِ من در پیش یکے راست بایستادہ و سخناں دیگر ہم ازیں صریح تر است۔ چنانچہ اہل تتبع کلمات ایشاں را ظاہر است و شیخ بزرگ در کتاب فصوص خود را در درجہ

تابیہ میگویند ومقام ابوالمسعود را فی الجملہ نقصے می نہد۔ بر سرِ سخن رویم و ہر توجہی کہ متوجہ الیہ اش از امورِ مرضیہ است سَوَاءٌ اَظْھَرَتْ مَرْضِیَۃً فِی الشَّرِیْعَۃِ اَوْفِی اَلْکَشْفِ الصَّرِیْحِ الصحیح فالتوجہ الذی نحن فی بیانہ وھو جمع الھمّ الذی یعبر بالھمۃ امر آخر یحتاج بعلم اخر انّہ مرضی ام لا از سخناں حضرت ایشاں چناں معلوم می شود کہ مرضی است وہم چنیں تصرف یا ترک التصرف بجہت اثبات معجزہ فی الجملہ تائید ایں می کنید۔ قال رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِذا امرتکم بامرٍ فافعلوا منہٗ ما استطعتم۔ اگر گفتہ شود کہ انبیا صلوٰت الرّحمٰن علیہم باوجود ہٰذہ الاستطاعت وامر جہاد واعلائے کلمۃ الحق چوں در مقامِ تصرّف نمی آمدند گویم وما علی الرّسول الّا البلاغ عذر آں می خواہد ایشاں مامور بودند بنفس جہاد واعلائے کلمۃ الحق از طریقہ مشروعہ نہ بطریقِ تصرّف۔ ایشاں از اہلِ عجز اندنہ از اہلِ تصرّف نمے بینی کہ لُوط علیہ السّلام طلبِ ہمّت کردہ در آنجا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ می گوید لو ان لی بکم قوۃ۔ کما قال صاحب الفصوص رضی اللہ عنہ۔ ہرگاہ امرِ الٰہی می شود بجہت امر قوّت وہمّت ظہور می کند۔ در آں وقت معنی فافعلوا منہ ما استطعتم جاری می شود پس اہلِ ہمّت را حکمِ اتباع انبیا صرفِ ہمت در مرضیات مرضی است وترکِ آں نامرضی۔ باز بر سرِ سخن رویم و ہر توجہے کہ متوجہ اش از امورِ مشتبہ است اعنی معلوم نیست کہ مرضی است یا نامرضی است۔ چنانچہ سوالِ شما در مثل آں مادہ است آنجا بہمت وتوجہ دلیری نباید کرد بل دُعا باید کرد۔ آں ہم باسم ذات مثل یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم اگر مرضی است مستجاب خواہد شد والا رفع درجہ یا کفارت سیۂ خواہد شد۔ عالم بخواص اسمار امناسب نیست کہ در ایں چنیں مادہ دعوت باسم بکند۔ امّا سوال آنکہ بعد از تحقق حضور مرطالیاں را از ذکر باز داشتن و امر بہ نگہداشتن حضور کردن لازم است یا نہ۔ مخفی نخواہد بود کہ جمع حضور با ذکر احکم و اوثق است ذکر از جمعے کہ سببِ فتورِ حضور ایشاں شود ممنوع است وہم چنیں در وقتِ کسالت و سآمتِ نفس ممنوع است حضور ذکر روح است و تصحیح حروف ذکر کہ در جہ اخفا است علےٰ القول الاصح فی المنفرد عند ائمۃ الحنفیہ نصیب خیال دنفس وزبان است چہ زبان نیز در وقت نگہداشت بے حرکتے نیست۔ کما ظھر علیٰ اھل الشعور و حقیقت ذکر آں است کہ آدمی بہ جمیع اجزائش ذاکر باشد تا اسم ذکر براں حقیقت جامعہ تواں نہاد۔ و در حدیث الا انبئکم بخیر اعمالکم

ذکر

حقیقتِ ذکر

(الحدیث) اشارت بایں ذکر است کما فی کتاب الفصوص اما سوال آنکہ در فقرات خواجۂ ما مذکور است کہ اہلِ صحبت را آخر بذکر امر می کنند کہ بعضے مقاصد ہست کہ بے آں میسّر نیست۔ آں مقاصد چیست و بچہ وقت امر بذکر می باید کرد۔ مخفی نماند کہ وقت امر بذکر وقت ظہور حضور است و وقت ظہور حضور وقت بہ تکلف آمدن رابطہ است و نتیجۂ ذکر فنائے حقیقی و ظہور اذکر کہ۔ و آنچہ بعد ایں است از حقائق و معارف و مراد از ذکر لا الٰہ الا اللہ کما ھو الظاھر من طریقتھم تواند بود کہ در اثنائے رابطہ یا توجہ ذکرے از اذکار بطریق انعکاس از باطن مرشد بباطن سالک بتابد خواہ ذکر قلبی و خواہ ذکر روحی۔ وھو المعارف وھو عین النتیجۃ کما شاھدتم خیر مرۃ و اگر صحبت و رابطہ منتہی بایں قسم چیزے شود۔ بازنفی و اثبات در کار است رفیع الدرجات۔ گاہ باشد کہ کشف نیز منجر بایں سیر شود از جہت ظہور مرتبہ فوق اذا اراد اللہ شیئًا ھیأ لہ اسبابہ بالجملہ طلب می باید من قرع باب الکریم و لج و لج مقرر است کہ ہمت را اثرہاست و آنچہ در فقرات است کہ بے ذکر نمی شود تواند کہ سیر محبی باشد چہ سیر محبوباں دیگر است

عشقِ محبوباں نہاں است و ستیر — عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

اگرچہ باحقیقت ذکر کہ اعراض و اقبال است دراں سیر ہم درج کردیم لیکن ذکر خفی پوشیدہ است کہ ملک را نیز براں اطلاع نیست۔ ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسہ وھو الحافظ لھذا الذکر وھو الذی یرقبہ بلا واسطۃ وسبب بالتجلی فی الخلوۃ التی لیس فیھا الا ھو وان ذکرنی فی ملاء الملائکۃ او غیرھم من الانس ذکرتہ فی ملاء خیر منہ فان فی ھذہ الملاء نفسہ داخل و فی ملاء الحساب تفنی النفوس بظھور الکبریاء عدم خیریۃ الملاء بالنسبۃ الی ملاء آخر لا ینافی خیریۃ بعض اجزاء الملاء النازل بالنسبۃ الی اجزاء الخیر۔ برسر سخن رویم ترقی در ذکر نفسی است و بس علیٰ ما بیّنا۔ و ہر ذکر ملائے کہ خالی از ذکر نفسی است درجہ بیش ندارد۔

صاحب دردے و سوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بحث نماں مے باید

اما سوال آنکہ بعض از طالبان اظہارِ طلب طریقہ می کنند لیکن در لقمہ احتیاط نمی کنند الی آخرہ۔ مخفی نماند کہ پیش ازیں در خاطرِ فقیر ایں معنی خطور می کرد کہ دریں باب وسعتے کردہ شود۔ اکنوں نیک افتاد وہر کہ می تواند رعایت احتیاط کرد و تقصیر نکند و نسبت باد شما نیز مبالغہ نمائید مبادا کہ از اہمال و مساہلِ دیگراں مساہلِ در ہمہ راہ یابد البتہ دریں باب مساہلہ نکنید کہ رعایت طریق جذبہ بے ایں روش تمام نمی شود وجمعے کہ رعائت نمی توانند کرد در باب ایشاں مسامحہ بکنید لیکن در حدودِ شرعیہ باشند آں نکنند کہ ہر چہ از حلال و حرام یا بند بخورند و ہیچ باک ندارند نعوذ باللہ منہا۔ اگر کسے ہم چنیں باشد ملاحظہ معنی اللہ حاضر می فرمائید تا باید شد و ملازمت شما خجل شود۔ وازاں معنی باز ایستد در اثنائے آمد و شد و رمذمت لقمۂ حرام و بے خاصیتے آں سخن کنید و اگر ایں چنیں بے باک است لیکن مستعد تیز رفتہ است می تواں باوجود آں خرابی طریقہ گفت امید کہ خود متنبہ شود۔ و اگر نشود بعد ازاں کہ او را یقینی بایں طریق پیدا شد و فی الجملہ نسبتے بدست آورد سلب نسبتش کنید تا شامتِ لقمہ را بدریا بد الغرض تا توانید مظہرِ رحمت باشید و فائدہ بخلقِ خدا برسانید اگر جمعے میخواہند کہ مجرد استناد بایں طریق پیدا کنند مصافحہ و معاہدہ کنید را و عہد کنند بر متابعتِ شریعت و حفظِ عقیدت از کدورت ہوا و بدعت و شما عہد کنید بر ثواب و نجاتِ آخرت۔ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما۔ اگر شجرہ طلب کنند نامہائے مشائخ را تا حضرت مولانا نوشتہ بدہید تا یاد گیرند ما را از خرابی خود شرم می آید کہ نام ما در سلک خواجہا در آید گاہے برائے توفیق ما فاتحہ خوانید ایں جماعہ کہ مصافحہ خواہند کرد اگر توانند دوازدہ رکعت تہجد و چہار رکعت بدو سلام اشراق و دوازدہ رکعت چاشت و چہار رکعت سنتِ عصر و بعد از سنّت مغرب چہار رکعت نفل بدو سلام بکنند و دو رکعت تحیۃ مسجد ہر گاہ کہ در مسجد در آئند و بنشینند مگر آنکہ بعد از طلوع آفتاب و بعد عصر در آئند و دو رکعت شکر وضو ہر گاہ وضو کنند الا ہماں دو وقت۔ و دوام وضو رعایت کنند ازیں جملہ آں قدر کہ توانند بکنند و اگر ہمہ را کنند بہتر و کامل تر و اگر حق سبحانہ توفیق زیادہ بدہد ہمیں نمازہا را خصوصاً نمازِ شب را بہ تطویل قرأت دراز بکنند۔ اگر سورۂ طویلہ یاد نداشتہ باشند سورۂ اخلاص را چنداں کہ توانند تکرار کنند۔ اگر فراغ و نخوت باشد ایستادہ و الا نشستہ نماز را بملالت و کسل جمع نکنند و دو رکعت آخر اشراق را بہ نیت استخارہ جمع بکنند و دعائے استخارہ تا اللھم ان

کنت نعلم بخوانند و بجائے آخر دعا اللّٰھم انی لا املك لنفسی ضرا ولا نفعا ولا موتا و لا حیوۃ ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا ان اتقی الا ما وقیتنی اللّٰھم وفقنی لما تحب وترضیٰ من القول والعمل فی یسر وعافیۃ اللّٰھم خرلی واختر لی ولا تکلنی الیٰ اختیاری طرفۃ عین ولا اقل من ذلك اللّٰھم اجعل الخیرۃ فی کل قول وعمل اریدہ فی ھذا الیوم واللیلۃ الی تلك الوقت بخوانند و عید ماثورہ صحیحہ کہ بعد از فرائض در کتب صحاح مقرر شدہ آنچہ توانند و ہر دعائیکہ در وقت کتب صحاح مقرر شد بخوانند و از نوافل صیام آنچہ پیش علما مستحب است از صوم دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ ولیکن جمعہ را تنہا نہ و از صوم ایام بیض و از صوم سہ روز از اوّل ہر ماہے الا شوال آں قدر کہ توانند بر آرند والسلام و الاکرام

حدیث فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ را بعض از علماء دلیل جواز جہر و دلیل خیریت ملائکہ بر آدمی داشتہ اند کما ھو الظاہر لیکن اگر مراد از ذکر نماز باشد و از ذکر ملائے قرآت جہر باشد کما اشار الشیخ رحمہ اللہ عنہ فی صلوۃ الاستسقاء فی الفتوحات المکیہ لا یلزم شیٔ منھما اما الاول فظاھر وکذا الثانی فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن ماموما اصلا لیکن مذہب شیخ فضل ملاء اعلیٰ است بر خواص بشر وھو راجع الی فضل ولایۃ الخاصۃ ای الوقت الذی لا یسع فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل الی الولایۃ مع النبوۃ مع ان الفضل الجامعیۃ مسلم فالولی المستھلك فی زمرۃ المھیمین من الملاء الاعلیٰ والبشر اسم الجامع المتران المراد من الخواص الرسل وعامۃ العلماء یفضلون خواص البشر علی الخواص من الملك وھم رسلھم ھذا متفق علیہ بین الشیخ والجمھور فافھم مقامے نوشتہ بودند کہ رسیدم و مخصوص بحضرت ختم الخلافۃ یافتم مارا دراں دو شبہ است یکے آنکہ دراوّل خود را نامناسب می یافتند بعد ازاں بتدریج می رفتند و متصل شدند دریں میاں ترقی در کدام جہت شد کہ سبب وصول شد اگر جہت جذبہ راحی گویند ظن این است کہ جہت پیش ازیں مقام تمام شدہ بود و صفاء غلبہ مشہود سبب رسیدن آں مقام نیست۔ چنانچہ خود اشارت کردہ اند

کہ آں مقام مجذوب سلوک تمام کردہ است واگر جہت سلوک رامی گویند می بائست دریافت کہ چہ صفت بدست آمد کہ آں مقام پیدا شد۔ شبہ دیگر آنکہ چوں تواند کہ آں مقام دیگرے را نباشد اقطاب وقت راکہ در ہر وقت سند زمان اند در جہت جذبہ یا سلوک چوں نقص باشد بارے رجال آں مقام را واہل قوام اورا وفرد اورا ونا مناسباں اورا بہ تمام بنویسند شاید امرے مشخص شود۔ می دانم کہ ما را مناسب نیست بآں مقام بارے بہ نویسند کہ عدم مناسبت چہ نوع است دیگر مکرّر توجہ نمائند بہ بینند کہ ترک مشغول ساختن مردم نسبت بما مرضی است یا نہ؟

ایضاً ایں جماعت کہ مصاحب مانند ایشاں را نیز در صحبت دیگراں فرستیم دخود مجرد باشیم مرضی ہست یا نہ اندیشۂ بادشاہ را در خاطر نیارند۔ غرض دیگر داریم الّبتہ مکرّر در اوقات نیک توجہ نمائند بدست معتمدے نوشتہ فرستند۔ اگر شیخ نور بہ نقطۂ فوق رسیدہ باشد۔ شیخ نور بیاید و دیگر اسرار محفوظ دارند چنانچہ خصوصیّت آں مقام را نسبت بحضرت ختم الخلافت اظہار نکنند مردم در غلط می افتند سبب فساد عقیدہ می شود والسّلام

ایں رقعہ بہ یکے از خادماں کہ او را بملازمت مہجور کردہ بخدمت دو یدن مشائخ عہد فرستادہ بودند وامر فرمودہ بودند کہ اختیار خدمت ہر یک از مشائخ دیگر کہ خواہد بکند وایں درماندہ بحض ضرورت امر اختیار ایں سفر کردہ بود وبے اجازت بوطن اقامت مراجعت نمی توانست نمود باو نوشتہ بودند۔

۹۔ بہ یکے از خادمانِ مہجور بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز السامی در ہدایت حال بملازمت عزیزی بہ طلب مقصود حقیقی رفتہ بود آں عزیز فرمودہ کہ آنچہ تو مے طلبی در قدم اوّل گذاشتہ آمدۂ ہماناں کہ حضرت سلطان را بخدمت والدہ امر کردہ بودند بارے بہرحال العود احمد شما را نیز بمتابعت آں قافلہ سالار شطار طریق مراجعت می باید نمود شاید مشابہت صورت منتج مناسبت معنوی شود حقیقت معیت حق ومشمول وجود مطلق آشکارا گردد ؎

ہیچو نابینا مبر ہر سوئے دست
با تو در زیر گلم است آنچہ ہست

بیکے از طالبان کہ بواسطہ شغل کسب باسباب معیشت شغل باطنی بفرمودند واو مستدعی می بود این رقعہ باو نوشتہ بودند۔

۱۰۔ بہ یکے از طالبان محبت نامہ کہ دریں ولا مرسل بود مطالعہ نمودہ شد موفق باشند حق تعالےٰ وردخود کرامت فرماید آنچہ درباب طلب مشغولے مرقوم بود بالفعل برہماں چہ مقرر شدہ باشند ہفتاد ہزار بار ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ در مدت یک ماہ یا کم یا بیش نیک است مدار بر رابطہ وصدق اعتقاد است انشاء اللہ تعالےٰ آثار گسستگی وبے تعلقی روئے نمودہ مقصود بحصول پیوندد اکابر فرمودہ اند کہ روئے دل از دشمن برگیر دوست طلبیدن چہ حاجت والسلام

۱۱۔ درمیان شب خواہ در ثلث آخر خواہ در نصف آخر وخواہ در ثلثین آخر وخواہ در ربعین میانہ از خواب برخاستہ ہر دو دست خود را بر دو چشم خود مالیدہ بر ذکرے از اذکار مشغول شوند خواہ تسبیح خواہ تہلیل خواہ تکبیر خواہ آیتے از آیات قرآنی اگر آیت اِنَّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار تا آخر بخوانند بہتر چہ سنت است بعد ازاں دو رکعت شکر وضو گزارد دعائے جامع مثل رَبّنا آتنا فی الدّنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار یا دعائے دیگر از ادعیہ ماثورہ لیکن دعا را مسبوق بتحمید وثنائے الٰہی وصلوٰۃ ودرود حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات بکند بعد ازاں دوازدہ رکعت تہجد بشش سلام بگزارد۔ نہایتش این است اقلش دو رکعت یا چہار رکعت اگر کبر سن یا ضعفے باشد بکند بعد از فراغ نماز کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ را آہستہ چنانچہ خود نیز نشنود بگوید لیکن در اثنائے گفتن حق را جل جلالہ حاضر داند چنانچہ گوئیا مے بیند چہ حق از رگ گردن ہر کس باں کس نزدیک است ومعنی کلمہ لا متصرف الا اللہ باندیشد چنداں کہ تواند تکرار این سبق نماید وچناں اعتقاد کند کہ در ہر نفس از سر ایمان آورد قال اللہ تعالیٰ وتبارک یاایھا الذین آمنوا آمِنُوْا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جددوا ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ۔ چوں نماز فجر بکند باز بہماں تکرار خود مشغول شود۔ تا آفتاب مقدار یک نیزہ برآید۔ چہار رکعت اشراق بدو سلام ادا کند۔ اگر حق تعالےٰ توفیق بدہد کہ تمام اوقات خود را مصروف این طریق بدارد واسطہ

فیوضِ عظیمہ خواہد بود وَمَنْ قرع باب الکریم ولّج لج ؎

اگر تو پاس داری پاس انفاس

بسُلطانی رسانندت ازیں پاس

وَالسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

۱۲۔ بہ شیخ تاج الدین ۔ دماغ خشکے شمارا کہ در باب شیخ ابابکر نمودہ بودند ۔ خواندیم ۔ ایں نوع چیزہا مناسب مقامِ شفقت و کارشناسی نیست ۔ اولیاء از کبائر محفوظ نیستند ۔ نامرادِ بے چارہ کہ روزے چند سلوک طریق تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم شد ۔ تا خلافِ چشم داشت از وظاہر نشود خصوصاً گر اصل دیوانہ و منحرف العقل باشد ۔ استقامت صفات از وے باید چشم داشت ، اگرچہ بولایت برسد ۔ خدا داند دراں وقت چہ نامعقول معقول او شدہ باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیدہ باشد ۔ کارخانۂ دیوانہا دیگر ست نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور مے باید داشت و نظر بر فاعلِ حقیقی باید کرد بل معیت وجود را باید دید ادب شناخت این است نفوس مختلف اند بعضے امّارہ و بعضے مطمئنہ و بعضے درمیان کہ آں را لوامہ می گویند ۔ آں ہم اگر از ذوی العقول باشد ۔ مطمئنہ نفوس اولیاء است ۔ اربابِ نفوس امّارہ را نیز معذوری باید داشت بل بنظرِ لطف باید دید در ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل بکار باید برد طعن اہلِ سنبھل را نیز انکاری باید کرد ۔ بل بنظرِ ترحم در ایشاں باید دید کہ از استقامت عقل برآمدہ اند وشیوہ نفوس را فراموش کردہ اگر عاجزے یک گناہ بکند حکم بر بطلان او چرا کنند و مجموع امور او را بہ تلبیس چرا حکم فرمایند الحمد للہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیا است ما خود در ظہور ایں امور طریق دیگر داریم ہرگاہ ملامتے می رسد در خود مے نگریم و یک بدصفتے در خود مے یابیم و ایں اشارت را مواعظ غیبی میدانیم چنانچہ دریں مادہ نیز در خود نفاق ہا و تلبیسات یافتیم و التجا بحضرت کردیم او برویم انشاء اللہ مرتفع شود بارے بگوئید کہ از شنیدن ملامت سنبھلیاں چہ ضرر لاحق خواہد شد عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائے توجہ بر طرف خواہد شد یا ردّ درگاہ خدا ونبی خواہد شد چہ خواہد شد ۔

ع معشوقہ ترا او بود سرِ عالم خاک

والسّلام

۱۳۔ حق سبحانہ و تعالےٰ دریچہ کرم و راہ سعادت مفتوح دارد سعادت در انقیاد احکام شرعیہ است و قوی ترین سببے در تحصیل انقیاد محبت خدا و رسول است ۔ وسیلہ در رسیدن سعادت محبت خدا و رسول محبت و خدمتِ دوستان حق است ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

۱۴۔ وفقک اللہ تعالےٰ آنکہ صور موجودات یک موجود می نماید سہل است لیکن مبشر است بظہور داللہ من ورائہم محیط ۔ انشاء اللہ تعالےٰ ظہور کند و آنکہ جز محبت حق تعالےٰ باقی نمی ماند نیک است ، مبشر است بفناء و استہلاک در انوار ذات رزقک اللہ ۔ لیکن دریافت ایں کہ جز محنت باقی نماندہ دشوار است و ہرگاہ محقق شد کہ جز محبت حق سبحانہ ہیچ باقی نماند و ایں معنی غلبہ کرد و بے شعور مطلق ساخت نوعے از فنا است ۔ مبارک است مبشر است بظہور سعادت وصول ۔ لیکن فہم ایں و تحقیقش بغائت دشوار است صور شبیہ بسیار دارد و بالفعل غائت اہتمام مرعی باید داشت و بکار باید کوشید ۔ بعد از ملاقات تحقیق خواہم کرد ۔ دیگر بر تقدیر و بہ تقدیر وصول نیز سعی بلیغ باید نمود کہ انوارِ الٰہیہ بے شمار است ہمت را پست نباید داشت ۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

ایں رقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند ۔

۱۵۔ کتابت کہ ارسال داشتہ بودند رسید و آنچہ از کشوف مذکور بود طریق آں بغایت مرضی و صحیح و مستقیم و مستحسن است ۔ چوں ایں طریقہ شما بر نہجے واقع شدہ کہ بے قول و زباں چیزہا مکشوف می شود چہ حاجت است کہ بیاں ہمہ وجوہ نمودہ شود ۔ انشاء اللہ تعالےٰ بعد از ملاقات آنچہ باید گفت بحضور گفتہ خواہد شد ۔ ہرگاہ استخارہ کنند و ظاہر شود کہ البتہ باید آمد بیایند والا فلا ۔ الحمد للہ علی الاحسان ۔ دیگر ضعف ما بغائت قوی است و لہذا جواب مکتوب اوّل نوشتہ نہ شد یاراں ایں جائے یک نوع بیکار طور می باشند صحبتے نیست کہ واسطہ سرگرمی شود ۔

ایں رُقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۶۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ ابواب کرم یوماً فیوماً مفتوح باد کتابتے کہ مشتمل بر وقائع و احوال بود رسید فرصت مطالعہ و تحقیق نہ شد انشاء اللہ العزیز بعد از تحقیق چیزے نوشتہ خواہد شد۔ آنچہ در نظر اجمالے در آمدہ خود نیک است تعبیر جامہ پارہ و شخص و پوست اگر بعین ثابتہ و تعین در مرتبہ وجوب باشد بسیار نیک است مرتبہ وجوب ہماں وجہ خاص است تعین حادث از انعکاس عین ثابتہ بظاہر وجود برزخی است بین الوجود والعدم وھما الظاھر والباطن کالنسبۃ بین الطرفین فالممکن ھو التعین الخارج الذی ھو من المعقولات الثانویۃ والمعقول الثانوی ایضا برزخ بین الوجود والعدم فان لہ من وجہ تعلقاً بالوجود ومن وجہ تعلقاً بالعدم۔

اما آنچہ خود نوشتہ کہ آں جامہ پارہ را عین ثابتہ خود تعبیر کردہ و آں پوست را کہ آخر خود را ہماں یافتہ اید و آں جامہ را از خود بیگانہ اشارت برزخیہ داشتہ اید۔ خالی از تکلفے نیست آرے شما خود برزخ مذکور کہ غیر آں است کہ ما نوشتہ ایم شدہ اید و اتصال بآں یافتہ لیکن بیگانگی آں جامہ پارہ ازاں جملہ بعید است۔ بارے بہر حال نیک است و آنچہ در رسالہ سلسلۃ الاحرار در برزخ بین الوجود والعدم نوشتہ ایم غیر اینہا است ان شاء اللہ العزیز بتفصیل کتابت اول و آخر را جوابے خواہم نوشت۔ سفر در وطن را رعائت بسیار بکنید کہ تحصیل مقامات سلوک پُر ضروری است۔ مولانا عبد الہادی را دریں چند روز بجانب خانہ اش بفرستید تا والدۂ خود را ببیند کہ می گویند بسیار دلگیر است بعد از تسلی والدۂ خود باز پیش بر ود و محمد صادق باہمہ دوستاں بدعا مخصوص اند

ایضاً بجناب شیخ احمد سرہندی بقلم مشکین رقم صادر شد۔

۱۷۔ ابقاکم اللہ تعالیٰ۔ خدمت میاں صدر جہاں استدعائے تعلیم ذکر و مراقبہ کردند تعلیم ذکر کردہ شد۔ چوں مراقبہ خاصہ ایں طبقہ از مقولہ درس و بیاں نیست و ایشاں ارادہ ہماں داشتند مصلحت چناں دید کہ در خدمت شما تصحیح آں نمائند حصول آں بے ظہور تصرف متعذر است انشاء اللہ تعالیٰ بوجہ اتم ظاہر شود۔ دریں اوقات ضعف کاتب قوی است فرصت صحبت

سر و برگ توجہ نماندہ شما نیز بعد از استخارہ بیائید چنانچہ پیش ازیں مرقوم بود کہ اگر البتہ باید امد۔ بیائید و الافلا۔ شاہ حسین نیز ہماں نوع کند والدعا

۱۸۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ میاں شیخ محمد در خدمت شما خواہند بود ملتفت باشند و بر آنچہ لائق بحال ایشاں است امر نمائید جناب حاجی عبد العزیز دعا گفتند بعز اجابت مقرون باد محمد صادق و محمد سعید و سائر اعزہ دعا قبول نمائید۔ والدعا

مکتوب مرغوب بجناب شیخ الہداد رقم فرمودند۔

۱۹۔ بہ شیخ الہداد۔ جناب مخدومی میاں شیخ الہداد سالم و غانم در سیر و سلوک باشند سیر فی اللہ را الحقیقت آنہا دارند کہ بعد از تحصیل جذبہ و استہلاک در معنی کہ مستفاد است از نحن اقرب بدو فیض الٰہی تزکیہ نفس می یابند و از جانب دیگر محل ظہور اعتبارات حقیقت می شوند از حال ایناں بجز ہم سبقاں نیز ہوش و استادانِ حاذق باخبر نیستند اولیائی تحت قبائی لایعرفہم غیری علی روایۃ من قرء بیاء النسبۃ بارے ایں قدر می دانیم کہ سلطان اہلِ طریقت و گنجور گنج حقیقت قطب ارشاد و پیر آگاہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز در فقرات فرمودہ اند کہ اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوات أتمہا و اعتقاد اہل سنت و الجماعت و نسبتِ باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است چہ دنیا و چہ آخرت دیدار نشار آخر صورت ایں نسبت است چنانچہ بہشت صوری صورت اعمال صوری است والسلام

یکے از مخدوم زادہ ایں سلسلہ شریفہ کہ بجانب ولایت بود بقلم مشکیں رقم قلمی فرمودہ بودند نامِ او معلوم نیست۔

۲۰۔ یکے از مخدوم زادہائے ایں سلسلہ۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ از جمیع نا بایستنی ہا محفوظ و مصون دارد و خاطر مبارک متفرق نباشد۔ بدو ارواح طیبہ اکابر کلفتے روئے نخواہد داد۔ آنچہ می باید آن است کہ قصداً و اختیاراً در امکنہ خبیثہ نمی باید در آمد باقی مجموع امور از آفات محفوظ

خواہد بود۔ظاہر است کہ اعتمادِ کلّی بہمت حضرات خواجگاں خواہد بود۔ این کمترین مرید ان نیز دریں معنی موافقت خواہد نمود و از اں برگزیدگاں التماس لطف خواہد نمود وظیفہ خدمت آں بود کہ در ملازمت مولانا ترسول بشرفِ ملازمت می رسید لیکن خدا علیم است کہ ضعفِ جسمانی سدِّ راہ است۔ اگرچہ بعضے از موانع دیگر نیز ہست۔ باری اگر خواست الٰہی باشد و رفع موانع شود بجان و دل متوجہ خدمت خواہد شد مخدوم زادہ برخوردار بندگی قبول نمائند۔ جناب شیخ ابوالحسن نیز والدِ ما مع الاخلاص۔

۲۱۔ ہماں شکستہ دل و دردمند و مسکینم
ہماں جفاکش و سرورکمند دیرینم

ایں بیت مجملاً مارا از اظہار مخزونات خاطر فارغ ساخت چہ عرض محرومی از وصول بہ مقصد المقاصد وچہ بیاں خار خارچہرۂ دل کہ تفصیل مرتبہ رُوح است وچہ از مہجوری از مقام انس بہ صفات جمیلہ خواہ جمال صوری خواہ جمال معنوی شاہدِ دل را وجوہ بسیار است بہر وجہے مائل مشاہدی است۔ آں لطیفہ روحی است کہ راہ خاص او جز احدیت صرف نیست زندگی و مردگی آدمیاں منوط و مربوط بہ ہمیں رفتار است از محبوباں تفصیلی بندگان درویشی نظر بکرم جوئی و آراستگی و بے عرفی مارا مشتاق خود وارند۔ دُعائے نیازمندانہ قبول نمائند و بتوجہ و فاتحہ مددمی نمودہ باشند۔ مخدومی مولانا محمد صوفی بحقیقتِ اسم خود برسند والسّلام والاکرام۔

۲۲۔ ضیق وقت مانع تمہید مقدمات مخلصانہ شد۔ لاجرم بکوتاہی املا و کمی کاغذ و بے ربطی عبارت راضی گشت چہ سخن ہرگاہ از مرکز خود برآید۔ بر مجموع اسباب آں فتورمی رود و مدعائیکہ از مدرکہ سرمی زند قطب دائرہ ملاحت است خیالی و تکلفی کہ لائق حال اہل آن است آنہا سرانجام آں می توانند داد حال بہ تمام معلوم شما است کہ خلوت خانہ اندیشہ مارا چہ می رود۔ باوجود تفصیل آنرا خود خواہم کرد انشاء اللہ تعالےٰ دریں چند روز بشرفِ ملاقات خواہم رسید والسّلام

۲۳۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ برحمت سابقہ دریابد وبوساطت نگاپوئے صوری ومعنوی حجاب نابود مارا از عابر باید بمنہ وکمال کرمہ وعنایت نامہ نامی مملو از جواہر لطافت رسید دل دراہتزاز و روح در پرواز آمد۔ بیت ؎

زہر نکتہ خرد کامی دگر یافت

زہر خط خاطر آرامی دگر یافت

الحق با ہمہ اجمال وکم سخن نسخہ تفصیل آدمیت بود مقصودِ آفرینش را کہ طلب مقر اصلی وتنفر از اختلاط بہ وحوش صحرائی باز ماندگی باشد باخود داشت حق سبحانہ وتعالےٰ ایں شکستہ پائے زادیۂ سیاہ دلی وکاہلی طبیعے را نیز بایں برساند

ایں کتابت بجناب ملاذی امیدگاہی خدمت شیخ تاج نوشتہ شد۔

۲۴۔ بہ شیخ تاج الدین۔ نیازمند مخلص ومحب مختص دولت خواہ وآرزومندی باشد۔ کرم فرمودہ درباب رفتن باگرہ مشورت کردہ بودند استفت قلبک ولو افتاك المفتون۔ ہر چہ خاطر الہام پذیر بر آں قرار می گیرد صراط مستقیم است۔ باوجود استخارہ طریقہ مسنونہ است و آنکہ از خواب ہائے مختلف غریب مرقوم بود بحسب تجربہ معلوم شدہ کہ گاہے منشاء آں ضعف قوائے جسمانیہ می باشد خصوصاً کہ مردن شخصے دیدہ شود گویا کہ طبیعت خود را دیدہ ایں قدر ہست کہ آں شخص را بحسب طبیعت وضعف مناسبتے بایں راہ دریں وقت پیدا شدہ خدا تعالےٰ درحفظ خود نگہدارد و باکے نخواہد بود و ایضاً بعضے از مقامات را مناسبتے بموت است ہمانا کہ دراں مقام صفت افادہ از اں سالک منعدم می شود مَن زَاد حیًّا ولم یرزق منه شیئًا فکانما زار میتًا شاید بعضے از مناسبت ہا دیگر ہم باشد۔ بارے موت را باآں مقام مناسبتے ہست دیگر ظاہر ایں است کہ بعد از رفتن جماع واقع شدہ باشد و دریں میاں بعضے از ادویہ حارہ نیز خوردہ باشند شک نیست کہ نسبت بمزاج شریف ایں معاملہ واسطہ پریشانی خواب وفراموش کردن آں می شود وہم چنیں واسطہ یک قسم فرود آمدن از استغراق نیز می شدہ باشد وایں ہم سبب خواب پریشاں می باشد انشاء اللہ العزیز خیر باشد ایں مخلص نیز بغایت ضعیف وبے قوت وفسردہ

می باشد۔ طاقت یک ذرّہ نیروئے نماندہ حکیم مطلق کریم و رحیم و وہاب است کارہا بمراد خواہد شد۔ بر مرضیات خود بدارد و بر ہماں بمیراند و در سلک اہل رضا محشور گرداند عنایت نمودہ بودند کہ خبر بسیار است کہ نوشتن آں خالی از خللے نیست۔ التماس آں است کہ بہر تقدیر بقدرے کہ تواں نوشت بنویسند دیگر سیّد بخاری کہ او در ترقی دارد۔ چوں در خدمتِ شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آں چیز دیگر است۔

ع من کیم لیلےٰ و لیلےٰ کیست من

مولانا یعقوب را کہ فرستادہ ایم نیز باں نیّت البتہ خبرے بیارد و اگر مرضی است و خیر است بیارد و الّا فلا۔ و کان ایں معاملہ چنداں گرم نیست نزدیک است کہ سردی تمام رو نماید امّا خدا نگہدارد۔ و الدعا مع الاخلاص اگرچہ تصدیع است لیکن ہرچہ باشد نوشتہ ارسال دارند۔

ایں رقعہ بیکے از طالبان وقت بہ قلم مشکیں رقم اصدار نمودند۔ مراد از یکے طالبانِ وقت نواب مرتضوی انتساب نواب مرتضیٰ خان است

۷۵۔ حق سبحانہ و تعالےٰ بمنتہائے مطالب برساند۔ اہلِ تحقیق می گویند۔ آئینہ مدرک۔ را دو رُو است۔ یک رویش بخلق و دیگر بخالق۔ ہرگاہ کہ رُوئے بخالق است در میاں آید مقصود حاصل است و ایں سعادت در ہر یکے آں می تواند بود۔ مجذوباں سالک بایں طور اند الغرض رشتۂ امید را ہیچ وقتے از دست نمی باید داد۔ بیت ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایں رقعہ بجناب شیخ تاج الدین قلمی فرمودند۔

۷۶۔ بہ شیخ تاج الدین۔ السّلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ جمیع اہل بیت از خورد و بزرگ و سایہ اعزہ در رفاہیت و عافیت باشند مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

اہتمام باید نمود کہ زندگانی جز در مرضیات الٰہی صرف نشود و مابقی زاید و بے اعتبار بل مکروہ و مُردار است۔ حیاتِ صوریہ معلوم است تا چند و ناخواہد کرد۔ اہلِ عقل را فکرِ آں منزل از ضروریات است زیادہ چہ گوید والدعا۔

۷۷۔ حق سبحانہ و تعالیٰ استقامت در کار نصیب کند۔ احتیاط در لقمۂ پراگندہ و اجتناب از ظہورِ صفاتِ نفس مقوی شوق است سعی و کوشش نمائند کہ لقمۂ حرام و مشتبہ خوردہ نشود و صفاتِ ذمیمہ نفسانیہ از غضب و بدخلقی و شہواتِ غیر ضروریہ بظہور نیاید۔ خلاصے از مہلکات جز بحسنِ اختصار و التجا بجناب حق سبحانہ میسّر نیست دائماً متضرع و نیازمند می باید بود و بیش ہر ذرّہ از ذرّات تواضع و فروتنی باید نمود ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق

گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حرکتِ قلبی ہرگاہ بر وفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔ عبارت از ذکر آں گوشت پارہ صنوبرے است آں را نیز ذکر قلبی می گویند و از خیرا اعتبار بیرون است و ذکر قلبی عبارت از حضور و شہود است۔ بجناب حق سبحانہ ہرگاہ ایں معنی دست دہد دل شمارا از خطور اغیار بر ہاند و ذکر را گزاشتہ محافظت او نمائند و ہرگاہ فرو نشیند باز بر سر ذکر او برویدتا زمانیکہ آں دولت ثباتے پیدا کند آں زماں ذکر را با او جمع کردہ منتظر الطاف بے نہایت باشید بعد ازاں رسیدنی است نہ گفتنی و ہرچہ بظہور رسد بہ تفصیل بما بنویسند۔

ایں رقعہ قبل مرض موت کہ امراض مزمنہ غلبہ ہانمودہ بود بجناب ارشاد پناہ مقرب آنحضرت شیخ تاج الدین جیو نوشتہ بودند بجناب مشارٌ الیہ بعد از وصال آنحضرت قدس سرہ رسید۔

۷۸۔ ع نیازمند تو ایم ای نیاز پروردہ

الحمد للہ و المنۃ کہ دریں اوقات در عارضہ سردی یک قسم تخفیفے ہست لیکن گاہ گاہ از حرارت و یبوست دماغی صورت عجب روئے میدہد کہ بتقریر راست نمی آید انشاء اللہ

تعالےٰ واسطۂ خیر باشد و در اوقاتیکہ خوش آید عبودیّت و شکستگی و نیازمندی ہرچہ میسّر شود از حمد و ثنا و استغفار و تسبیح و تہلیل و صلوٰۃ و تلاوت نیک است مگر در غیر تلاوت و صلوٰۃ رعایت اخفا از طریقہ ایں خانوادہ است والسّلام والاکرام

خارے بیکے از اُمرائے مخلص مستعد کتابتے نوشتہ بود ایں امیر مکرر اًعرائض و نیاز ہا بدرگاہِ عالی عرضداشت می نمودہ بود و فرصت جواب نوشتن نشدہ ۔ در لپیت کتابت ہمیں خادم چند کلمہ حسب التماس جمعے از اربابِ حاجت قلمی شدہ بود و بایں تقریب در جواب عرائض مشارٌ الیہ ایں چند سطر شرف ورود یافت ۔ بعد از رسیدن ایں دو سہ سطر مسموع شد کہ در اطوار ایں مستعد مذکور تغیّر بسیار راہ یافت و اثر کرد امید کہ سر رشتۂ آنرا باعمالِ خیر استحکام دادہ باشد تا برکات ایں تصرّف سرمدی کردہ باوجود بمقتضائے رب حامل فقہ الیٰ من ھو افق و بہ توفیق اللہ تعالےٰ درویشے را مصحوب نیاز نامہ خواہد فرستاد و اشارت بروشئے خواہد کرد و انشاءاللہ تعالےٰ موافق اُفتد و درے مفتوح گردد ۔

۲۹ ۔ بہ یکے از امرائے مخلص حضرت واہب العطیات از خزائنہ غیب أضعاف آنچہ دلخواہ دولت خواہان است برساند بمنہ و کمال کرمہ امید می دارد کہ رقیقۂ مناسبتے کہ بجوہر رُوحانیتِ عالی فطرتاں را در حرکت دارد ۔ در عرصۂ شعور بظہور آمدہ وستِ تطاول طبیعت و ہوا را بیکار و کوتاہ دارد ۔ ایں ہا ہمہ عبارت آرائی است ۔ اللّٰھم لا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عین ۔ تمام است ۔ بیت ؎

کےَ بود ما ز ما جُدا ماندہ
من و تو رفتہ و خُدا ماندہ

وانکہ در التفات نامہ قلمے بود کہ ایں بے حاصل مُتصدی شرح طریقے شود کہ موصل بمقصود باشد ہر چند کہ نہ در خورِ حال و مقام من است ۔ بیت ؎

در عشقِ تو معرُوفم از وصلِ تو محرومم
گرگِ دہن آلودہ یوسف ندریدہ

۳۰۔ حق سبحانہ وتعالیٰ براں دارد کہ رضائے او باشد۔ دنیائے دوں خصمی است قدیم ہیچ کس را دو روز بر یک حال نگزاشتہ۔ عاقبت از دوستاں و خویشاں بریدہ قطع دنیائے بے مدار میباید کرد۔ عاقل آن است کہ عمر چند روزہ خود را صرفِ طاعتِ حق کردہ تمام متوجہ دار خلو باشد۔ والسّلام والاکرام

۳۱۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین مسلمانی گردن نہادن است احکام الٰہی را۔

رُباعی

خواہی کہ بصوفی گری از خود برہی

باید کہ ہوا و ہوس از سر بہ نہی

آں چیز کہ داری بکف از کف بدہی

ہر سنگِ بلا کہ بر تو آید نہ جہی

سخن سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ است کہ تصوّف آن است کہ آنچہ در سر داری بنہی و آنچہ در کف داری بدہی و از آنچہ بر تو آید نجہی مسلمان آن است کہ او را در ہر دو سرا جز حق سبحانہ مرادی نباشد۔ والسّلام والاکرام

ایں رقعہ بجناب عالی مرتبت شیخ تاج الدین در اول حال حضرت خواجہ بقلم مشکیں رقم شرف صدور یافت۔

۳۲۔ بہ شیخ تاج الدین۔ بدانکہ سالکِ طریقِ حق را قدمِ اوّل توبہ نصوح است و اعتقاد صحیح و درست بر مذہب اہلِ سنت و جماعت۔ چوں مدار ایں صفت بر علم است پس بر تو باد کہ ملازمت علماء تمام عمل پاکیزہ اعتقاد را بقدرِ حاجت از دست نہ دہی و حتی الامکان تحقیق دین و ملت خود می کردہ باشی مدار ظہور حقیقت بر جذب و کشش الٰہی است و جذب و کشش موقوف است بر آنکہ ترا بوصف محبوبی برگزینند و ایں موہبت علیا مشروط است بہ متابعت سیّد الاوّلین و الآخرین ظاہرًا و باطنًا قال تبارک و تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ دیگر توجہ تام بحضرت او بتوفیقہ باید کہ نفسے از تو بے یاد او نہ بر آید اگر بناگاہ غفلتے رود آنرا گناہ عظیم شمردہ سخت متالم و محزون شوی و دراں حزن بدرگاہ حق بدرفنابالی کہ لوازم بشریت از تو بر گیرد می باید کہ ہمیشہ بصفت عجز و اضطرار بر آئی تا مجیب مضطرین کار تو سازد۔ دیگر بر تو باد کہ بر کسے اعتراض نکنی و آزار خاطر نجوئے و محبت دوستاں حق سعادت عظمیٰ شماری۔ امّا از اختلاط بصوفیاں جاہل احتراز نمائی۔ دیگر از غیر خدا طلب نکنی کہ حجاب بزرگ و سرقوی طلب از غیر اوست۔ ہرگاہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رابگوئی در دل بیندیشی کہ نیست معبودے غیر او۔ بدانکہ ہر چہ محبوب و مقصود تست ہماں معبود تست و ہر چہ ہوائے تست خدائے تست افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ پس می باید کہ در گفتن آں کلمہ صادق باشی و محبت غیر او را بہ تمام از دل بر آری و قبلہ توجہ خود را در ذات الٰہی حصر کنی ؎

یارب ز تو آنچہ من گدا می خواہم
افزوں ز ہزار پادشاہ می خواہم
ہر کس ز در تو حاجتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی می باید کرد بدانکہ با ایں تنزّہ و تقدّس ہر کجا موجود است چہ در عالم معانی و ارواح و چہ در غیر آں مثال و اشباح اوست کہ از اطلاق تنزّل نمودہ۔ پس بر تو باد کہ سعی کنی کہ اوّلاً حضرت خود را در تو یے تو ظاہر سازد تا چوں دراں مقام استقامت بیابی۔ ہم تفصیل او در ہمہ بیبہ ہمہ او را یابی و حق را از باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایاں بے تفرقہ و تمیز ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی

رُباعی

سوفسطائی کہ از خرد بے خبر است
گوید عالم خیالے اندر نظر است
آری عالم ہمیں خیال است ولے
پیوستہ درو حقیقتے جلوہ گر است

لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بہ یکے از مریداں کہ خیلے از عمر صرف خدمتِ ملوک کردہ بود و او را انواع گرفتاریہا و مستی ہا بود صلاح او دریں دیدہ بودند کہ بجلالت و صفتِ قہر تربیت و پرورش فرمائند۔ مدتہا در ذلّت و بے اعتباری از ہر جہت تمام ترمی داشتندش و بظاہر نادر بود کہ باو التفاتے فرمائند بآنکہ در تربیت اکثر مریداں بلکہ ہمہ صفتِ جمال و عنایت غالب بود و ہمیں مخلص بدیں قسم تربیت اختصاص یافت اما بعد سہ چار سال کما ینبغی بحمد اللہ کہ از رعونت ہا و ہستی ہا کہ غایت الغایت قوی بود و ایں مخلص از سعی خود دست شستہ بود و ببرکت الطاف حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ حق سبحانہ خلاصی بخشید و آں مہرہا بانواع الطاف تبدیل یافت چنانکہ در حیز بیاں نیاید ایں رقعہ بآں مخلص نوشتہ شد۔

۳۳۔ بہ یکے از مریدان ۔ حق تعالیٰ از قیدِ ہستی و حجابِ خود پرستی برہاند۔ قوی تریں اسبابِ وصول احتراز و اجتناب از آزاد خاطر اربابِ قلوب است۔ بزرگان فرمودہ اند کہ اگر کسے از عرش بیفتد آں قدر نیست کہ از دلے بیفتد القصہ خوں می باید خورد و تمام ادب باید شد تا طفل نیاز و عجز بظہور آید۔ از پستان مکرمت شیر تربیت در جوش شود۔ بخود سیری و خود مرادی و قلندری کارے پیش نمی رود ۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ چوں خاطر ولی نعمت شما بسیار متوجہ مراجعت شما است البتہ عنانِ عزیمت بگردانید تا نخواہید آمد ما را نخواہند گذاشت ہمیشہ و تکلیف طلب شما خواہم بود

ع بیاو از دلِ من کوہ ہائے غم بردار

زیادہ مبالغہ نرفت ۔ والدّعا۔

ایں رقعہ در فقر و نیستی و ترغیب بعلو ہمت و بندگی نمودن بر وفق شرع شریف و از حال و سکر کہ مانع رعایت شرع باشد جستن مناسب حال طالبے قلمی فرمودہ اند۔

۳۴۔ بہ مناسبِ حال طالبے ۔ چنداں کہ می خواہم کہ خود را در خلوت خانہ فقر و نیستی انگندہ بابود نابود خود بسازم و شکایت گرفتاری و خرابی خود درمیاں نیارم میسّر نمی شود ۔

ع دل ہمی گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

شیریں تر آنکہ مطلبے کہ گریباں گیر طلب و قلق گشتہ از جائے در آمد و بدست نمی آید۔ پیر جام علیہ الرحمۃ می گوید کہ آسودہ ترین خلق در ہر دو سرا غافل چند اند کہ در نفس آخر تائب و موفق میرند خوش گفتہ است۔ اگر طلب حقیقی دراں وقت دامنگیر شاں نشود من کان فی ھٰذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ بارے بہر حال الحمد للہ علی ما انعم

ع بلا و محنت شیریں کہ جز باو نیاسائی

حضرت حق سبحانہ با ور خود بدارد و بہماں درد بیرد و بہماں درد محشور کند ہر چند کہ در نظر باریک بیناں و عالی ہمتاں حقیقت شناس بود و نابود امور یکساں است حقیقت سرد با فقر آرامی است۔ ہر چند کہ نفس و دل را حکم بعد و غفلت گاہ گاہ حرکتے بجہت مقاصد خود می شود و آں حرکت لبسطوت تجلّی ذاتی و ظہور غیب ہویت فرو رفتہ ناچیز می شوند۔

ع صفت مغلوب را ہوئے بسند است

غایۃ الامر بجہت امتثال بعضے از عبادات مامورہ و اخلاص در آں بلکہ بجہت تحصیل تقرد حقیقت بندگی آدمی محتاج است بانکہ یک دفعہ او وبا بائیت او در سطوت تجلّی ذاتی تمام بسوزند چوں اثرے از آثار شعور نماند و فنا و غیبت بکمال خود برسند دراں مقام ایستادن نقص و تعطیل است کار بندگی و عجز و مظہر شیون لامتناہی شدن دارد و البتہ بہر حیلہ خود را در مقام شعور می باید داشت بشرط آنکہ شعور و آگاہی محفوظ باشد سیر فی اللہ بے نہایت است بہ ہیچ وجہ بنقصان راضی نباید شد کہ خلاف مرضی حق است۔ حق تعالے عالی ہمتاں را دوست می دارد۔ والقصہ عبد الوہاب می باید شد عبادت بے غرض و بے عوض می باید کرد۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

امر واجب الامتثال است ہر جا لیے وکما لیکہ ہست و البتہ بمتابعت سیّد الاولین و الآخرین است صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ می گفت کہ بیش من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکان شریعت باشد رضوان اللہ تعالی علیہ این است حق صریح و علم صحیح زیادہ چہ گستاخی کند۔ والسّلام و الاکرام۔

ودراجتناب از آنچه نباید وترحّم برخلق بوجہے کہ مرضی شرع است یکے از سپاہیاں کہ اظہارِ اخلاص می نمود صادر شدہ بود۔

۵۵۔ یکے از سپاہیاں۔ حق جل جلالہ وعمّ نوالہ مقتضی فضل وکرم معاملہ نماید ومحتاجاں را دریوزہ چراغ افروختہ خود راہ مقصود کشاید اِرْحَمْ تُرْحَمْ کلمہ محقّق است فمن یعمل مثقال ذرّۃ خیرًا یّرہ۔ ہرچہ بکاری بدروی مثلے مشہور است ؎

آسائشِ دوگیتی تفسیرِ ایں دوحرف است

بادوستاں تلطّف بادشمناں مدارا

سیاستے کہ بحکمِ شریعتِ غرّا وملّتِ بیضائے محمدیہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ مقرر شدہ خارج ایں حرف است امریست بادوست ودشمن ونفس وغیر کردنی آں سیاست بحقیقت مروت است۔ یکے از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پرسید کہ خُلقِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ حق سبحانہ درقرآن مجید ستائش آں نمودہ کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ چہ بود۔ آں صدّیقہ عارفہ فرمود کہ کان خُلقہ القرآن یعنی ہرکجا کہ بحسبِ قرآن لطف بائستے نمود لطف می نمود و ہرکجا قہر قہر، او بتمام اخلاقِ الٰہیہ بود ؎

بود آئینہ کہ عکس خورشیدِ وجود

جاوید درو بصورتِ اصل نمود

بالجملہ مسلمان می باید شد وبتمام منقادِ فرمانِ الٰہی

ع ایں مشو آں مشو مسلماں شو

واللہ عامع الاخلاص

طالب علمے مسافر التماس نصیحت نمودہ بود از برائے او ایں چند کلمہ را نوشتند وایں طالب علم متوجہ زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفًا وکرامۃً بود۔ درہماں سفر درراہ حضرت مدینہ رحلت نمود۔ وقت مصحوب برقفائے خود نیازمندی کہ نسبت بخادمان ایں درگاہ نمودہ بود ازاں عبارات چناں مفہوم بود کہ ببرکتِ نورانیت ایں سفر مبارک فتذکار محامد علیاحضرت ارشاد پناہی

طالب علم مذکور را رابطۂ عظیم بایں درگاہ حاصل شدہ بود اَللّٰھُمَّ مَتِّعْہُ

۳۶۔ بہ طالب علمے۔ نعوذ باللہ من علم لا ینفع عاقل عاقبت شناس را لازم است کہ تحصیل علومے را کہ عمل بمقتضائے آں ہا فرض است اختیار کردہ عمر صرف تصفیہ دل و تزکیۂ نفس کند کہ حجاب میان بندہ و آفریدگار عز شانہ جز وساوس و خطرات و توجہات بصور اکوان و گرفتاری بہ ہوائے نفس و آرزوئے لا طائل ہیچ نیست۔ حضرت حق عز و اعلیٰ از ہمہ چیز بہ ہمہ چیز نزدیک تر است ؎

او بما از ما بسے نزدیک تر

داند آنکس کو ز خود دارد خبر

باز ماندگی و دُوری از اندیشہائے گوناں گوں است و سرمایہ اندیشہ صفات بشریہ و قوی تریں سببے در تخلیص و تفریغ باطن ازیں ظلمات التفات خاطر برگزیدہ از خود رستہ مظہر ردّ و قبول گشتہ۔ قبولِ او قبول و ردّ او رد باید کہ دریوزۂ دلہائے کنی و بصد عجز و نیاز در ودلی پیش آری ؎ گرد ہر درویش می گرد از گزاف

چوں نشاں یابی بجد میکن طواف

چوں ترا آں چشمِ باطن بیں نبود

گنج مے پندار اندر ہر وجود

وصیّت دیگر آنکہ باہر کہ در باطن او طلب معرفت الٰہی نیست صحبت نداری از علمأ دنیا کہ علم را وسیلہ جاہ و تفاخر و زباں آوری ساختہ اند چناں اجتناب نمائی کہ آدمی از شیر۔ ہموارہ توسل بقربات و عبادات نمودہ و صلوات بر سید کائنات فرستادہ از خدا بخواہی کہ آرزوئے غیر نخورا از دل تو برآوردہ صورت لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار بظہور رساند۔

؎ کاریکہ درو منفعتے نیست مکن

یارے کہ درو معرفتے نیست مگیر

والسّلام و الاکرام

رُباعی

۳۷۔ ے افضل دیدی کہ ہرچہ دیدی ہیچ است
وآں جُملہ کہ گفتی وشنیدی ہیچ است

سرتاسر آفاق ودیدی ہیچ است
واں نیز کہ در کنج خریدی ہیچ است

ایں رُباعی از فطرتِ عالیہ واِستعدادِ لطیف بظہور رسیدہ۔ نشاءٔ تفریدی از باطنش شعلہ می زند شاعر دریں معنی اصیل بودہ یا مرتبط باصیلے چوں ظہور کلامِ الٰہی درباطن کاتب وحی بہرحال طوبیٰ لہ۔ تفریدے دیدِ جمال اقدس از نعمت جمال است والاّ از نسبت دید جیشتیہ نسبت ۔برہنہ گویم بے تجلّی کنہ ذات صورت نمی بندد۔ہاں تاہرزہ برخود نہ بندی علامت ایں سعادت تبرید دل است از مجموع نعم دنیوی واخروی وگرشنگی وبے نیازی از مجموع احوال و مشاہدات وانجذاب وتعلق دائمی بجناب احدیّت۔آرے وجود تعطش بمشاہدات باوجود نسبت تفرید از سادہ لوحی بجہت ظلم وجہل انسانیہ بظہور می رسد کہ مورث لوک ومکر است یعنی شائد مرادمن ازیں دربرآید ودربستہ من ازاں جانب کشاید یا از نظرِ تلطف محجوب واصطفاء اویا از عالِم اطلاع بحقائق رسد۔ بالجملہ مفرد راازآنچہ دراں است ازاں تنزیہ وانقطاع شرط است اکنوں آمدیم بطریقِ تحصیل ایں سعادتِ عظمیٰ اقرب طرق نیازمندی ودوام ملازمت ورعایت ادب باقصی الغائت نسبت بکسی کہ باطنش توجہ راست بجناب الٰہی پیدا کردہ باشد وخود را وراں توجہ بربادِ دادہ واز توجہ نیز مفلس گشتہ باشد وبعد ازاں تعلم ذکر یا مراقبہ ازاں متمکن عزیز الوجود والسّلام والاکرام

ایں رقعہ بیکے از مریدان مخلص کہ درکسوت تائباں خود رامی گرفت از رُوئے لطف نوشتہ بُودند۔

۳۸۔ بہ یکے از مریدان مخلص۔ از کار رفتہ محمد الباقی عرضداشت می کند کہ خاطر پریشاں راہموارہ نگراں آنجناب دانستہ از حق سبحانہ وتعالےٰ عافیت حقیقی آں حضرت مسألت می نماید باجابت

مقرون گردد امید کہ فضلاً و کرماً ازاں طرف نیز ایں معنی بظہور رسد و تا ہنگام شرف دریافت آگاہان گوشہ خاطر دریغ نباشد مخلص پناہا نفی وجود و بذل روندگاں را دُو بال است کہ بامداد آں در فضائے نیستی طیران کردہ بسوادِ اعظم فقری رسند خوش وقت آنکہ توفیق قبول ایں دو مسافر غیبی پیدا کند والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

ایں رقعہ در مصیبت پرسی یکے از آشنایان قدیم نوشتہ بودند۔

۹۵ حق سبحانہ و تعالیٰ باخود دارد و از اندیشۂ غیر خود رہائی کرامت فرماید الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل ؎ خدا است آنکہ نہ مُرد است وجاوداں جامی

و ماسواہ خیال مزخرف باطل

حقیقت ایمان کندن و پیوستن است ع

یعنی از غیر کنی دل بخدا پیوندی

درویشی ہمانا ایں معنی را از پیر خود سوال کردہ وجواب بقطع ماسوی شنیدہ سکر حال سائیل را برآں آوردہ کہ دربرابر گفتہ کہ پیش ازیں اگر ایں حقیقت رامی شنیدم بتو نیز نمے پیوستم الغرض

؎ تعلق حجاب است و بے حاصلی

چو پیوند ہا بگسلی واصلی

زیادہ چہ گستاخی کردہ شود عذر تقصیر ہر چند کہ در حیز قبول نیفتد ناچار اشارتے بآں می باید کرد خدمت طغائی کہ از بے قوتے وضعف ما باخبر اند و از شیوۂ تکلیف مبرا اند بیان عذر ما خواہند کرد حق علیم است کہ کبر و ہستی و کاہلی و خویشتن داری و عدم اخلاص و حقیقت نا اندیشی مانع نیست۔ والدعا

یکے از علماء مخلص کہ بنا بر ضرورت معیشت بلشکریان ہمراہی اختیار نمودہ بودند دریں عصر دریں ملک ہند تحصیل معیشت بے ایں چنیں صورتے مشکل بود و ترک ایں علاقہ در نظر عقول ز مانیاں مستبعد بل محال می نمود عالم مذکور خواست کہ ترک اسباب معیشت نماید و باایں

آستان را ستاں رجوع کنند و آں سپاہیے کہ ہمراہ بودند نزد ایشاں سبق می خواندند۔ یکے از مخلصان درگاہ کہ دراں شہر بود رجوع نمود کہ سعی باید نمود کہ حضرت ارشاد پناہی منع مشارٌ الیہ ازیں خیال کنند و تجویز فرمایند کہ باہم باشیم و درس ہم برپا باشد آں مخلص عرضداشتے نوشت متضمن آنکہ ایں ولولہ ترک ایں عالم مسطور خوب معلوم نیست کہ مستحکم باشد یا نہ مبادا تفرقہ بار عیال بسبب عدم حصول جمعیت مطلوبہ گردد بلکہ ایں مخلص گمان غالب داشت کہ ایں عالم طاقت محنت نے آرد و درسے کہ منعقد است برہم می خورد۔ اگر ایں عزیز مدرّس را از ترکِ معیشت و آمدن منع فرمایند صورتے دارد۔ درجواب آں مخلِص ایں رقعہ نوشتہ شد۔

۴۰۔ یکے از علماء مخلِص۔ ان بعض الظن اثم۔ حسن ظن بدانایان آخرت بیں آنست کہ مطالعہ فنائے دنیا و بے حاصلی اہل آں و جمال توجہ بمطلب علیا ارباب ہمت از خود و مرادِ خود گزشتن و از تنگ مطلب قاصر و بے حاصل بُودن و از دائرۂ وجود رستن خبر کردہ باشند اکنوں صاحب ایں دید اگر در ہمراہی لشکر کہ بے نیّت صحیحہ شرعیہ مجوّزہ نیست فتورے در اسباب تحصیل مقصد مذکورہ بیند چوں تواند خود را ابودن لشکر قرار داد غمِ رزقِ فرزنداں لائق بحال توکّل نیست اگر در خود ایں حال را بیابند فہو المراد و الّا بضرورت بامور مجوزہ شریعت چنگ می بایدزد و بالجملہ ہر کجا کہ عبادتِ حق سبحانہ بر وجہ اتم بظہور می رسد و بیم تفرقہ نیست آنجا را از دست نمی باید داد و شک نیست کہ تعلیمِ علومِ دین از عبادت است خصوصاً وقتے کہ متعلم منقاد احکامِ دین شود و بصوابدید عالم در امورِ شرعیہ عمل نماید باقی علم خدمت مولوی نسبت بفقرا اتم است

درجواب مخدومی ملاذی استادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ کہ متضمن احوال میاں محمد صادق و میاں مسعود ہم بود صادر شدہ و چناں بخاطر است کہ اوّل کتابتے کہ حضرت ارشاد پناہی باستادی مشارٌ الیہ نوشتہ اند ایں است و محمد صادق مذکور کہ ولد استادی مشارٌ الیہ است از طفولیّت بعض آثار و احوال عظیم از وظاہر است و در زمان نوشتن ایں عنایت نامہ بغایت خردسال بود بنابر حکمتے و مصلحتے ابتداء و کتابت بنام ایں ولد شریف ایشاں نوشتہ شد۔

۴۱۔ بہ محمد صادق و شیخ احمد سرہندی۔ قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد احوالِ او

چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است بوہماں حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست انشاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید و فنا در شعور اندراج یابد مولینا محمد مسعود از کشف قبور اعتبار ے نگیر و کشوف صوریہ محل خطا و لغزش است سعی کند کہ حضور مع اللہ بظہور یابد و دوام پذیر د۔ ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظر بصیرت اسقاط یافتہ در کار دسعی باشد کہ جذبہ خواجہا و حضور ایشاں دیگر است۔ دراں موطن از ماسوی نام و نشانی نیست و گاہے بالکلیہ و اکثر بالاصالۃ توجہی است۔ از شش جہت معرا گاہے بجہت فوق بجہت خصوصیتے کہ عرش مجید راست در وہم می آید و گاہے ہمہ جہات را فرو می گیرد و معنی واللہ من ورائھم محیط بظہور می رسد۔ اگر صور معنویہ و اشکال صوریہ محو نشدہ اند و ہمچوں خیال و سراب بے اعتبار افتادہ و دریں ہمیں وقت نزد دریافت خیالیہ صور ھو الاول والآخر نیز درمیاں می آید و اگر در وقت فرو گرفتن آں توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائے اتم بظہور رسد و معنی لیس فی الدیار غیرہ دیار در جلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان است لا اقل صفت حیوۃ وہستی اکنوں یک دقیقہ دیگر بشناسند کہ در وقت ظہور واللہ من ورائھم محیط نیز می تواند بود کہ ہم چنیں کسوتے درمیان باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوی و آں تحقیقات کہ در رسالہ سلسلۃ الاحرار نوشتہ شد۔ بغایت غامض است دریں مبحث آں را بگزارند و مدار بر ادراک متعارف بہ نہند حضرت خواجہ نقشبند ؒ ؎

خواجہ پاک نقش و پاک نفس

قدس اللہ سرہ الاقدس

می فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی باید کرد میاں شیخ احمد نیز حال خود را دریں صحیفہ مطالعہ نمائند و بدانند کہ تا استغراق و استہلاک در حضور ذاتی و وحدت صرف بظہور نمی رسد۔ اصل ایں سلسلہ اسم فنا براں نمی نہند و آنکہ ما بودیم کہ یک درجہ دیگر درمیان است این است حقیقت ایں سخناں مشافہہ معلوم می شود باوجود برائے خاطر شما نوشتیم والسلام والاکرام

این رقعہ بیکے از مخلصان درابتدا ہا نوشتہ بودند۔

۱۴۴۔ بہ یکے از مخلصان درابتدا ہا۔ عبارتیکہ ترجمان حال این بے حاصل تواند بود۔ مرہم تکلّف است بنا برعلیہ ازاں مقولہ اغماض عین نمودہ بدعائے سلامت قلب و استقامت عمل می کوشد حق سبحانہ و تعالےٰ ظاہر را بمقتضائے شریعت و باطن را در استیلائے حقیقت دارد۔ فوق ہمہ سعادت این است قبول دعا و ظہور تصرّف لازم کمال نیست۔ ع

تو مباش اصلاً کمال این است و بس

چوں در عمل تمام انقیاد و متابعت شدی و در علم بے تعیّن دے بے نہایت وجود تو از میاں برخاست

بعد ازاں اگر تعیّن نمود ہم تواند ع

رو درو گم شو وصال این است و بس

بعد از ظہور حقیقت وصال صحبت واصل کبریت احمر است و مفید کامل گو مظہر تصرف نباش۔ بارے آنچہ از سخناں اکابر دین فہمیدہ ایم و مطلب باطن ما آں است حصول این چنیں سعادتے است رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ چوں از عنایت نامہ اشرف بوئے آں می آید کہ قبولِ دعا و افادہ تصرفے را داخل مطالب داشتہ باشند بدفع آں قلم جریان یافت۔ امید گاہا ہمت براں گمارید کہ خاطر اہل حقوق خصوصاً والدہ از شما در بار نباشد واللہ العظیم کہ شرطِ اعظم در ورودِ موہبتِ الٰہی این خلق است باقی حاکم اند و دانا۔ جذبہ الٰہی و قوت حال بہ کیفیتے کہ اختیار از دست رود دیگر است ما براں اطلاع ندایم اگر پیدا شدہ عذر را می خواہد القصہ مدار این راہ بر تیز ہوشی و تیز گوشی است قلق و اضطراب و دید بعد و نقصان و مضطر بودن دلہ احکامِ الٰہی بتوسط خاطر جوئی وسلیم دلی مقصودِ آفرینش است مشاہدہ خود در عالمِ ارواح ہم بود خواہ ابو المظفر کہ معاصر شیخ ابوسعید ابوالخیر بود می گفت کہ مثل ما با شیخ ابوسعید چوں کاسہ ارزان است کہ یک دانہ شیخ است و باقی من و چوں شیخ شنیدند تواضع نمودند و فرمودند کہ آں یک دانہ تیز ایشانند ما ہیچ نہ ایم می گفتہ اند کہ آنچہ مرحوم در قطع بوادی و مفاوز یافتہ اند ما در چار بالش صدارت یافتہ ایم۔ فی الواقع این معنی را ہیچ چیز حالی نیست۔ نیازمندی و شکستہ دلی می باید آں نیز در اغلب بارے از برائے خدا خاطر ضعیفاں را بے ضرورتِ شرعی شکستہ نسازند۔ در جمع سخناں مولانا زین الدین

محمودکی نگرنوشتہ اندکہ مولانا علاؤالدین مکتب دار می فرمودند کہ یک بار خاطر پدر فقیر از فقیر دربار بود و بحسب شریعت حق در جانب من بود و مع ذلک فوطہ در گردن انداختہ سر بر زمین نہادم و عذر خواستم باوجود سی سال است کہ زیانِ آنرا در خود بینم در نفحات در ذکر بعضے از اکابر مذکور است کہ در نصیحت بعضے از طالبان کہ خدمت والدہ را گذاشتہ بحج می رفتند۔ فرمودہ اند کہ من سی حج پیادہ بے زاد و راحلہ کردہ ام بتو می دہم تو اضائے خاطر والدہ بمن دہ ۔ زیادہ چہ گویم ۔ والسّلام ۔

ایں رقعہ بیکے از مریداں شرف صدور یافتہ

۴۳۔ بیکے از مریداں ۔عرضداشت دُور ترین مخلصاں محمد الباقی می واند کہ چہ نویسد ند دلے کہ مرآت شیون و احوال خود شدہ مجعلے بدست آرزو نہ بالی کہ بقوت فصاحت تمثالی از شکست و ریخت باطن بر عرصۂ ظہور بنگارد۔ القصہ ہماں طفلم کہ نہ از مرض آگاہم و نہ از بیان ایں کہ بر سرِ آنم و باظہار وجود سید طریق ترقی می کنم نیز از قوی ترین مرضہا است ؎

ہرچہ گیرد عِلّتے عِلّت شود

ایں ہا ہمہ یک طرف خود را بر شاہراہ فضل و کرم انداختہ ام ۔

تو بعلمِ ازل مرا دیدی

دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں و من بعیب ہماں

رد مکن آنچہ خود پسندیدی

عروۂ وثقی ہمیں قبول است حق سبحانہ وتعالیٰ آثار و برماست آں بظہور رساند ۔

مخلصی بعنائت الٰہی و برکت صحبتِ عالی حضرتِ ایشاں از کسب و معیشتگی کہ داشت قطع نظر نمودہ بود و دریں وقت بحسب ضرورت و حکمِ سلطانِ وقت از شرفِ صحبت دور افتادہ بود۔ ایں رقعہ برائے او نوشتہ بودند ۔

۴۴۔ بہ مخلصے ۔ الحدیث ۔ انما الاعمال بالنّیّات ولکل امرءٍ مانوی فمن کانت

هجرتہ الی اللہ والی رسولہ فھجرتہ الی اللہ والی رسولہ (الحدیث) مبارکباشد
ہرکہ تہی کیسہ تر آسودہ تر خصوصاً دریں وقت کہ دُنیا طلبی و عزت جوئی عین بے دینی و چشم از آخرت
پوشیدن است آنچہ سابقاً مرقوم بود نہ باختیار ما بود شکستہ دلی ہائے خلق بیک بار خاطر ما را
در ربود و در تحت سلطان شفقت علم التعظیم لامر اللہ جمال خود را از ما پوشیدہ قلب المومن
بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبھا کیف یشاء با این ہمہ بخیال بر سر آنیم کہ
تعظیم امر والدہ در امور یکہ علماء دین پرور قرار دادہ اند اہم امور است تحقیق و تفتیش بلیغ نمودہ
ساختہ و مہیا خدمت باشند مرضی ولی نعمتہا آنست کہ خود را بجانب کابل بکشند و بجہت شمادہ
معاشی بامداد آشنایاں دراں جانب بگیرند چنانچہ بمرزا کوکہ و والدۂ ایشاں و بعضے از عورات
دیگر این معنی را ظاہر ساختہ اند انشاء اللہ العزیز آنچہ مرضی حق باشد بر آں قرار یابد سخن خواجہ عبداللہ
انصاری است کہ اگر بخواستی داد نہ دادی و خواست غائیتش دریں میاں نازہا و محبوبی ہا می رود۔
این نیز بائیستنی است۔ مثنوی ؎

چہ خوش نازی است نازِ خوبرویاں
زدیدہ راندہ و دزدیدہ جویاں
بچشمے ناز بے اندازہ کردن
بدیگر چشم عذرے تازہ کردن

اگر نیک درنگری از تو ہمیں طلب و نیازمندی و بے آرامی مقصود است نہایتِ محبت
آن است کہ بجز محبت طلبی نماند۔ مثنوی ؎

عشق عاشق چو سر کشد بکمال
باشد از غیر عشق فارغ بال
عشق را تبدگاہ خود سازد
دل ز معشوق ہم بپردازد

ازیں جا است کہ در عین مراد از مراد نامراد شوی ؎

دریں مشہد کہ انوار تجلی است سخن دارم ولے ناگفتن اولے

دریں روزہا داعیہ سیر ولایت قوی گشتہ امید است کہ بعد از چندروز دیگر متوجہ شویم خدمت میاں شیخ الہداد خویشتن داری کردہ خود را بودن و ماندن قرار دادہ از ظوبیٰ لمن یکون معہ فیضون فیز اعظیما۔

بیت ؎

داغ بے یاری و دردِ بے دلی

ایں ہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

بارے ہر کرا ملازمتِ ایشاں میسّر شود غنیمت است حقّا و بعزت اللّٰہ کہ نہ بتکلّف میگویم

؎ دادیم نشان زِ گنج مقصود ترا

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

۴۵۔ حق سبحانہ و تعالےٰ لطیفہ انسانیہ را بر صراطِ مستقیم دارد۔ توجہ راست کہ گرفتار غیب ذات بودن و از حقائقِ توحیدیہ و فروغ آں پرہیز نمودن است بالاتریں ہمہ سعادتہا است انشاء اللّٰہ العزیز صفائے آں و استقامت دراں روزے گردد۔

ایں رقعہ بجانب یکے از امراء کہ اظہار اخلاص می نمود بالتماس و مبالغہ مخلصے کہ خود را در لباس صلحا می گرفت قلمے فرمودہ بودند۔ و آں مخلص را دریں التماس مآخرت بود۔

۴۶۔ بدیکے از امراء حق سبحانہ بمنتہائے مقاصد کہ ہمگی امر و فرمان شدن است رساند اعتماد جز براں نیست کہ ما و بائیست ما بر خیزد و شرع و بائیست آں بجائے ما بہ نشیند۔ حقیقتہا آدمی کہ بہ نزدِ اہلِ تحقیق رُوحِ مجرد است مجال مخالفتِ معبود خود ندارد۔ چہ از عالم امر است۔ و عالم امر علمے را گویند کہ بجہتِ عدمِ قدرت بر نافرمانی نہی از فعل نامرضی دراں عالم واقع نشدہ۔ امّا چوں تعلقِ حبّی بایں پیکرِ ہیولانی پیدا کرد خود را در وگم ساخت و باحکام او متحقق شد۔ تا بحدیکہ بسیارے منکر وجود خود شدند و ہیکل محسوس را بخودی بر داشتند۔ فانی از خود و باقی بحیوانی زیستند و بعضے پیشتر فرو رفتند ظلمت وافر کسب کردند۔ ہوائے نفس را خدائے خود دانستند

بتمام منقاد فرماں او شدند القصہ مقصود آدم شدن است کہ از لوازم آن است انقیاد و تسلیم تام
و این جز بہ فنائے نفس و رُوح بدست نیاید و این فنا اگرچہ موہبت محض است شرائط دارد و آن
سبق کہ در خانوادہ عالیہ بعضے از بزرگان است مجملاً شامل شرائط است و بے آنہا حصول مقصود
بطریق سلوک متعذر و محال است و آنچہ گفتیم کہ ہمگی مقصود آدمی شدن است بجہت آن است کہ
دیگر ہرچہ از احوال و مقامات است از نتائج است۔ اگر دریں نشاء بظہور نرسد در نشاء آخر کہ محل
ظہور نتائج است بروجہ اتم و اکمل بظہور خواہد رسید۔ سبحان اللہ چہ جائے احوال و مقامات است
و صاحب دولتے کہ بفنائے نفس و رُوح مشرّف شدہ لابد استیلائے شہود وجہ مطلق وصف
لازم باطنش گشتہ حقیقت آں۔ رباعی بزرگوار این است ؎ رباعی

امروز دریں خانہ یکے نقصان است
کہ کل دو کون پیش او یکسان است
گر در تو ز انصاف رگے جنبان است
آں ماہ دراں کار توہم تابان است

غذائے رُوحش شدہ من حیث الباطن نہ خبر از خود دارد و نہ از ماسوی۔ اگرچہ من حیث الظاہر
حاضر است بر آنچہ می رود کما تقرر عند الذاہبین الی اللہ والسلام علی من اتبع الہدیٰ
از جملہ فنائے رُوح آنست کہ دنیا و آخرت در نظر ہمت حقیر در آید و در کشف عظمت و کبریائی
حق کرامات و مقامات از خاطر محو گردد۔ طالبان و سالکان راہ حق را قدم اوّل در طریق توبہ نصوح
است چہ جوہر اول را کہ آئینہ جمال نمائی مقصود است بقدر معصیت و نافرمانی و غفلت و پریشانی
ظلمت و زنگار فرو می گیرد و بقدر ظلمت نابینائی و تردّد ظہور می کند۔ ہمہ خرابی ہا ازیں جا ست۔
مقاصد را بچراغ دُود ناک آلودہ بمعاصی می جویند۔ لاجرم بدلالت مظاہر اسم المضل در بادیہ
حیرت و ہاویہ بطالت می اُفتند سخن آں عارف ربانی ابوالحسن خرقانی است کہ راہ دو است یکے از
بندہ بحق و دیگرے از حق بہ بندہ۔ اوّل ہمہ ضلالت بر ضلالت است۔ دوم ہمہ ہدایت بر ہدایت است
آدمی چوں آئینہ دل بکمال صفا رسید و نور ظہور ہستی حق تاباں شد معنی یہدی اللہ لنورہ من یشاء
روشن می شود و حقیقت ایمان روئے می نماید۔ اکنون در ہرچہ رجوع بدل می کند بحق می کند

قلب المومن عرش الرحمن ازیں جاست۔ ایں دل خزینۂ اسرار و صدف چندیں ہزار دُرِّ شاہوار است۔ خطاب حضرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ استفت قلبک بایں چنیں صاحب دولت است الغرض چوں بتاثیر اسم الہادی ارادۂ وصول بمقصودِ حقیقی و مشرّف شدن بایمان تحقیقی در صاحب دولتے پیدا شد۔ قدم اول آں است کہ در پرتو نور معرفت و ایمان بہ بیند کہ گناہ زہر قاتل است و وے ایں زہر بسیار خوردہ و بہلاک نزدیک رسیدہ بضرورت پشیمان شود و ہراسے در دلش پدید آید و در مقام تدارک آید۔ چوں کسے زہر قاتل خوردہ و پشیمان شدہ و ازاں ہراس انگشت بگلو فرو می برد و تدبیر دارو می کند تا آں اثرے کہ از زہر حاصل آمدہ از خویش بیروں کند ہم چنیں چوں بہ بیند تائب کہ ہر شہوت کہ راندہ است چوں انگبیں بودہ کہ درو زہر تعبیہ بودہ است درحالے اگرچہ شیریں بودہ باخر اثر پیدا کند و روئے پشیمانی پدید آید بر گزشتہ و آتشِ خوف و پشیمانی شرہ شہوتِ گناہ را بسوزد و آں شرہ بحسرت بدل شود و عزم کند کہ گزشتہ را تدارک کند و در مستقبل بر سر آں نشود۔ ہمہ حرکات و سکنات بدل کند پیش ازیں اگر با اہل شادی و رنج بود اکنوں با اہل معرفت باشد پس نفس توبہ پشیمانی آمد و اصل آں نورِ معرفت و ایمان و فروغ آں بدل کردن احوال و نقل کردن جُملہ اندام ہا از معصیت و مخالفت و روئے آوردن بطاعت و موافقت ــــ پس صاحب ہر نفسے را کہ ایں معنی بظہور نرسد ہر رنجیکہ کشد ضائع است و بیہودہ باید کہ آگاہ باشد کہ ہنوز از طالبان نشدہ طلب حق حقیقی منبعث از معرفت و ایمان است و نور ایں ناچار آں معنی را ظاہر می سازد و اگر صورت طلبی در نظرش می آید منشائے آں طبعی است کہ بحظوظِ نفسانی خو گرفتہ چہ در شنیدن مقامات و احوال ایں طائفہ و بزرگی شان ایشاں خود را و احوالِ خود را ناقص و ناچیز می یابد۔ حبِّ جاہ عند الناس و یا عند الحق در حرکت می آید و خلقے در و پیدا می شود اما ثمرۂ ندارد آرے ثمرہ آں دم دہد کہ بیقین بداند کہ ایں احوال و مقامات بورزش شریعتِ حقّہ بہم رسیدہ باشد و در مقام ورزش افتد ناچار از مخالفات روگرداند و بموافقات بیارامد صورتِ توبہ بدست آرد ہلے صورت طلب جز صورت توبہ بر ندہد تا آنکہ ایں نیز جُز بنور ایمان بشریعت بدست نیاید ازیں مقدمات روشن شدہ کہ توبہ نیز ازاں جانب است چہ ظہور نورِ معرفت و ایمان ازاں جانب است ایں جا سخن قطب وقت خود شیخ ابوالحسن

خرقانی رحمۃ اللہ علیہ را معنی دیگر بدست آمد مخفی نماند کہ توبہ را درجات است۔ درجہ اوّل توبہ از کفر است بعد ازاں از ایمان تقلیدی بعد ازاں از صفاتی کہ تخم این معاصی است چوں شرہ طعام و شرہ سخن و دوستی مال و جاہ و حذر کردریا و امثال ایں مہلکات بعد ازاں از وسواس و حدیث نفس و اندیشہائے ناکردنی بعد ازاں از غفلت از ذکر حق و اگرچہ ساعتے باشد چوں درجات ذکر را کہ عبارت از حضور و آگاہی است نہایتے نیست توبہ را نیز نہایتے نخواہد بود چہ توبہ از ہرچہ ناقص است واجب و لازم است پس در قدم اوّل پشیمان شدن از ہرچہ گزشت و عزم برانکہ در آئندہ آنچہ قدرت داشتہ باشد بر سر آں نیاید از لوازم طلب است ایں چنیں توبہ اگرچہ در قدم اوّل ظاہر می شود ہیچ وقت از سالک منفک نیست سخن سہل تستری رضی اللہ عنہ کہ توبہ آں است کہ گناہ فراموش نکنی۔ نظرے برایں معنی ہم وارد چہ توبہ ہرگاہ پشیمانی از جمیع حجابات و منازل باشد ہرگز بآخر نمی رسد المرید ھو الرامی باول قصدہ الی اللہ چوں انجذاب از مبدء حقیقی شدہ نظر باطنش بر انجا افتادہ ہرچہ درمیان است گناہ دانستہ بہمیں نظر جمعے مشاہدہ را بر مجاہدہ مقدم داشتہ اند و آں نصوح کہ صفت توبہ افتادہ فعولی است بمعنی فاعل یعنی کثیر النصح و کثرۃ النصح بہمیں اعتبار می تواند بود اگرچہ معانی دیگر نیز وارد و بعضے از انہا ایں است کہ حسرت و پشیمانی توبہ چناں لازم تائب گردد کہ قدرت بر ارادۂ اقدام برگناہ نماند و آنچہ آں بزرگ گفتہ کہ توبہ آں است کہ گناہ فراموش نکند مطابق این است و آنچہ از سید الطائفہ جنید مروی است کہ توبہ آں است کہ گناہ را فراموش کنی ہم از روئے ایں است آنجا یاد داشت حسرت و ایں جا فراموشی حلاوت فالنصوح مبالغۃ الناصح بمعنی قوی النصح غایۃ قوۃ او کثرۃ النصح بمعنی انہا ینصح التائب لحظۃ بعد لحظۃ فیحفظ عن استماع حدیث النفس وتلبیس الخناس فی اظہار المعاصی المہلکۃ فی صورۃ المحسنۃ —

ایں رقعہ بیکے از خلفاء در جواب عریضئہ کہ رسیدہ بود قلمی فرمودہ اند۔

۴۷۔ بہ یکے از خلفا۔ حق سبحانہ و تعالٰے یوماً فیوماً آثار عنایت و انوار ہدایت را در تزائد

دارد و سخنی در باب درویشی که بطریق رابطه مشغول بود و در سطوت آن مغلوب و غائب می گشته نوشته بودند۔ این نوع چیزها چه لازم است که از ما پُرسند۔ در اوقات صاف از اکابر باہم از رُوحانیت فقیر تحقیق نمائند۔ و اگر بناگاه تحقیق نشود پس بطریق خفیه بے وقوف طالبان بنویسند بارے مضیٰ مامضیٰ اکنون علاج آں نوع مشغول آن است که روزے چند کارہائے دنیوی را بگوشه بگذارد و بجد و اہتمام تمام اوقات خود را مصروف آں شغل سازد تا از مراتب صور و اشکال عبد نموده بشرف حضور برسد و دراں تمکن یابد و در اوقات شخصے را متعین کنند تا او را حاضر سازد و اگر در اثنائے شغل او توجہات متعدد ور و برسد امید است که زود تر عبور نماید امّا بشرطیکه حقوق عیال دامن گیر او نباشد و الا ہماں توجہ اوّل کافی است لیکن در اثنائے شغل اگر دروازه کشف را برو بکشائند و سیرش بعالمِ مثال افتد اصلح و اولیٰ آن است که او را بگویند که نفی آں وقائع بکند و نظر خود را از دائره وجود خود بیروں نیندازد و ہمیشه سعی در صفا و فنائے خود می کرده باشد مگر آنکه غیبتے دست دہد۔ آں زماں خود را باں بے شورے دہد و اگر در اثنائے بے شوری باز صور مثالیه ظهور کنند ہماں نفی را از دست ندہد کلمه بازگشت را که خداوندا مقصودِ من توئی و رضائے تو در نفی وقائع دخل تمام است اگر بعضے از فنا ارواح انبیاء و خواص اولیاء ظهور کنند محل اعتبار نسازد که اکثر لطائف ایشاں است نه ایشاں و محقق شده که در انسانِ کامل ہفت لطیفه است لطیفه قالبی و لطیفه نفسی و لطیفه قلبی و لطیفه رُوحی و لطیفه سرّی و لطیفه خفی و لطیفه اخفی و معتبر رُوح مظهر انسان است که مجمع لطائف است و آثار ہر لطیفه علیحده چنداں معتبر نیست اگرچه ظهورِ ایشاں مبشّر سعادت است۔ والدّعا

یکے از مخلصاں مستعد بود که سر رشته دقائق ارادت و حقوق خدمت را می دانست و ازیں سبب متضرر می گشت ایں کتابت برائے او نوشته بودند ہنوز قاصد نبرده بود که بتقریبی غیب پیش آمد و ایں وعده توجه قرینه عظیمه که دریں کتابت است بدیگرے از اصحاب کبار که حاضر بود بظهور رسید و ہمیں کتابت را بایں عزیز دادند و انواع ابواب ہدایت و ارشاد برو کشاده شد۔

۴۸- بہ یکے از مخلصان مستعد

کاری مکن کہ وحشت اشکم فزوں شود
صیدی چوں من ز دامِ وفائت بروں شود

مرغ دست آموز شما مزاج نازکے دارد واللہ کہ بدست ایں مسکین نیز نیست کم پروازی است گرم وسرد ایں بیاباں ندیدہ بالجملہ بنازش می باید داشت بسنّت اللہ تعالےٰ بریں جاری است کہ اعزاز واسطہ و تعظیم او مورث فیض لاتناہی است ؎

چوں زمای بغیر ما منگر
الحذر الحذر زغیرتِ ما

زیادہ گستاخی است انشاء اللہ تعالیٰ دریں پنج شش روز متوجہ شما خواہیم شد پیش ازیں بیک روز بیک نوعے اشارت شد باآنکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم و ازہمیں جا غائبانہ نیز ہمت بر ترقی شما برہنہیم بتوفیق اللہ تعالےٰ تقصیر نخواہیم کرد۔ دیگر ظاہر شد کہ شما را فی الجملہ جنگ و نزاعے درمیان است اینہا درچنیں وقتے چہ مناسب اہتمامے نمائید کہ از عین الیقین بحق الیقین رسیدہ دراوج بقا باشند نزول فرمائید تا آثار سیر معشوق در عاشق مشاہدہ افتد و معنی مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی ذوق شود و سر کل شئی ھالک الا وجھہ بتحقیق رسد خلافتِ الہیہ جز دریں موطن صورت نمی بندد و سلطانِ مملکت تحقیق خواجہ احرار می فرمودہ اند کہ تا پرتو مارمیت اذ رمیت در باطن نیفتد واصل نمی تواں گفت کسے را گماں نشود کہ ایں معنی در ظہور انوار توحید بدست می آید۔ ہمہ را بہ نعت ہمگی دیدن دیگر است وہمہ را بنعت یگانگی دیدن فھم من فھم ایں معنی ظہور کان اللہ ولم یکن معہ شئ است چنانچہ در ازل بود باز سر آلآن کما کان دیگر است دقیق است گنجائش تحریر و تقریر ندارد۔

والسلام والاکرام

ایں رقعہ بیکے از خلفا صادر شدہ

۴۹- بہ یکے از خلفا محبّت نامہ آں خلاصہ مخترعات مشیر از احوال و آثار رسید حق سبحانہ و تعالےٰ

باعلائے درجات ومنتہائے مقاصد برساند کشوف ضمیر فیض پذیر خواہد بود کہ وقت بغایت نازک است ہمہ مہمات را نسیاً منسیاً می باید کرد وبتمام قوی ومشاعر آں رابطہ مقصود را بقلب صنوبرے می باید رسانید تاکمال حق الیقین بظہور رسد ما نیز دریں پنج شش روز متوجہ شما خواہیم شد۔ اشارت خواجہ بزرگ براں است کہ شمارا دریں وقت تنہا نگذاریم۔ ہرچند کہ ازیں جانیز غافل نیستم چہ تواں کرد مارا خادمِ شما ساختہ اند یا داؤدُ اِذَا رَأَیتَ لِی طَالِبًا فَکُن لَہٗ خَادِمًا الحمد للہ والمنۃ

۵۰۔ زادکم اللہ تعالےٰ شہوداً ومعرفۃً صورت واقعہ جمیل است انشاء اللہ تعالےٰ آں راکہ فنا سوختہ شدن تعینات وظہور آتش تجلی است بوجہ اتم ظاہر گردانند می باید کہ متفرس ومتجسس باشید کہ توحید وجود ونسبت سابق چہ رنگ پیدا کردہ وچہ تفاوت یافتہ اگر رنگ دیگر است وترقی در درجات ہست پس صورت معنی جدید است والا صورت حال سابق مطالع افادہ بارے بعد از ملاقات متحقق خواہد شد ایضاً

ع او بما از ما بسے نزدیک تر

ایں اشارت بکمال قرب است کہ از صفات سلبیہ است وعبارت از عدم بعد است یا لفرق باعتبار صورت وحقیقت است یا ثانی عبارت از صورت است ویا اول عبارت از حقیقت و قرب مطلق است نسبت بمقید از صفات سلبیہ است وقرب مقید بمقدار صفات ثبوتیہ بلکہ قرب مخصوص توہمے بیش نیست العالم غیب لا یظہر قط۔ اصلی است محقق والسلام

۵۱۔ ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ کلامیست جامع مرظہور امور برخلاف ارادت راوظہور حق وفنائے مطلق راکہ شعور بشعور نیز نماند خواہ مرء را عبارت از اندیشہ بگیرد خواہ قلب را یعنی رفع شعور بالکلیہ جز بشہود ذات الٰہی میسر نیست واگرچہ ضعیف الحال ورا ابتداً باین معنی مطلع نباشد ہم چنیں خواہ مرء را عبارت از تعین اول گیری خواہ متعین واگر قلب را عبارت از آں حقیقتِ جامعہ کہ عرش الرحمٰن است گیری نیز تمام است چہ مانع از ظہور آں

حقیقت مرادات وخواطر پراگندہ است ومجموع ایں ہا صورت تجلیات حق ازمن لم یملك عینه فلا قلب له صاحب دل کسیے است کہ بمرتبہ عین رسیدہ است ومقرراست کہ ارادہ وجہ باقی مسخّر است چہ ارادہ بے شعور بمراد متصوّر نیست وہمیں شعور عبارت از عین است پوشیدہ نماند کہ توجہے کہ نزد فقدان شعور بعد از ظہورش سالک راہی باشد باوجود کہ مطلقاً بے شعور نیست وآں نیز حالیے است مندرج درعلم بے او با اوست فی الحقیقت ارادہ وجہ باقی نیست بلکہ ارادہ حصول اوست پس آنرا کہ متصرفاتِ الٰہیہ باطلہ نظر منصرف باشد ہلاک اوست چہ آدمی بوجود دل نسبتے بآدم وارد ؎

ہر کس کہ بصورت آدمی شد　　خاصیت آدمش ندادند
ایں سر نہ زہر سری تواں یافت　　تا نور یقیں کجا نہادند

داوم آگاہی

حضور بسر دوام

ایں تعریف

ذکر اول

۱۴۸

۵ - از سہل تستری پرسیدند کہ مالیقین گفت الیقین ھو اللہ اکابر طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالےٰ ارواحھم فرمودہ اند کہ طریقہ ما دوام حضور وآگاہی است بے آنکہ پراگندگی عزیمت و فتور متخلل شود خواہ در لباسِ ذکر وخواہ درصورتِ توجہ وخواہ بتوسط رابطہ کیف ما کان مقصود حضور مع اللہ است - ہرگاہ حضور بکیفیتی شد کہ شعور بوجود غیرے مزاحم او نشد آں حضور را وجود عدم می گویند - وہرگاہ کہ ایں معنی ملکہ سالک شدہ مشاہدہ می گویند وہرگاہ نعت حضور را نیز از خود ندید بفنائے حقیقی مشرف شد ایں جا معنی لا یعرف اللہ الا اللہ متحقق می شود - ودریں موطن نہ ارواح است نہ اشباح شہود بجانب مشاہدہ افتاد - ہرگاہ لباس وجود حقانی پوشیدہ بظاہر آید

لے چہ فیض حق ناگاہ رسد اما بر دل آگاہ رسد - دوام بر دل آگاہ رسد - دوام مراقبہ دولتے است پس بزرگ سبب قبول دلہا است وقبول دلہا نتیجہ قبول الٰہی است القصّہ چوں حال بریں منوال است روزے چند خود را بر قبلہ خود دوختن فرض راہ است - دریں طریق اوراد واذکار مختلف نیست کہ بعد از فراغ آنہا بکارہائے دیگر پردازند - نزد ایشاں ہوش دردم است سخن حضرت مولوی خجستہ فرجامی مولانا عبدالرحمٰن جامی است کہ اول چراغ روشن می باید کرد وبعد ازاں بمطالعہ مشغول می باید شد ؎

دل خم را مے کہ داری دل درو بند　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند　　منہ قدس سرہ

ومجموع صفات خود را ہمچوں حضور دانی خود نیابد تواند بود که فضل الٰہی مدد نماید[۱] فصول و اجناس اجسام را اعراض بر بیند و بودن اعراض را از معقولات ثانویہ دریابد و سر الاعیان ما شمّت رائحة الوجود در و آشکار اشود و بزبان حال بایں ترانہ مترنم آید۔ رُباعی ؎

تا حق بدو چشم سر نه بینم هردم
از پائے طلب نه می نشینم هردم
گویند که بچشمِ سر نتواں دید
آں ایشانند من چنینم هردم

وآنکه در راهِ سلوک تجلّیاتِ الٰہی را بعضے سه قسم نهاده اند وقسمِ اوّل را که تجلّی صوری است نسبت بمبتدیاں داشته اند وقسمِ ثانی را که تجلّی معنوی است نسبت بمتوسطاں داشته وقسمِ ثالث را که تجلّی ذاتی است نسبت بمنتہیاں داشته اند وہم چنیں آنکه بعضے چہار قسم داشته اند بایں طریق که قسمِ اوّل را دو قسم کرده اند۔ تجلّی صوری وتجلّی نوری نام نهاده اند و طریقۂ اکابر صریحاً نیست از مہلک اتحاد وحلول وتشبیه فارغ از غایت الامر در ظہور وجود عدم اسرار غامضه است بعد از رسیدن نہایت بعضے ازاں اسرار منکشف می شود وتجلی صوری ونوری ومعنوی را در آں مشہد مندرج می نماید۔ اکابر در کتب تصریح بایں معنی نکرده اند ما نیز طریق متابعت سپرده قلم را از تحریر آں نگهداشتیم۔

بیکے از طالباں نوشته بودند

ایں کتابت را بتقریب بزرگ زاده مخلصے بر وفق استدعا او نوشته شده که مائل بمراتب علیائی توحید بود نوشته بودند۔ وچوں نسبت ایں سلسلۂ شریفه جامع نسبت است

---

[۱] اول در آمد اینہا ور فنا است که محل انوارِ تجلّی ذات است۔ اینہا رفع تعیّنات از وجه ذات احد می کنند چوں مبدء ومرجع ہمه است حقیقت بد یکباد منکشف می شود مشاہدہ در مظہر است امّا مظہر درمیان نه ؎ چوں شوی فانی احد بینی ہمه منه قدس سرّه

از راہِ توحید بمقصودِ حقیقی راہبری نمودہ اند و اگر نہ تقید بتوحید را بانسبت ایں بزرگزیدگان جمع نمودن صورت پذیر نیست۔

۵۳۔ بہ بزرگ زادہ مخلصے بحضرت حق جل جلالہ وعم نوالہ از اطلاق تنزّل نمودہ در لباسِ ارواح متجلّی شدہ ارواح را از غایت لطافت قوت آں داد کہ بہر چہ متوجہ می شوند حکم آں می گیرند و رنگ آں می پزیرند و از غایت[1] امتزاج خود را ازاں نمی شناسند چنانچہ عامۂ ناس خود را از ہیکلِ ہیولانی امتیاز نمی کنند و ایضاً ہر مخلوقے جمیع مخلوقات را مندرج ساختہ چوں ایں چند مقدمہ معلوم شد بدانکہ ہرگاہ روح متقید گرفتاری را نخواہند کہ لباس تقید و تعلق از بر بکشند دبوطن اصلی خود برود بعضے از ان کار را کہ حکم برزخ دارد من حیث الوضع مناسب اطلاق است ومن حیث التلفظ والتخیل مناسب تقید مونس او می گردانند سریعاً او بطیئاً علیٰ حسب الاستعداد روئے باں جانب می آرد۔ چوں رشتہ تعلقش ببدن عنصری محکم است و معہٰذا توجہ بقلب صنوبری کہ معظّم ارکان او ست می فرمانند در ہمیں شاہراہ می در آید تا مشاغل بیرونی رو بانہدام نہاد حواس معطّل شود۔ قوت لامسہ کہ مدار علیہ دریافت صورت بدان است از ہم فرو ریزد چوں

---

[1] در فقرات قدسی آیات خواجۂ ما مسطور است کہ واذکر ربك اذا نسیت یعنی اذا نسیت غیرہ ثم نسیت نفسك ثم نسیت ذکرك فی ذکرك ثم نسیت فی ذکر الحق ایاك بکل ذکر خولجہ ما بزرگ مشغولان طریقہ را در مقدمۂ ظہور بیخودی می فرمودند کہ۔ مراماں وخود را بہ آں بیخودی در دہ ؎

در راہ خود اول ز خودم بیخود کن | وانگہ بیخود ز خود بخود راہم دہ

در اشتغال بفرائض و سنن مؤکدہ چارہ نیست۔ صاحب لمعات دریں معنی میگوید ترک محبوب غالباً بعدہٖ فراق محب می طلبید ؎ ہجرے کہ بود مراد محبوب | از وصل ہزار بار خوشتر

کار بر خود را نمی باید کرد۔ سعی و اہتمام می باید کرد کہ ملکۂ یادداشت حاصل شود آں زماں ہر مباحے کہ خوش آید بکنند ؎ استاد تو عشق است چو آنجا برسی | او خود بزبانِ حال گوید کہ چہ کن منہ قدس سرہٗ

ھذہ الدائرۃ فصل عن الوصل منہ قدس سرہٗ

فصل الدائرۃ مغنی عن الوصول منہ قدس سرہٗ

معیت رُوح بابدن ثابت است وجودِ حقیقی بداں کہ بہ توصفت حیات است تجلی نماید وچوں تلبس ظاہر وجود باحکام حقائق الٰہی موجب تعدد وجود ے نیست حقیقت منکشف شود و فنا دست دہد چہ تجلّی معنوی معیت است و بقائے مترتب برآں مورث بی یبصر و بی یسمع وکمال ایں آنکہ ؎ رُباعی

عشق آمد وشد چو خونم اندر رگ وپوست

تاکرد مرا تہی و پر کرد ز دوست

اجزار وجودِ من ہمہ دوست گرفت

نامی است ز من برمن و باقی ہمہ اوست

واز انجا کہ الکل یندرج فی الکل است درحالت[۱] شعور باختیار خود متمکن دریں مقام بہ تجلّی نوری کہ عبارت از تجلّی بصورتِ نور بیرنگ بے حیّز بے تشکل است می تواند مشرف شد چہ ایں فرود منزل است ایں است وفائق منزل وجود عدم اما وجود فنا در مقام لایعرف اللّٰہ الا اللّٰہ است و ایں فنا را فنائے اتم می گویند جناب ارشاد مآب مخدومی و قبلہ گاہی مولانا خواجگی قدس اللّٰہ تعالےٰ سرہٗ در اشارت بفنائے اتم ایں بیت می خواندند کہ ؎

مدح و ذمت گر تفاوت می کند

بُت گرے باشی کہ ردیت می کند

می فرمودند کہ تاثیر مدح و ذم باید کہ آں توجہ و شکستگی را کہ بجانب حق سبحانہ است مزاحم نشود تا فنائے اتم گویند ازیں جا معنی آں سخن کہ از خواجہ بزرگ قدس سرہٗ مروی است کہ وجود عدم بوجود بشریت عود کند اما وجود فنا ہرگز عود نکند معلوم می شود والسّلام والاکرام

---

[۱] ایں جا حقیقت رُوحانیت کہ مظہر تجلّی حق سبحانہ بنعت احدیت است ظہور کند۔ خواجۂ ما قدسی آیات خود می فرمائید کہ بُریدہ شدن و تہی گشتن دل از ماسوائے حق سبحانہ دلیل است بر مظہریت مر تجلی حق سبحانہ را بنعت احدیت کہ نیل معارف بحقائق اسماء وصفات ایں معنی متعذر است واضح باشد کہ گرفتار مشاہدہ نیز گرفتار غیر است ایشاں در عین مراد از مراد نامراد اند۔ منہ قدس سرہ

۵۴ - دعاگو محمد الباقی در آگره گستاخی نموده این کتابت سر بمهر را مفتوح ساخت و نیاز خود را در ضمن عرض مرسل کتابت اندراج نمود انشاء الله العزیز مقبول افتد هر چند که این پروانجات جمیعهم برمحل و کثیر الاجراست و دخل در قبول وجریان او موروث ثواب لیکن چوں سابقه محبت و معرفت مانسبت بمیان شیخ رفیع الدین واقع است درباب پروانه ایشان زیادتے التماس اظهار می کند حسن امید آن است که درمحل قبول افتد. ثانیاً گستاخی می نمائید که مروی است وجوه استحقاق از صلاح علم و معنی درویشان وارتباط نسبتے باکابر ایشان دارد و بعلت احتیاج و بعضے حوادث ضروریه مبلغ و ویست روپیه محتاج الیه او شده آن درویشی درباب این احتیاج بغایت مضطر و متفرق است. این خیر را بخیر اتیکه جناب خواجه حسام الدین مستور ساخته اند جمع نموده درمحل لائق سهل الحصول تنخواه فرمائید موجب سرور دلهائے مومنان خواهد شد.

این رقعه بشیخ نظام تهانیسری که یکے از مشائخ وقت است و بمقتضائے آنچه از زبان هر یک شنوده می شود دریں زمان سلوک هیچ یک از درویشان هند باو نمی رسد تخصیص چشتیاں وچوں خود تحقیق عقائد اہل دیں و تفحص طرق اہل طریق نه نموده و باایں از قوت فهم و روشنی باطن در ادراک سخنان طریقه که با صطلاحی وابسته نباشد فهم و ذوقے دارد و از تصنیفات اکابر در مجالس خود حاضر نموده ترجمه عربی و یا فارسی را از بعضے طالب علماں و علماء زباں داں شنوده قیاس باوراک سلوک و مشرب خود و تحقیق آن مبحث می نماید و چوں علماء مذکوره دربیان ترجمه و اصطلاح مردم غلطها می زنند چه فهم سخناں بزرگاں از مشکلات است و تحقیقات و تصنیفات شیخ مذکور مبنی بر ترجمه مسطوره است دریں تصانیف نقصانها و غلطها ظاهر می شود و بواسطه گرمی وقت و امتیاز شیخ مذکور از اقران خود مرجع خلق است و نیز بر حسب این ترجمات غلطها و نقصها به بعضے اکابر و گذشتگان اسناد می نمود حضرت ایشان نور مرقدهٔ بواسطه اظهار حق بالمشافه کلمات الحق بظهور رسانیده و نیز این کتابت دراں باب بمشارٌ الیه نوشته فرستادند و بعد ازاں دراں مسائل مبحوث عنه از بعضے یاران این عزیز دیده شد تغیرات تقریری کنند لیکن یقین نه شد که شیخ مذکور که در اصل جوهر عالی دارد دپے بمقصود برده یا نه حق سبحانه مشارٌ الیه را و همه طالبان خود را در شاهراه

شریعت وارده بجوده و وجود حبیبه صلی اللہ علیہ وسلّم

۵۵- حق سبحانہ وتعالےٰ بمنتہائے مقاصد رساند مقصود ازیں ہمہ گستاخی جز رواج مذہب فرقہ ناجیہ کہ متوسلاں بکتاب وسنت اند وبشرف مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی مشرف اند۔ نیست۔ و ایضاً تحقیق سخن اکابر ایں فرقہ کہ طائفہ عالیہ صوفیہ اند منظور است۔ تامبادا سادہ دلے بغلط افتد وطعن ایں برگزیدگاں را در دل جائے دہد یا خودش در ورطہ بد اعتقادی افتادہ ہلاک شود۔ الغرض آں روز در خدمتِ ایشاں بیاں کردیم کہ کشف ملکوت وجبروت داخل در تجلّی صوری است وکشف لاہُوت شما نیز بطور صاحب لمعات داخل در تجلّی صوری است۔ چہ تجلّی صوری نزد آں برگزیدہ عبارت از ظہور حق است۔ در صورت ممکنے از ممکنات موجودہ فی الخارج۔ خواہ از عالمِ حس شہادت باشد وخواہ از عالمِ مثال۔ خواہ ایں صورت نور بے رنگ بے شکل بے حَیِّز باشد وخواہ امرِ دیگر باشد۔ ونزد ابُو البرکات شیخ علاء الدّولہ سمنانی تجلّی نوری است و آں متوسطان سلوک را در بدایت توسط دست می دہد۔ شما خود عنایت کردہ فرمودہ بودند کہ تجلّی درصورت نور بے رنگ بے شکل بے حیز تجلّی ذات مطلق ودیگر درمیان مشہد اثبات رویت و دریافت بہ بصیرت می کند و ایں دریں نشأۃ از خواص تجلّی صوری است بمذہب ثانی قطب المحققین وبرہان الموحدین خواجہ محمد پارسا در کتاب تحقیقات مفصّل بیان نفی رویت دریں نشأۃ کردہ اند از جملہ عبارات قدسی سمات ایشاں دراں کتاب ایں است ہمہ مشائخ اتفاق کردہ اند۔ بتضلیل آنکہ ایں سخن گوید وتکذیب آنکہ ایں دعوی کند۔ وبر آنند کہ ہر کس ایں دعوی کند حق سبحانہ وتعالےٰ را نمی شناسد وابوسعید خراز وجنید ودیگر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ در تکذیب وتضلیل مدعی ایں معنی سخن بسیار راندہ اند وکتب ورسائل بسیار ساختہ اند وکتب ورسائل ایشاں شاہد است بریں معنی۔ تم کلامہ۔ مخفی نماند کہ تجلّی معنوی درصورت علوم ومعارف واذواق می باشد و فرق عظیم است۔ میاں علم وصورت مثالی۔ ومراد ازیں علم علمِ سالک است وتجلّی ذاتی عبارت از ظہور ذات است درصورت اسمے کہ مبدء تعیّن صاحب تجلّی است ومشاہدہٴ جمال مطلق کہ درفنا فی اللہ می گویند معنی دیگر دارد۔ وآں عبارت از انجذاب رُوح است۔ بہ جمالِ ہستی حقیقی کہ عبارت از حیثیتے از حیثیّات ذات است۔ بہ کیفیّتے کہ شعور بہ ایں انجذاب نیز نماند

بطور متوجهاں بوجہ خاص د مشاہدہ جمال ذات است و پردہ ہماں اسم بطور سالکان طریق تربیت ہر گاہ منتہی بہ آں اسم شود و مطلق گفتن باعتبار اطلاق اوست از تعینات گویند و تعین عبارت ازاں معنی است کہ از معقولات ثانویہ است نہ امر مشکل۔ و امثال آن است و دیگر صور مثالیہ را کہ عالم جبروت می گویند صفات حق ندانند صفات حقیقیہ علم و قدرت صفات اضافیہ عبارت از خالقیت و رزّاقیت و امثال آنہا است دیگر کشف ملکوت و جبروت کہ باصطلاح شما است وعبارت از کشف در عالم حس و مثال است بکشف در عالمے است کہ بحقیقت موجود است د وجود او عین وجود حق است نزد صوفیۂ موحدہ و غیر وجود حق است نزد علماء و بعضے از صوفیہ و اگر بہ ناگاہ کسے نہ عین و نہ غیر گفتہ باشد نہ باں معنی است کہ شما می گوئید و آں معنی مخالف عقل است بہ آں معنیست کہ نہ عینست من حیث الاطلاق و نہ غیر است من حیث الوجود۔ و آنچہ بزرگان در صفات الٰہی گفتہ اند معنی آں در کتب مبین است۔ القصہ اگر شمارا دریں سخناں توقفے باشد امر کنید تا چندے از عالمان محقق بلکہ بعضے از صوفیہ را نیز جمع کردہ بیان ایں امور نمایم۔ بمنہ و کمال کرمہ

در سفارش عالمیکہ دولتمندے طلب نمودہ بود قلمے فرمودہ اند و ایں دولتمند در عبادت بغائت موفق دور زمرہ صلحا بود بر حسب ضرورت بخدمت سلاطین مبتلا شد و تا وقت تحریر آنچہ شنودہ می شنوم ہنوز او ضاعش بخیر مائل است و کثیر العبادت است۔

۵۶۔ بہ یکے از دولت مندان۔ حق تعالےٰ وسبحانہ عافیت امور را و مستحسنات و مرضیات فرود آرد انت ولیّٖ فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ؎

بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی

یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود

بالجملہ مقصد ہمیں است امید کہ ہمتے بندید و فاتحہ بخوانید کہ حق عز و علیٰ ایں فرود افتادۂ عاجز را بمنتہائے ایں مطلب برساند بقیۃ المقصود خدمت مخدومی اخوندی بر حسب ارادہ شما ایں ہمہ ساخت قطع کردہ رضا و خوشنودی شما را بر فراغت و آرام خود اختیار کردند پاداش ایں عمل نیست مگر آنکہ شما نیز خوشنودی و رضائے ایشاں را برمراد خود بگزینید اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ

اصلی محقق است والدعا مع الاخلاص۔

۵۷۔ من از محیطِ محبت ہمیں نشاں دیدم
کہ استخوانِ عزیزاں بساحل افتادہ است

بعون اللہ تعالےٰ بولایت بلخ رسیدیم از جماعتے کہ در مسندِ ارشاد مقرر اند علم عدم مناسبت ذاتی تاثیری نیافتم بشمر خاں بقصد ملازمت ملا آگہ رفتیم۔ بحمد اللہ تعالےٰ بر منزلِ خود و بصفا در نظر آمد خدمتِ مولوی بکمال تجرید باطن اند آثار معرفت از دیوانِ شعر ایشاں کہ دریں ایام در اتمام آنند ظاہر و ہویدا است و سہ روز آنجا بودم زیارت مزار فائض الانوار برہان المحققین وحجۃ المرشدین حضرت خواجہ احرار قدس سرہ دو خاطر تمکن بود آنجا نیز نتوانستیم قرار گرفت شکستہ و مایوس طے منازل می کنم تا بعد ازیں چہ رُوئے دہد بفاتحہ امدادے نمودہ باشند منتہائے مقاصد برسند ناظم مناظم طریقہ درویش نظر مجذوب الاطوار بندگی قبول نمائند فریاد از نفسہائے از کشف برخاستہ و ایشاں از حالِ ما غافل نباشند والسلام

صالحہ از منتسبان آستان ہدایت نشاں بود و تجویز آمدن بحضور شریف نمی فرمودند بہ تقریبے از شوہرش حال صالحہ مذکورہ را پرسیدند و ایں نوشتہ را فرمودند کہ شوہرش نزد او بردہ بخواند و بفہماند شوہر حیراں بماند کہ عورتے ہندی نژاد[1] کہ فارسی خوب نمی داند ایں مضمون را چہ طور تواند فہمید لیکن حسب الامر رفتہ نزد او خواند یعنی را بہندی گفت ظاہر شد کہ خوب فہمیدہ و ایں صورت در نظر شوہر مذکور از خوارق عظمیٰ می نمائد

۵۸۔ بہ یکے از زنانِ صالحہ ملاحظہ بکنید کہ در وقتِ صفائے دل مراقب نفی و اثبات اند یا اثبات تنہا و بر تقدیر یکہ نفی و اثبات باشد تحقیق نمائند کہ نفی معلوم و اثبات مجہول است یا نفی معلومی و اثبات معلومی است یا نفی موہوم و اثبات معلوم است و بر تقدیر یکہ و اثبات معلومی است یا نفی موہوم و اثبات معلوم است بتقدیر یکہ اثبات تنہا باشد نیز تفتیش کنند کہ اثبات معلوم است یا اثبات مجہول است در صورت اوّل معلوم جدید است یا قدیم بار سے بر تقدیر

[1] شاید یہ صورتِ ہندی نژادے ہوگا (یزدانی)

اثبات تنہا کوشش نمائند تا اثبات مجہول شود ؎

واند اعمی کہ مادرے دارد
لیک چونے بوہم در نارد

القصہ سعی و اہتمام در نفی می باید کرد و ہیچ معلوم در خاطر نمی باید گذاشت ۔

۵۹۔ حق سبحانہ وتعالےٰ تاجِ کرامت و لباس معرفت ومحبت خود را بروجہ اتم عطا نمودہ مستقیم دارد۔ ایں از پا در افتادہ گرفتار را بہ پرتوے ازاں مشرف گرداند و رعنایت نامہ جناب خواجہ حسام الدین مرقوم بود کہ واسطۂ نانوشتن کتاب بفلانے عدم ظہور احوال و مقامات است چہ حکایت رسمے را چہ نویسم عجب است نسبت محبت و وداد طالب زواید اخبار نیست مجرّد صحت و استقامت شریعت وصفائی توجہ بحضرتِ بیچوں وغلو محبت وگسستگی از ما سوی مطلوب است اللّٰھم ارزقنا بحرمۃ النبی وآلہٖ

۶۰۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ برادرِعزیز میاں شیخ احمد ومحمد صادق دُعائے مخلصانہ قبول نمائند کتابتے کہ مشتمل بر شرح احوال مشارٌ الیہما بود رسید۔ الحمد للّٰہ والمنۃ کہ دوستاں را باخود می دارد درخاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ بتفصیل بنویسم غایۃ الامر تامشافہہ مذکور نشود شفاے تمام حاصل نمی شود بناءً علیہ ترک نمودیم بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغایت اصیل است وحال شیخ احمد کہ گاہے توحید است وعبارت غائت شاہد است از علم بعین آمدہ واز گوش بآغوش دراں مقام نوشتہ محلِ تفتیش است کہ یارب مطالعہ احدیّت در کثرت یا توحید صوری اگر اوّل است مبارک است وکمال و اگر دوم است بر تقدیرے اصیل است و بر تقدیرے معلول اکنوں محل تفصیل تقادیر نیست اگر سوم است خود البتہ معلول است لیکن ظاہر عبارت مشارٌ الیہ ناظر در دوم است انشاء اللّٰہ تعالےٰ کہ از قسم اصیل باشد دیگر آں رُباعی[1] ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غائت سفاہت است حاشا کہ قائل

---

[1] رُباعی ملحدانہ این است — اے دریغا کیں شریعت ملّتِ اعمائی است ملّتِ ما کافری و ملّتِ ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و رُوئے آں زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر ... مایکتائی است

آں مقبوے باشند زنہار ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محل استغناء و غیرت است والسّلام

ایں رقعہ در جواب عریضۂ مخدومی ملاذی میاں شیخ احمد سلمہ ربہ نوشتہ شدہ۔

۱۱۶۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ وتعالےٰ در مدارج کمال وتکمیل ترقیات بے نہایت کرامت نماید کتابتے کہ قاضی زادہ آوردہ بودند بشرفِ مطالعہ آں رسید بخاطر داشت کہ مفصلاً جوابے بنویسد در وقتے کہ بر سر آں آمد آں کتابت را نیافت الخیر فیما صنع اللہ الحق تحقیق و تشخیص ایں نوع سخناں جز بمشافہہ وحضور بدست نمی آید۔ چنانچہ مکرراً تجربہ کردہ باشد بارے آں قدر کہ مےباید نوشت آنست کہ حضرت خواجہ احرار نہایت را فنا و نیستی داشتہ اند و از فحوائے قدسی انتظام ایشاں چناں معلوم می شود کہ تا سالک بحقیقتِ تجلّی ذاتی نمی رسد ایں معنی بدست نمی آید تا در مشاہدات کہ در مراتب تنزّل است بند است گرفتار آں مشاہدہ است اگرچہ بدوام شہود و استقامت آنکہ عبارت از اتّحادِ مشاہد و مشاہد است[1]۔ و فنائے آنکہ عبارت از استتار آنست در سطوت وحدت آں گرفتار در نظر نمی آید ہمانا کشف بقائے صفت ارادہ و فنائے مراوات دریں مقام است فاذا کشف الاستار ای ظہر ستر تہا ظہوراً عینیاً واندرج العلم بین الساتر والمستتر حصل ما اشار الیہ الشیخ الکامل سیّد الاحرار فی وقتہٖ قطوبی لمن ادرکہ۔ ایضاً مشرب شیخ علاؤالدولہ سمنانی علیہ الرحمت وحدت وجود نیست آرے شہود ایشاں شہود اکمل است۔ فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیاء را معدوم خارجے میدانند و ظہور ایشاں را در خارج چوں ظہور صور در مرآت می گویند و ذوقاً موجود حقیقے را نمی دانند و حضرت شیخ با وجود قوت شہود و ارتفاع آں اشیا را موجود خارجی می گویند و نیز فرق دیگر در حقیقت اشیا است کہ جماعت اولیٰ مظاہر شیون اصل می دانند و ایشاں نیز و آنکہ بجہت قوت حال اشیا نسیاً منسیاً شدہ باشد امر دیگر است با وجود صفات و افعال را با صل تواہد داد وعلماً و مقام لا تبقی ولا تذر از جملہ احوال است و آنچہ شیخ کبیر محی الدین ابن عربی فرمودہ از علوم است حال را با علم نزاعے ہست اما علم را با حال نزاعے نیست ؎

من از شہر کلانم نہ از آں دِہ کہ توئی ۔۔۔ با ہمہ خلق جہاں دار مدارے دارم

[1] باقاعدہ اعراب کے استعمال سے اسے لسنتےشاہد و مشاہد پڑھا جائے۔

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ از ادبائے تمکین است۔ حق شناسی است۔ در مرتبہ بحق آں قیام می نماید۔ و آنچہ شیخ مہنہ[1] قدس سرہٗ فرمودہ در جواب سائل است چوں سائل از حال سوال کردہ بود ایشاں نیز از حال جواب گفتند۔ والدعا

ایں رسالہ بہ التماس یکے از مخلصان مخصوص الارتباط عظیم القدر شروع فرمودہ بودند۔ چوں آں عزیز از خدمتِ حضور بہ وطنِ خود رخصت شد دیگرے بہ التماس گستاخی نتوانست نمود و ایشاں را خود تقید بہ ایں امور نبود بل احتراز تمام ظاہر می شود بہ ایں سبب ایں رسالہ ناتمام ماند۔

۴۲۔ رسالۂ ناتمام در سلوک۔ بداں ایدک اللہ تعالیٰ بنور القدس کہ طریق وصول بلقائے حقیقی دو است یکے طریق نفی و دیگر طریق اثبات۔ اگرچہ طریق اثبات را طریق نفی مندرج و لازم است و از اصناف طریق نفی یکے طریق غیبت و بیخودی است از لوازم وجود جسمانی خود و صفات او چوں بہ کمال ایں غیبت می رسند ظلمت حادثہ روئے بہ نورانیت می نہد و شعلۂ آگاہی بجناب الٰہی ظہور می کند۔ چوں جذبِ باطن بجمال آں نور قوت می یابد بے شعوری از لوازم وجود روحانی نیز دست می دہد و حجاب بالکلیہ مرتفع می گردد و شجرۂ سر دراں آتش حقیقی بتمام و کمال می سوزد۔ اکنوں دریں خلوت می تواند کہ کسوت معرفت پوشانند و بعد از سر بر آوردن ازاں گرداب دیدۂ آب را نیز باب دہد لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ ایں وجہ خاص است اقرب طرق است و اسلم و ادوم۔ رعایت وقوفِ قلبی کہ عبارت از توجہ است بقلب صنوبری موصل ایں طریق است و ہم چنیں رعایت بازگشت نیز در ذکر بوجدان مذکور ممد ایں طریق است و ہم چنیں بردن رابطہ از فضائے سینہ بجانب قلبِ صنوبری بتمام ہمت ممد ایں طریق است و ہم چنیں مجرد صحبت و نشست و برخاست باہم کناں از اربابِ وصول نیز موصول بہ ایں طریق است و معنی اندراج نہایت در بدایت دریں طریق است خلوت در انجمن کہ یکے از اساس طریقۂ نقشبندیہ است بحقیقت دریں طریقہ است چہ ابتدا بجہت معیتے کہ حق را سبحانہ بہ او ست متوجہ حق صرف می شود

---

[1] یعنی حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ مہنہ سے مشہور ہیں۔

و دو طرق دیگر چنانچه بیان خواہم کرد خلوت باحق صرف نیست خلوت بہ انوار کشوف و صور تجلیات و امثال آن است۔ وہمچنیں نظر بر قدم چہ ظہور انوار و ارواح کم است کہ بے پراگندگی نظر باشد۔ دریں طریق چوں سیرش مستدیر است نظرش تمام بر قدم است بل بر قدم چوں قدم سالک ہماں نظر است ہر دو یکے است وہمچنیں سفر در وطن چہ سیرش مستدیر است۔ روشن است کہ ابتدائے توجہ ایں سالک بوجہ ایست کہ منبع شیون و منشاء انسان است و سیرش تمام مراتب ظہور نور اوست دیگر ہمیں سیر اصل صفات ذمیمہ از زمین باطن کندہ می شود بے آنکہ سالک خود را درمقام قلع آنہا بیارد و خاطر را پراگندہ و متفرق گرداند پس بحقیقت ہماں سیر حاصل است بے حرکت اقدام وہمچنیں ہوش در دم کہ عبارت از دوام توجہ است بجناب حق سبحانہ و تعالے آں عینیتے کہ ابتداء ایں طریق است آں نیز از مقولۂ توجہ است ہر چند کہ بجہت ضعف باطن سالک باخبر نباشد۔ مخفی نماند کہ از جملہ امورے کہ مناسب ایں طریق نیست یکے مطالعۂ کتب صوفیہ و شنودن سخنان بلند ایشان است چہ جمال آں مواجید کہ بفہم سالک می آید خاطر او را بخود می کشد۔ و در ورزش ایں طریقۂ علیہ فتور می افتد جمال ایں نسبت را نمی بلند مگو منتہی۔ از یں مقدمہ در باب کہ سماع کلمات و اشعار توحید آمیز و امثال آں چہ نسبت دارد۔ ایں ہم و فتیکہ در لباس نغمہ نباشد والا خارج مبحث است۔ سماع مقبول سماع رُوحانی است کہ سماع معانی باشد اما سماع طبیعی کہ سماع نغمہ است محل اختلاف است۔ عامۂ علماء حرامش میدانند و جمع مشائخ درمقام علاج تجویزش کردہ اند نہ آنکہ او را از قربات دانند و آلہی گویند دجہے دیگر جہت ترویج و تزئین مستحسن شمردہ اند۔ لیکن مبتدی را اہل آں نمی دانند چہ ہنوز از ارباب قلوب و اہل محبت نشدہ طبیعتش بر ہماں نغمہ می اندازد و از معانی کلمات و ذوق آں بے بہرہ می ماند و جمعے دیگر ہر چند کہ مباحش می دانند اولی ترکش را می گویند چنانچہ از قطب طریق خواجہ بہاء الحق والدین مشہور است کہ می فرمودند۔ نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم ایں مذہب صاحب فتوحات مکیہ است رضی اللہ عنہ۔ نزد ایں فوراتم سماع نغمہ قطعاً رُوحانی نیست رقت حاصلہ از یں سماع را رقت طبیعت میگوید و حرکت او را حرکت طبیعیہ و میاں جمل متحرک بسماع نغمہ و میاں سالک متحرک بحرکت در یہ از استماع نغمہ ہیچ فرق نمی نہد۔ ہمدراں کتاب از ابو یزید بسطامی کہ از مشائخ ایں سلسلۂ عالیہ است می گوید کہ او مکروہ میداشت۔ استماع

سماع

نغمہ را۔ وہمدراں کتاب از اقطاب انیاب کہ اکبر ایشاں صدیق اکبر را رضی اللہ تعالےٰ عنہ می گوید
ومنتہائے مشائخ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ می نویسد کہ ایشاں قائل بسماع نغمہ نیستند وسماع مقیدین نغمہ
رادین خالص نمی گویند و بحکم اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ترک او نمودہ اند۔ ہمدریں کتاب حضرت
صدیق وسلمان فارسی وابویزید بسطامی راکہ داخل شجرہ پیران ما اند از کبرائے ملامتیہ می نویسد وملامتی
جماعتے رامی گوید کہ درکسوتِ عامہ مسلماناں اند و در ظاہر بہ عملے از عامہ ممتاز نیستند و در تمام مقام شریعت
اند ومتابع سنت۔ چنانچہ سرِ ایں جماعت حضرت رسالت پناہ را صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم می نویسد۔
حاصل آنکہ سماع نغمہ قطعاً مناسب طریق ما نیست۔ وآنکہ جمعے بجہت علاج تجویز کردہ اند ودیں طریق
سند نمی شود وچہ آں علاج عُبّاد وذوی الاحوال وذوی الاشتغال راست۔ مزاج شرب اہل ایں
طریق از چشمۂ مقربین است عبّاد وارباب احوال را ازیں مشرب نیست۔ وچوں ایشاں درمقام
لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ می در آیند وصبر مع اللہ را رعایت می کنند از
ذوی الاشتغال نیز نیستند۔ سخن بہ طول انجامید واز خلاصۂ مقصود باز ماندیم۔ اکنوں بر سر مقصود
بیائیم۔ دیگر از اصناف طریق نفی طریق بےشعوری از صور اجسام عالم است۔ صاحب ایں طریق عالم
را خالی محض می یابد۔ سلطان وحدت از ورائے کثرت بصیرتش راجذب کشیدہ وظلمت طبیعت غبار
دیدش شدہ۔ لاجرم در برزخ حیرت محبوس ومعطل ماندہ چوں آں کشمش قوت یابد وصورت خود را
نیز برباد دہد واز غرابت مقام برآید عروس مقصود در کسوت نور صاف جلوہ گر آید در تمام عالم حق
را یابد معری از نقوش واشکال والوان وتعدد۔ بعد ازیں ہر چند کشمش قوی تر جذب ہستی کمتر آں
نور لطیف تر وچشم سالک روشن تر۔ درمقام فنای جسمانی کہ بعد از کمال لطافت بظہور میرسد بجہت
معیّتے کہ میان رُوح وبدن ثابت است بینندہ نیز حق رامی یابد لیکن بجہت وجود رُوحانی حجب مخفیہ
باقی اند چوں درہمیں طریق عروج نماید جہات ومعنی نورانیت بلکہ ایں دید را نیز گم کند حیران صرف شود
نہ عالم ونہ خلائے متوہم ونہ نور ونہ حضور چوں ایں حیرت غلبہ نماید فنا بمراتب وجود روحانی نیز برسد
بعد از افاقت اگر مراتب بقا حضورش بتدریج شود وتفاوت ہا در خود یابد کہ جز او کس نماند ایں
زماں حاصل معرفتش آنکہ در عرصۂ وجود جز یک ذات نہ بیند اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى غالب ایں
است کہ صاحب ایں دید صور عالم را وہم وخیال داند ونمودِ بے بود شناسد واگر از ہماں طریق

اوّل برایں وید برسد متحیر شود وَهُوَ توحید المحبة وکشف الغلبة یعنی از غلبۂ محبت در نظر کشفش جز یک ذات نماند۔ غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم وخیال گوید۔ مخفی نماند کہ صاحب طریق دوم از طریق نفی اغلب آن است کہ سراو را از راہ رابطہ بسر مرشدِ واصل اتّصالے دست میدہد واز اں اتّصال نور را آگاہی کسب میکند ومتوجہ طریق اوّل می شود لیکن پیش از انکہ آں نور مکتسب قوت گیرد وہم بہ تبعیت نظر مرشد نظر طالب بجہت عالم می افتد چوں آشنائے نور وحدت شدہ بوئے مقصود از ورای صور روے ار اوتش را بخود می انگند فَيَظْهَرُ مَا يَظْهَرُ مِمَّا سَلَفَ مِنْ مَرَاتِبِ التَّحَيُّرِ۔ لیکن ایں چنیں طالب را بشارت است بوسعت دائرہ اگر فضلِ حق دستگیری کند و دریچۂ تحقیق بر رُویش بکشاید بعد از اں کہ بہ منتہائے جذبہ رسیدہ باشد سریان وحدت را در کثرت دریابد ومستغرق وحدت صرف شود فَاتَّحَدَ الشَّاهِدُ وَالشُّهُوْدُ وَالْمَشْهُوْدُ ؎

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

ایں تجلی تجلی ذات است ومخصوص است بہ بعضے از کمل افراد انسانیت۔ اینجا از تعین اوّل حظے بگیرد وچوں تنزّل نماید وتا مرتبۂ شہادت برسد تمام موجودات عینک چشم بصیرتش شوند وآئینۂ صفات اصل گردند۔ تعیّن ثانی نیز عَلٰی حَسَبِ عَيْنِيَّتِهِ الثَّابِتَةِ در احاطہ اش درآید۔ تواند بود کہ عین ثابتہ اش مکشوف شود وخود را عین تمام موجودات بیابد ودر ظاہر نیز تمام موجودات را مرآت خود بہ بیند وہمچنیں تواند بود کہ اسم اَلْبَاطِنُ از جہت فوق وحدت تجلی نماید وسر رشتۂ مقصود را گم کند ؎ سُبْحَانَ مَنْ تَحَيَّرَ فِيْ ذَاتِهِ سِوَاهُ

فہم وخرد بہ کنہ کمالش نہ بردہ راہ

ایں مقدمۂ تجلی احدیّت است۔ ودر تجلی احدیّت اسم اَلْآخِر رُو بہ ظاہر علم می نہد۔ فَهُوَ الْآنَ كَمَا كَانَ فَظَهَرَ مَا قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فِي الْاِلٰهِيَّاتِ مِنْ مَرَاتِبِ التَّنْزِيْهِ وَالتَّقْدِيْسِ غَيْرَ اَنَّ التَّنْزِيْهَ قَدْ عَلَا وَاَسْقَطَ الشِّرْكَةَ فِي الْوُجُوْدِ فَالتَّوْحِيْدُ اِثْبَاتُ الْقِدَمِ وَاِسْقَاطُ الْحَدَثِ۔ اینجا درویش بیچارہ عاجز محض ومفلس صرف است۔ بعد ازیں ایں راہ را نہایت نیست اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا۔ مخفی نماند کہ در اثنائے ایں سیر وسلوک بعضے را وقائع و

کشوف دست میدہد چنانچہ خودرا و عالم راتمام آب می یابد۔ یا باد یا آتش۔ علی حسب اللطافۃ۔ وہمچنیں آں آب را مثلاً خشک می بیند ومطلق از شعور میرود۔ ایں کشف دراوّل قدم است مقدمۂ گم کردن صور عالم است تواند بود کہ در اثنائے ہمیں کشف حق در صور مثالیہ تجلی کند بل در صور حسّیّہ نیز و توحید صوریش دست دہد۔ چنانچہ خودرا درعروج بیند و در نور عرش محو و ناچیز گردد۔ ایں مقدمہ احاطۂ شہود است ومطالعۂ وحدت در کثرت۔ چوں سخن بعروج رسید سخن واقعہ و کشف را قطع کنیم وطریق دیگر را از طریق نفی بیان نمائیم بدآں اسعدک اللہ تعالیٰ کہ طریق دیگر از طریق نفی طریق معراج تحلیل است۔ و دریں طریق نفی صفات بشریّۃ می شود۔ و بقدر آں نفی سالک را مناسبت بمراتب علویات از سماویات و فلکیّات دست می دہد۔ چنانچہ در اثنائے کار خودرا در عروج می بیند و بقدر خفّت بہ طبقات سماوات می رسد و بعضے را از ایشاں عجائب ملکوت مکشوف می شود و بہشت و دوزخ و لوحِ محفوظ وغیرہا در نظر می آید تا آنکہ بہ عرش الرحمٰن می رسند و در انوار ذی العرش محو و ناچیز می گردند۔ چوں دریں مقام تمکین می یابند وجذبات قویہ دست می دہد از ماد طبیعت بالکلیہ می برآیند۔ تولد ثانیہ بظہور میرسد و نور محیط وَ اللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ مکشوف می شود و بفنائے وجودی متحقق می گردند۔ مخفی نماند کہ ایں طریق گاہے در درجات طریق ثانی مندرج می گردد لیکن چوں بعضے را خالص ہمیں طریق پیش می آید طریق دیگر ساختیم۔ تحقیق آن است کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ ہرکس را چیزے دیگر پیش می آید لیکن بحسب توجہ سالک منقسم بہ سہ قسم شد۔ بہ بینیم کہ توجہش بوجہ خاص است یا بنورِ محیط یا بفوق العرش۔ اَلْاَوَّلُ ھُوَ الْاَوَّلُ۔ کَذَا الثَّانِیْ وَالثَّالِثُ۔ ازینجا است کہ طرق اثبات را طریق رابع ساختیم چہ توجہ سالک درو بر اسم اَلظَّاہِرُ است اول قدم بتوحید صوری می افتد۔ میان او و مقصود ہیچ نیست کہ نفی کند و بمقصود برسد۔ ایں معنی بحسب نظر او ست نہ فِی الْوَاقِعِ۔ ولہٰذا از توجہ مرشد و ازتیاں اقلیہ سالک انجذاب بمقصود قوّت می گیرد و فی الجملہ از حس غائب می شود و شکستے در اقلیا از صور می افتد و عالم بصورِ انوارِ مُخْتَلِفَۃُ الْاَلْوَانِ از کدورت و حمرت و بیاض و صفرت و سواد و بیرنگی دَرَجَۃً بَعْدَ دَرَجَۃٍ عَلٰی حَسَبِ مَرَاتِبِ الْمُنْجَذِبَۃِ فِی السَّالِکِ ظہور میکند لیکن در ہر مرتبہ نظر برہماں بند است و ہماں را حق میداند۔ چوں خلیتش قوت یابد و حق در کسوت نور بیرنگ مشاہدہ نماید لیکن عالم شہادت از میاں بتمام برخیزد۔ وجود و عدم او در نظرش نہ باشد ایں زماں بطریق ثانی در آید۔ اگر کشمش ہم چناں در قوت باشد از طریق ثانی ہم عروج نماید و بہ طریق اولی افتد لیکن

نزدیک به اواخر منازل او چوں دریں وقت رسوخے پیدا کند و سر بر آرد۔ باز نظرش بہ طریقِ اوّل اُفتد همه را حق یابد بیچوُن و بیچگوں نه نور و نه بیرنگی۔ و تواند که در همان طریق ثانی بآخر رسد۔ اگرچه در آخر نظر سالک طریق ثانی در غلبهٔ حضور با نظر سالک اول یکے است چه سلوک سالک اول در مرتبه سیر او ست و درجاتِ غیبت و حضور و حیرت و بقا و تنزل او در همان مرتبهٔ صِراط او صِراطِ مستقیم است۔ چوں سالک طریقِ ثانی را هم نظر راست و صراطِ مستقیم دست می دهد هر دو نظر یکے می شود فرق به وسعت و ضیق می ماند اگر همچناں در ضیق خود بماند و اگر ترقی کند و وسعت یابد هر دو یکے است۔ مخفی نماند که از اقسام ترقی ترقی بطریق کشف است که عالم مثال ۔۔ الخ

۶۳۔ من هیچم و کم ز هیچ هم بسیارے
از هیچ و کم از هیچ نیاید کارے

من بے سعادت بے دولت عمر ضائع کرده را شرم می آید که نام عزیزان خود برم چه جائے آنکه از ایشاں سخن گویم امّا چوں بعضے از برادراں مومن را بایں حقیر حسن ظنے شده ازیں جهت که بزرگاں را خدمت و ملازمت کرده و زیارات مزارات که خانواده حضرت خواجگان قدس الله تعالےٰ سرّہٗ می فرمایند ؎ غیر حق هر ذرّه کاں مقصودِ تست
تیغ لا برکش که آں معبودِ تست

همگی همت براں دار که ترا هیچ بائیستے در دل غیر حق سبحانه نباشد هرچه غیر حق سبحانه در دل ترا بخود مشغول گرداند به لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه گفتن آں چیز را از دل خود دور کرده چناں کن که آں چیز را دشمن خود دانی همیشه از حق سبحانه به نیاز آں خواهی که بغیر خود به هیچ چیز گرفتار نگرداند ؎
ترا یک حرف بس در هر دو عالم
که بر ناید ز جانت بے خدا دم

پس اگر مبتدی خواهد که مشغول شود باید که اهل را کوتاه گرداند و حصر کند حیاتِ خود را بنفسیکه وے درآن است و دریں نفسیکه آخر انفاسِ خود دانسته است بذکرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه بایں طریق مشغول شود که در لَآ اِلٰهَ هرچه غیر حق است از دل دُور کند و در اِلَّا اللّٰه حق عزّ و جلّ را بمعبودی و محبوبی ملاحظه

کند چنانچہ ہر بارے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه گوید بدل گوید کہ نیست ہیچ معبودے مگر حق و چناں کند کہ ہیچ ترک نہ کند بہمہ حال بایں مشغول باشد قدم اوّل در توبہ نصوح است و اعتقاد درست بر طریقہ اہلسنت والجماعت و عمل بموجب کتاب وسنّت و باز داشتن از ہر چہ شریعت ازاں نہی کردہ بعد از اقتصار بر ادائے فرائض وسنن و بعضے نوافل از شکر وضو و اشراق و چاشت و نماز تہجّد را مشغول شود چنانچہ مسطور است حضرت ایشاں می فرمودند کہ تا حق سبحانہ وتعالےٰ بر بندہ بصفت ارادہ تجلّی نکند آں بندہ سلوک اہل اللہ نمی کند و مرید کسے نمی شود و در رسائل اہل اللہ ہمیں سخن است و چوں ارادت از پیش حق سبحانہ وتعالےٰ باشد پس امر عظیم است و از ارواح طیبہ ایں بزرگواراں ہمت و استقامت طلب نماید ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
وادیم نشاں ز گنج مقصود ترا
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

۶۴۔ حق سبحانہ وتعالےٰ عاقبت امور را در مرضیاتِ خود فرود آرد۔ آنکہ نسبت قرابت خود را ذکرِ نام ونشاں مسطور نساختیم۔ اندیشہ بجز آں نبود کہ طلب بجہتِ اقربا خصوصاً ایں نوع قرابت نزدیک خود است و نفسِ امّارہ مارا خوش نمی آید کہ تذلل طلب بکشد۔ کار را بہ خدا بگذرانیدیم کہ از پردۂ غیب چہ ظہور می کند۔ حق عزّ شانہ کافی مہمّات است۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔

۶۵۔ در علوِ استعداد شیخ احمد سرہندی بہ کسے ۔ شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم وقوی العمل۔ روزے چند فقیر با او نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار و اوقاتِ او مشاہدہ کرد بآں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا ازو روشن گردند۔ بحمد اللہ احوالِ کاملہ او مرا یقین پیوستہ ایں شیخ مشارٌ الیہ برادراں و اقربا دارد۔ ہمہ مردم صالح و از طبقہ علما چندے را دعا گو ملازمت کردہ از جواہر عالیہ و انستہ استعدادہائے عجب دارند۔ فرزندانِ آں شیخ کہ اطفال و اسرارِ الٰہی انبا بجملہ شجرہ طیّبہ اند۔ انبتہ اللہ نباتاً حسناً الغرض بجہت کثرتِ عیال و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقاتِ آں جماعت

است۔ اگراز وجہ جہل یک ہرسال قدرے معین بآں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتے درمیان ایشاں قرار دہد۔ بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار ہرچند کہ اند کے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود۔ فقراباب اللہ اند و لہاے عجب وازند زیادہ جرأت است۔

۶۶۔ حق سبحانہ وتعالےٰ بفضل خاص کہ دل بیار و دست بکار داشتن است برساند ہرچند کہ درجات ایں دو گنجینہ بے شمار است وبکمال آں متحقق شدن بس دشوار لیکن بقدر وسع دست ازایشاں بازداشتن زیادتی خاہر است۔ شرح کلمتین را علماء طریقت وشریعت متصدی شدہ و ازعہدہ آں برآمدہ اند مجمل بیان ایں کلمہ آخری کہ تعلق بشریعت دارد و مدار علیہا کلمہ اولیٰ است و اصل ہمہ سعادت وناگزیر تمام ارباب عقل است تکلیف ترویج عجوز لاعجوز نمودن وبظہور آوردن آں نسبت بخود وبغیر خود حکمت وبصیرت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

درحاشیہ کتابتے کہ یکے ازیاراں حاضر بجناب مخدومی میاں شیخ تاج الدین نوشتہ بودند ایں سطور مرقوم قلم مشکیں رقم کردند۔

۶۷۔ بہ شیخ تاج الدین۔ خاطر محباں ومخلصاں نگران ملاقات فائض البرکات می باشد باحسن وجوہ میسّر گردد کتابت علیحدہ کہ نوشتم بواسطہ سستی وضعف بود روزے چند عارضہ داشتم ہنوز بقایائے آں ماندہ فریاد از گرفتاری خلق وغیرت حق سبحانہ وتعالےٰ صورت شفقتے از باطن بندہائے خود ظاہر ساختہ بحکم بندگی بار آں می باید کشید دریں نشاء آنچہ بریں کس است ہمیں است الشفقة علیٰ خلق اللہ والتعظیم لامر اللہ زیادہ چہ نویسم۔

۶۸۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ۔ دیوانہائے ایں می گویند کہ دو سال دیگر خواہی ماند و بعد ازاں مختاری حکایت بسیار در سبب تعبیر اہتمام سابق می کند بارے ارادہ ما آں است کہ تا سی ما توقف کنیم بعد ازاں ہرچہ ظہور رسد۔

ع تادرمیاں خواستہ کردگار چیست

اماشما بعد از رمضان عبوری بایں جانب بکنند و آں جواں طلبا را نیز باخود بیارند و در اثنائے سیر و طیر و از دل او خبردار باشند. فتیلاً و فتیکہ آں صورت رابر کرسی دیدہ بود بعد از شعور حال دل او بود اوّلاً یقین بکدام صفت حق سبحانہٗ پیدا شدہ بود از حاضری و ناظری و غیر ہا ہم چنیں در کشفے از احوال وے خبرے بیابند انشاءاللہ تعالیٰ منتہی کردہ دیگر مستعداں راہ بہرہ از دست ندہند آں جواں انصاری را نبایست گذاشت کہ او و لطفاً و قہراً او نگہداشت او می باید کوشید انشاءاللہ کجا خواہد رفت ایں زمان خاطر متوجہ آمدن او بکنید۔

۶۵۔ بہ شیخ تاج الدین۔ برادر ارشد شیخ تاج الدین دعائے مخلصانہ و سلام مشتاقانہ قبول نمودہ ملتفت و متوجہ حال فرو ماندگان بادیہ تعلق و گرفتاری باشند ؎

صد ملکِ دل بہ نیم نظر می تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ عزیز من ہدایت مطلق در پرتو مازاغ البصر وما طغیٰ است کہ باطن سالک گرفتار ذات بحت باشد نشانش آنکہ باوجود دردوری جمیع مقامات و مشاہدات و مراتب ظہور در نظر ہمتش حقیر نماید ؎

رندی چند اند کس نداند چند اند
بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

صاحب ایں حالت بشرط گسستنش ازیں حالت بمقام بندگی رسیدہ مظہر اسم الغنی شود فقرش بنہایت رسد۔ الفقراذاتم ھواللہ۔ ایں است ایں معنی بے استغراق کشش الٰہی و دریافتن آنکہ ایں کشش از دست باد و صور کائنات و اشباح عالم سرابیش نیست میسر نیست والدعا۔

یکے سادات عالی فطرت کہ از مقبولان ارشاد پناہ بود بواسطہ کثرت جاہ و دستگاہ در زمرۂ خادماں و خانقاہیاں داخل نشد اماازنشست و برخاست کہ او را میسر شدہ بود و فائدہ ہائے عظیم باو رسیدہ اگر خود از آں وقوف چنداں ندارد و بعضے ازیں فوائد اگرچہ احتمال دارد کہ بواسطہ صحبتہائے

پراگندہ برہم زند امّا در بعض دیگر مستقیم ماند۔ غرض کہ باوجود گرفتاری دنیا مستحقِ نصیحت و مرحمت بود ایں رقعہ باو نوشتہ بودند۔

۷۵۔ بہ یکے از سادات۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ بمیراثِ کامل بہرہ مند گرداند۔ میراث آنحضرت علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیّات علم و حال و مقام است اکنوں شمار است علم بیگانگی و حضور قدرت تامہ و وکیل بندگان بودن و لطیف و رؤف نسبت بمطیعان و قہّار و جبّار نسبت بجبّاران و عاصیاں و غفور و رحیم نسبت بشکستگان و نادمان و عذر خواہاں و علم بر انحصار سعادت در طریق شریعت و متابعتِ سنّت و از احوالِ محبت خدا و رسول و متابعان و نیاز مندان و محبت آنچہ مرضی خدا و رسول است از متابعت شریعت و تعظیم اہل او و از مقامات مقام رضا و جود و شفقت و ترویج شریعت لطفاً و قہراً القدر وسع و امکاں و آنچہ از لوازم است عمل بمقتضائے من آتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ علوم و احوال و مقامات بے نہایت میسّر گردد ان شاء اللہ العزیز۔

ایضاً بہ یکے از امراء عالیشان کہ ببرکتِ الطاف مغفرت پناہی ارشاد و سنگاہی از صفت خود و بعض صفات دیگر بہرہ تمام یافتہ بود۔

۷۶۔ بہ یکے از امراء۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ از عنایت بے علت خود نصیب کامل عطا کند۔ اصل ہمیں است ہرگاہ دریچہ عنایتِ فرو افتادہ مفتوح شود۔ ہم سرش نگران عظمت ہم روحش مصیقل بمحبت ہم دلش تسلیم احکام کتاب و سنّت ہم تنش در مقام استقامت قائم خواہد بود و مقصودِ آفرینش ہمیں است باقی از معارف و کمالات اگر وجہی روئے نماید کہ دریں اصول مخل نیفتد نور علی نور و الا ھباءً منثوراً۔ پس طلب بظہور غائت را بمقتضائے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تا ممکن است در مقام متابعت میباید بود و اگر بحسب بشریّت نقصانے دریں سعادت پیدا شود ہمیشہ نیاز مند بودہ دریوزہ از دلہا می باید کرد شاید کہ یک دعا دریں میان کارگر افتد الحمد للہ والمنۃ کہ ایں طریقہ را نیک می ورزند و بسے راز دلہائے سالم را نیک خواہ خود می گردانند اللّٰھم زد و حال کاتب عظیم شوریدہ و بے سر انجام است۔ سخنے کہ از و تراوش کند بہ ہیچ مصلحتے نمی شاید بمقتضائے علمِ خود کہ ایماں براں دارد سخنے می نویسد چہ تواں کرد۔ چوں اشارتے بتحریر ایں نوع سخناں بود ناچار جرأت نمود و الا می دانم

کہ من کیائی ایں موعظہ ام مرامی باید کہ از ہر چہ گمان نیک و بدیراں بودہ ام توبہ کنم و ہمیشہ بکلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ برطبق عامہ مسلماناں تجدید ایمان خود می کنم تا نفس باخر رسد و از یں وامگاہ شیطاں صورتِ ایماں بدر بوم فریاد کہ از صنعت جسمانی و بد فرمانی نفس سرکش از عہدہ ایں کار ہم نمی توانم بر آمد تا عاقبت چہ شود۔ ایں قدر ہست کہ کار بہ ارحم الرّاحمین است ع

کس باتو زیاں نہ کرد من ہم نہ کنم

الحمد للّٰہ اوّلاً وآخراً و ظاہراً و باطناً

۷۲۔ حق سبحانہ وتعالےٰ کارہا چنانچہ باید سر انجام نماید ے

من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم

ہمیں قدر بکنی کز خودم جُدا نکنی

حاصل آنکہ دل با یار و تن در کار می باید بُود و تصوّف یکسُو نگریستن و یکساں زیستن است انشاء اللّٰہ تعالےٰ توفیق کامل رفیق باد۔

ایضاً بہ امرائے مذکور قلمی یافتہ

۷۳۔ ایضاً بیکے از اُمرائے مذکور۔ حق سبحانہ وتعالےٰ محفوظ دارد و ظاہر بکرم و باطن بنور دل شکستہ و جانِ مشتاق عطا فرماید بالجملہ مجموع لطائف وجود را در صراط مستقیم بندگی تمکن دارد و ایں گرفتار را در سلک ایں آزادگاں محشور گرداند۔ بمنہ وکرمہ۔

ایضاً ہمیں امرا سعادت یار نوشتہ شدہ بود۔

۷۴۔ ایضاً بیکے از اُمرائے مذکور۔ خدام ذوی احترام شیخ حیدر کہ عمر صرفِ خدمتِ درویشاں و مقتدایان طریقت کردہ و در طریقہ مشائخ ترک عظم شانہم مجاز و متعیّن اند متوجہ زیارت حرمین شریفین زادھما اللّٰہ تعالےٰ کرامۃً گشتہ اند بجہت غربت و ناشناختن اوضاع ایں دیار و بعد موسم فی الجملہ تفکر و تاملے دارند چوں ملجاء غربا و مشفق فقرا و مضطرین بالفعل جز درگاہ نقابت و سیادت طہر اللّٰہ تطہیراً نیست

رُو بآنجا آوردہ اند انشاء اللہ تعالےٰ بروجہ احسن تلافی فرمودہ از انوارِ مکرمت محظوظ گردانند ۔

۷۵۔ حق سبحانہ و تعالےٰ بمنتہائے مطالب برساند ۔

یکے لحظہ از و دُوری نشاید | کہ از دُوری خرابی ہا فزاید
بہر حالیکہ باشی با خُدا باش ! | کہ از نزدیک بُودن مہر زاید

لایزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الی آخر الحدیث یعنی ہمیشہ بندہ بزواید عبادات کہ غیر فرائض است بمن تقرب میجوید و میخواہد مرضی و قبول من شود تا آنکہ بواسطہ ایں سعی و کوشش من اورا دوست دارم چوں بدوستیش برگزینم جذب عنایت من اورا از و بستاند من عین قوی و جوارح او شوم بمن بیند بمن گیرد و بمن رود الغرض حتی الامکان مراقب حق می باید بود و اورا جل شانہ حاضر و ناظر خود درجمیع امور می باید دانست و در مجموع خیرات و مبرات مقصود لقائے او و رضائے او می باید داشت تا بمنتہائے عالی ہمتاں رسیدہ شود ۔ حق سبحانہ و تعالےٰ آں عاجز فرو ماندہ را بمرادش برساند بالنبی و آلہ الامجاد ۔

بہ شخصے از مخلصاں نوشتہ بود ۔

۷۶۔ بہ شخصے از مخلصاں ۔ وفقکم اللہ فیما یحبہ ویرضاہٗ محبوب و مرضی حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ درکتب کارشناسانِ حقیقت بیں مبین است ۔ خلاصہ تطبیق عقائد بعقائد سلف صالح مداومتِ عمل بروفق مذہب اماحی از آئمہ حقّہ است از فروغ ولوازم ایں سعادت محبت منتسبان حضرت نبوی است از سادات و علماءِ دین و فقرائے صادق معرا از بدعت والحاد قولاً و فعلاً تحقیر مخالفان وعقائد ایشاں مقرون است و ہم چنیں فروغ بآں نور است دستگیری مظلوماں و رفع حاجت محتاجاں و عفو مجرماں و مساہلہ در حسابِ زیردستان مگر آنکہ امرے از حقوقِ شرعیہ فوت شود آں قدر کہ ازیں جملہ میسّر شود ۔ سعادت است بترک بعض ترک کل نتواں کرد ۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

۷۷۔ حق سبحانہ و تعالےٰ آں نخلِ سیادت و طہارت را از ثمرات اصلیہ برومند گرداند بمنہ و کرمہ ان

بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین خداوند است آنچہ خواہد کند بہترین وسائل بایں سعادت نیاز و فروتنی و دلجوئی بانیکاں بل عامہ اہل ایمان است نوشتن امثال ایں امور صورت تحصیل حاصل دارد ولیکن از عالم تذکیر امرے بظہور می رسد۔

مستورہ کہ داعیہ طلب در باطنش پرتو انداختہ بود۔ چوں شرفِ صحبت میسرش نبود از عورات مشغولہ مستفید نمی تواں نست شد چہ ایں چنیں عورات کہ لیاقت صحبت داشتن و فائدہ رسانیدن بمستورات در آنہا پیدا شدہ بود دراں شہر ہیچ یکے نبودند از رُوئے شفقت ایں صحیفہ برائے مستورۂ مذکور لطف فرمودند

۷۸۔ بہ مستورۂ۔ حق تعالےٰ وجل وعلےٰ توفیق کامل رفیق گرداند۔ سرمایۂ سعادات متابع فرمان الٰہی و پیروی سنّتِ رسُول او بُودن است و خود را از ہرچہ نباید کرد از غضب راندن و بدی مسلمانی اندیشیدن و بمتاع بے مدار دینوی نظر انداختن و خود را از سائر مخلوقات بزرگ دیدن و سفرِ آخرت را فراموش کردن نگاہ داشتن است بعد از عزیمت تحصیل ایں صفات اگر قبول خداوندی دررسد کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ را آہستہ تکرار می کردہ باشند و در وقتِ تکرار بفراغ خاطر عالم و عالمیاں را از نظر اعتبار انداختن شرط ظہور نتیجہ است حق سبحانہ و تعالےٰ در ہمہ حال ظاہر و باطن ہمیشہ ناظر است وظیفہ طالب صادق آنکہ چشم از مخلوقات پوشیدہ ہمیشہ منتظر نظر رحمتے باشد ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

باید کہ بدانی کہ اصل فراغ دل لقمہ پاک حلال بقدر حاجت خوردن و ترک اختلاط بیہودہ گویاں و دنیا طلباں کردن است اگر ہزار سال ذکر گوئی و لقمہ ات از وجہ حلال نباشد مقصود جمال نخواہد نمود ؎

صمت و جوع و سہر و عزلت و ذکرِ بدوام
ناتمامان جہاں را بکند کار تمام

والسّلام والاکرام

۷۹۔ سرمایہ ہمہ سعادت ہا محبّت ذاتی حق سبحانہ است انشاء اللہ العزیز بروجہ اتم میسّر گردد ان

بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین ؎

تو مگو ما را بداں در بار نیست

با کریماں کارہا دشوار نیست

القصہ ہمیشہ امیدوار و نگراں می باید بود و ہیچ کارے را مانع ایں نگمانی نمی باید ساخت بالجملہ غم ہیچ چیزے نمی باید خورد۔ ہر زیانے کہ در ہر کار شود گو شو گفتہ اند جمعیّت آں است کہ از ہمہ بمشاہدہ واحد پردازی در کلمات قدسیہ خواجہ پارسا است کہ جمعے گماں بردند کہ جمعیّت در جمع اسباب است در تفرقہ ابد ماندند و فرقہ بیقیں دانستند کہ جمعیّت اسباب از اسباب تفرقہ است دست از ہمہ افشاندند خدا تعالےٰ بحرمتِ محمد مصطفےٰ و منتسبان آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات ایں گرفتار را بکمال ایں جمعیّت برساند حقیقت ایمان کندن و پیوستن است۔

مصرع ؎ یعنی از غیر کنی دل بخدا پیوندی

عاقبت کار با اوست ؎

گر بروی عذر پذیرفت برند

ورنہ خود آئند و اسیرت برند

۸۰۔ حق سبحانہ و تعالےٰ باعلیٰ مرتبہ انقیاد مشرّف گرداند۔ عزیزے بہ یکے از دوستانِ خود می گفت صوفی مشو مُلّا مشو ایں مشو آں مشو مسلماں شو توفنی مسلما والحقنی بالصّالحین الغرض گاہے بجہتِ حصول ایں مطلب برائے ما فاتحہ می خواندہ باشید ایں را بہ تکلّف حمل نہ کنند، کہ مسلمانی کار بزرگ است۔ بی موہبت الٰہیہ بدست نمی آید دائرہ کسب ازاں خالی است حقیقت تصوّف نیز ہمیں مسلمان شدن است تصوّف یکسو نگریستن و یکساں زیستن۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

ایں رقعہ بہ یکے از درویشاں عہد نوشتہ شدہ۔

۸۱۔ بہ یکے از درویشانِ عہد سبحان اللہ نمی دانم کہ چہ نویسم پایۂ کمال آنحضرت ازاں رفیع تر است

کہ نظر دانش ہر لیست رسمے ازاں دریابد تا لحظۂ لبستائش وبیان چگونگی آں وقت خود رامعمور دارد لااحصی ثنا علیك خود بزبانِ حال درخلوت خانہ وجود خود باخود داستان زیبائی خود درمیان داری بلے ترامی سزد کہ مستور قباب عزّت را نظارہ کنی لایحمل عطایاهم الاعطایاهم واگر فضل ازاں کوتاہ نظراں درمیان آوردہ وخور رابقدر استعداد ایشاں بایشاں نمودہ آں را نیز باتو نمی توانند شمرد در اظہار آں عاجز آمدہ چارہ جز آں نمی بینند کہ بکلمہ جامعہ انت کما اثنیت علی نفسك اکتفا نمایند چہ آں نمودن کہ اظہار جمال خود کردن است حقیقت ثنار است الحق ایں خوشتر چوں تو رازے راکہ درخور نسدت باخود داری ما نیز رازیکہ درخور ماست درمیاں نمی آریم ؎

ہر کہ رُو ہم رنگ یار خویش نیست

عشق رُو جز رنگ و بُوئے بیش نیست

ہیہات چگویم ایں امانتے است کہ از تو بما رسیدہ ایں را نسیاً منسیاً ساختہ وحق را پوشیدہ داغ ظلومی وجہولی می باید مبتلا شد لا ایمان لمن لا امانة لہ مگر ازینجاست ما عرفناك حق معرفتك دریں مستشہد جمع است زیبا تر آنکہ از ننگ کذب نیز مبراست ؎

آنرا کہ فنا شیوہ و فقر آئین است

نہ کشف ویقیں نہ معرفت نہ دین است

اگر صاحب ایں مقام شمار ثنا را ازاں نسبت مائے ومنے سلب نماید یعنی از ثنائے جمالی منسوب نیست عجبے نیست ہر چند کہ ایں کلمۂ خیر از مقصود فی الجملہ بیگانگی داشت امّا چوں سررشتۂ سخن بآں جا کشید ودر تحقیق معنی حدیث دخلے داشت عنان قلم وست رفت اکنوں وقتِ رجوع وبازگشت است

ع از ما ہمہ عجز ونیستی مطلوب است

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ دریں صیغۂ حدیث لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك از راہ تاویل بہ پنج صورت مُبَیّن گشت چنانچہ بہ تامل شافی معلوم می گردد۔ مجموعہ ہائے مکارم اخلاق مخدوم زادہائے آفاق بندگی قبول نمائید ہماں سخن است

؎ زبان سیرت ہر کس ثنا گر است اورا

چہ احتیاج بمداح دیگر است اورا

۸۲ - بدانیکہ[1] حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم آدمی بود پاک نزاد ترین آدمیاں ہیچ نخوانده بود و اہل آں ولایت کہ او در آنجا زائیده شده وکلاں شده نیز خواننده نبودند آرے پدران پیشین ایشاں ہمہ چیز کہ آدمیاں را می باید دانا تر بودند و بہترین روئے زمین بودند اما رفتہ رفتہ علم در ایشاں نمانده بود ناگاه خدائے تعالےٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم را بیافرید و آشنائے خود کرد خدا را چنانچہ بہ ازاں نتواند صورت بست شناخت و فرشتہ را فرستاد کہ یا محمدؐ بگو کہ صفات مرا آدمیاں و جنیاں بگوید و از ہرچہ رضائے من دراں نیست ایشاں را منع کند و نماز و روزه و زکوٰة و حج و جنگ باکافراں با ایشاں تعلیم کند اوّل فرشتہ آنہا را چنانچہ خدا گفتہ بود بحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم رسانید بعد ازاں محمد صلی اللہ علیہ وسلّم بجماعتے کہ بدیدار پاک او مشرف بودند رسانید بایں تقریب خدا تعالےٰ کتابے کہ نام شریف او قرآن است بواسطہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم بفرزندان آدم و بفرزندان جن فرستاد اکنوں بنده مومن را می باید کہ بدل یقین کند کہ ہرچہ دراں کتاب است و ہرچہ محمدؐ کہ فرستاده و برگزیدهٔ خدا است گفتہ است ہمہ راست است و بزباں نیز بگوید کہ خدا یکے است و محمدؐ فرستادهٔ بر حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ چوں ایں قدر دانست می باید کہ از دانایاں تحقیق کند کہ ما را دراں کتاب چہ فرموده است چہ چیز می باید دانست و چہ کار می باید کرد و دراں کتاب فرموده کہ من زنده ام کہ ہمیشہ بوده ام و ہمیشہ خواہم بود و ہمہ چیز دانایم و بر ہمہ چیز قدرت دارم و ہرچہ خواہم می کنم و ہمہ چیز می شنوم و ہمہ چیز می بینم ہر کس از رگ گردن او نزدیک ام قہار و جبارم با وجود از ہمہ کس رحیم ترم و تمام عالم را آدم و پری و فرشتہ و زمین و آسمان و سنگ و چوب و ہرچہ در اینہا است ہمہ را من ساختہ ام و می سازم ہرچہ پیدا می شود ـــــــ من پیدا می کنم و ہرچہ نابود می شود من نابود می کنم لیکن رسدن آتش را بہانہ ساختہ است تا در دنیا ہر کس او را بشناسد و کار او را نہ بیند بدانید کہ او یگانہ است دریں کارہا ہیچ شریک و وزیر و کارکن و یاری ده ندارد و ہرچہ غیر اوست ہمہ را ساختہ و آفریده است دیگر دراں کتاب فرموده کہ بندگی من بکنید و آں بندگی نماز و روزه و زکوٰة و حج و جنگ باکافراں است و دیگر حق حقداراں نگہدارید از مادر و پدر وغیره و بر ہیچ کس ظلم نہ کنید علم ایں ہا بسیار است آہستہ آہستہ از دانایاں تحقیق کنید دیگر بدانید کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم خوش خوترین و خوش خلق ترین آدمیاں بود ذات او از ذاتہا پاک تر، دل او از ہمہ دلہا روشن تر تمام اولیاء گدایان درگاه او شند۔ ہرچہ در آدمی باشد ہمہ را از ہمہ کس بیشتر داشت و ہم چنیں

[1] بدانیکہ کے بعد "کہ" غالباً زائد ہے۔

خدا تعالےٰ ولِ او را خانہ خود ساختہ بود ہر چہ می گفت از خدا می گفت و ہر چہ می دانست از خدا می دانست و ہر چہ می کرد بقدرت خدا می کرد و الحال نیز ہم چنیں است و تا خواہد بود ہم چنیں خواہد بود۔ چنانچہ کسے راجن می گیرد۔ دریں وقت ہر چہ می گوید و ہر چہ می کند جن می کند ایں مثال بعینہ نیست ایں مثال از برائے آنست کہ بدانید کہ قرب او برہیچ قرب نمی ماند۔

بعد از آنکہ جناب مخدومی استاذی میاں شیخ احمد سرہندی بدرجۂ کمال و تکمیل بلوغ نمودند و از بس وید عظمت و یے بہ نہایت حضرت مقصود عز قدرہ و مزید طلب کہ آخر نفس حضرت ارشاد پناہے خود رامبتدی می دیدند و نظر در حاصل خود نمی انداختند۔ مکاتبات بروش مذکورہ بمخدومے مذکور شرف صدور می یافت و در خلاء و ملا بردفق ایں مضمون ناطق بودند و کمالاتِ جناب مشارٌ الیہ را زیادہ از انچہ سلیقہ کاتب در قلم آرد از حضرتِ ایشاں شنودہ در چنیں اوقات بہ ایں عنایت نامہ نوازش فرمودند۔

۸۳۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالےٰ باعلیٰ مرتبہ کمال و اکمال برسانند ؎

وللارض من کاس الکرام نصیبٌ

تکلّفے نیست آنچہ حقیقتِ حال است نوشتہ می شود۔ پیرِ انصار قدس سرہ می فرمودند کہ من مریدِ خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیریش مریدی من می کرد۔ ہر گاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتاران آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلبگاری نکنند و از ہر کجا بوئے بمشام ایشاں برسد در پئے آں نہ روند۔ اکنوں توقف و اہمال مانہ از استغنا و بے نیازی است موقوف اشارت است۔

؎ چوں طمع خواھد زمن سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بارے نسخہ حال و ارادہ ما ایں است خدا بو آنچہ می باید ممتد گرداند و از عجب و پندار مخلص بخشند۔ بقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند۔ چوں وقت فقیر مقتضی آں نبود تضیع اوقات ایشاں وادن از مسلمانی نہ نمود لاجرم بصحبتِ شما فرستادہ شد اِن شاء اللہ بقدرِ استعداد بہرمند گردند و توجہ لطفِ کامل بیابند۔ والدّعا

بنامِ مجدد

بعد از ترکِ مشیخت و شروع در مزید انزوائے سوائے چند نفر مخصوص ہمہ حاضراں را در اوّل فرمودہ بُودند کہ بخدمتِ اُستادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ بروند۔ چوں گسیختن ایں چنیں مخلصاں بیک بارگی ازیں درگاہ بغایت امرِ دشوار بو ملول شدند۔ آخر جمعے را بالطاف و ترغیب راضی کردہ فرستادند و آنہا کہ بے رضا بمحض امر عالی می رفتند منع کردند و دراں وقت ایں عنایت نامہ نوشتہ شدہ بُود۔

۸۴۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ وتعالےٰ بکمال صفا برساند۔ جمعے از دوستاں کہ گرفتار بار وجود ما بُودند۔ چوں ما در مضیق وَمَا مِنَّا اِلَّا لہ مقام معلوم در بند مصلحت فکر و عقل ما اقتضائے آں کرد کہ دریں بوشکال از مقابلہ ایں بوقلمونی دور افتادہ در تحت اشعۂ آفتاب شہودِ زندگانی نمائند انشاء اللہ العزیز بہ نیکی و پاکی آخر رسد فوائد جماعت و صحبت محقّق است و روشن چہ حاجت اظہار ؎

ماگرفتاریم بر ما ناوکِ بیداد ریز
سنبل و گل بر کنارِ مردم آزاد ریز

استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ۔ دیگر دیری است کہ از احوال شریف خود چیزے رقمے نفرمودہ اند انشاء اللہ العزیز خیر مانع باشد بعد از بوشکال اگر راہ استخارہ باشد خواہد آمد والا فلا لیکن آنچہ در استخارہ ظاہر شود بما بنویسند اگر تعبیر خود نیز نویسند نورٌ علیٰ نور۔ والدّعا

۸۵۔ اللہ تعالےٰ فقرا و مساکین و درماندہ را از برکات برگزیدگاں بدرمانے برساند۔ مدّتے است کہ نیازے بدرگاہِ ولایت عرض نکردہ ایم آرے ایں پاک کلمہ را قاصدان صادق حامل می توانند شد بحمد اللہ ایں قسم خود صورت می بندد۔ دیگر چہ نویسم سخن درویشاں بحضرتِ شما نوشتن بغایت بیشتری است و حکایت اوضاع صوریہ بسیار بے جا الغرض ما را حد خود می باید دانست و از فضول احتراز می باید کرد۔

در ایامیکہ ترک مشیخت فرمودہ اند۔ انزوا و تنہائی ہا زیادتے می پذیرفت نیز یاراں متابعت ہا و تعظیم ہا بروش سابق می نمودند از خانہ باہل مسجد در ترک تعظیم ہائے مریدانہ ایں رقعہ را نوشتہ بمسجد فرستادند۔

۸۶۔ باہل مسجد۔ معروض مخادیم می گرداند کہ روزے چند مصلحت خود دراں می بیند، کہ بمقتضائے کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کہ در شیخے را بربند و دریاری رابکشائے عمل نمودہ آید اکنوں التماس آں است کہ ہم چناں کہ کرم نمودہ متابعت را ترک نمودہ اند تواضع و تعظیم را در مسجد نیز ترک نمایند در نشست و برخاست و آمد و شد مسجد ہماں معاملہ کہ بمرزا حسام الدین و خدمت مولینا یوسف و امثال ایشاں می نمایند بفقیر نیز نمایند خرد و بزرگ از ولہ تا میاں شیخ الہداد بریں عمل نمایند انشاءاللہ مثاب شوند۔

والسّلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

مستعدے روزے چند گاہ گاہ بدیں آستان آمد و شدے می کرد و بواسطۂ کمی اختلاط بخادمانِ ایں درگاہ و مصاحبان قاصر ہمّت و کثرت اُمیدواراں و فرزنداں نتوانست کہ تحمل فقر نماید و صلاح درستی معیشت او ہم ندیدند اضطراراً رخصتے گرفتہ برائے کسب معیشت رفتہ بود عزیزے از علما کہ از راہِ معنی بہرہ ہا دارند۔ چوں بمستعد مذکور قرابتے داشتند کہ مشارٌ الیہ ازاں سفر مراجعت نمودہ بکسب کمال اشتغال نماید بعرض رسانیدند کہ در ترغیب آمدن او چیزے قلمے فرمایند بواسطہ رعایت خاطر آں عزیز کتابتے کہ مشارٌ الیہ بمستعد مسطور نوشتہ بود طلب داشتہ در ظہر آں ایں چند سطر را نوشتند۔

۸۷۔ بمستعدی۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ہر چہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگان مخدومی مندرج است زیادہ چہ نویسم بارے فرصت فوت قوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت شمردہ بمقتضائے آں زندگی می باید کرد۔ دریغ کہ ایں عاجز گرفتار را قوتِ کار نماندہ واگر نہ بتوفیق اللہ تعالٰے دریں دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی

نومی داشت و درجستجوئے کیمیائے مقصود تگ و دوئے می نمود و زندگانی فدائے ایں راہ می کرد۔ حق تعالیٰ دریں افتادگی نیز درد ے و آشوبے کرامت فرماید کہ کارِ دو جہاں خود را در قبضہ اقتدار نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیابم آمین یارب العالمین۔ امید از اں برادر آں است کہ رُوئے بر خاک بہ نہند و برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہند کہ دعاءُ الغائب للغائب اسرع اجابۃ آمدہ والدّعا۔

رسائل

در بیان حقیقت نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بداں اَغْنَاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اَبْقَاکَ بِہٖ

کہ نماز را حقیقت است و صورت است و ظہور حقیقت او موقوف است بمشرف شدن بموت اختیاری و طلوع این شرف از راہ سلوک مبنی بر دہ اصل است اوّل توبہ دوم زہد سوم توکل چہارم قناعت پنجم عزلت ششم ذکر ہفتم توجہ ہشتم صبر نہم مراقبہ دہم رضا و طالب صلوٰۃ حقیقی اگر مستعد نزول جذب الٰہی باشد و قابلیت تقدم جذبہ بر سلوک داشتہ باشد وظیفہ او آنکہ بعد از طہارت باطن بتوبہ نصوح و خالی کردن دل از آرزو ہائے نفسانی و رُوحانی کہ مقرر زہد است و توجہ بحضرت حق سبحانہ نماید توجہ مجمل بسوئے لانی الوصف پاک از اعتقادات مستحسن و مستنکر و کلمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا را شعار باطن خود سازد بمکن کہ کشش غیبی در رسد و اُورا از و بستاند و معنی وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بے او در جلوہ گر شود چوں اُورا باز با دید ہند تعطش زیادہ شود و تعلقش قوت گیرد و حقیقت مراقبہ کہ انتظار حصول مقصود است بظہور آید طہارتش را اصغائے دیگر پیدا شود پرتو تجلّی ذاتی بزبان حال با او بے علتی و بے نیازے مطلب را درمیاں نہد معنی توکل را کہ بیروں آمدن از رویت اسباب است دریابد۔ اگر لطف حق مدد نماید ببیند کہ توجہ نیز از و است خود را ازیں صفت خالی نشناسد اللّٰہ اکبر من ان یتوجہ الیہ[1]۔ ایں جا رو نماید ایں زماں توجہ دیگر پیشش آید وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ را بزبان دیگر بگزاند حواس و قوا ایش تمام از عمل معزول شوند بصفت عزلت متحقق شود۔ و بوارثت قبول خطاب فتہجد بہ نافلۃ لک پیدا کند از عہدہ امر واذکر ربک اذا نسیت بر آید تنزیہ بحق

---

[1] الیہ میرے نسخہ میں بھی یہ لفظ الیہ لکھا ہُوا ہے لیکن از روئے عربیت درست نہیں بلکہ یوں ہونا چاہیے: اللّٰہ اکبر من ان یتوجہ اِلٰی غیرہٖ (ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے اس سے کہ توجہ اس کے غیر کی طرف کی جائے)۔

کند وسبحانک اللّٰھمّ وبحمدک گفتن گیرد قدم در مقام توحید و اتحاد بنهد ازیں جا بآن ترقی کند کہ کل کائنات را مضمحل و ناچیز یابد کلمہ لا الٰہ غیرک سر از نقاب نواری برآرد این جا خلاصہ قناعت در مقام نیستی اش بیفگند۔ باز تواند بود کہ واذکر ربک اذا نسیت لباس دیگر پوشیدہ کار فرمائے او شود خود را بعد قرار دادہ بمشقت علم صبر نماید در این موطن حکمت ارسال رسل و نتائج تکلیف پرورش سازند نحوذ نمودہ بے تکلف شروع بقرأت نماز کند فتح دیگرش او دہد و بصراط مستقیم شود و بسعادت رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ برسد چوں در این مقام متمکن شود ھم فی صلوتھم دائمون وصف حال او شود این است صلوٰۃ حقیقی۔ اگر کند ذات برا و تجلی کند خواہ دریں منزل و خواہ بیش ازیں در منزلِ فنا حقیقی باطنش از مجموع امور سر شود و درد نایافت گریبان گیر جانش شود و معنی انتہائی عدمًا لا عود لہ دلنشینش گردد۔

رباعی ؎

جانا بقمار خانہ رندے چند اند	با مردم کم عیار کم پیوند اند
رندے چند اند کس نداند چند اند	بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

تواند بود کہ فقرتش بہ نہایت رسد و مظہر اسم الغنی شود ہنوز درد مند باشد این درد است کہ مقصود آفرینش است عبادت نہ ترجیحہ ہمیں درد است ؎

۱۔ درد تو تا بد دلم را درد تو	لیک نے در خورد من در خورد تو
۲۔ درد چنداں نے کہ میدانی فرست	تا توانم آنچہ بتوانم فرست
۳۔ ذرۂ درد از ہمہ آفاق بہ	ذرہ درد از ہمہ عشاق بہ

خدمت مولانا قاضی در کتاب سلسلۃ العارفین از حضرت قطب المحققین غوث الاسلام والمسلمین خواجہ احرار نقل کردہ اند کہ ایشاں می فرمودند کہ از خدمت مولانا جلال الدین رومی پرسیدند کہ عقل چیست، فرمودند کہ عقل آنست کہ بہ ہیچ چیز آرام نگیرد جز حق سبحانہ و حق آنست کہ بہ ہیچ وجہ مدرک نشود و ہم چنیں رقم ویں حروف از جناب ارشاد مآب مولانا خواجگی امکنگی قدس اللّٰہ سرہ استماع دارد کہ از والد بزرگوار خود و ایضاً بیک واسطہ از مولانا اسمٰعیل

شیر دانی نقل می کردند کہ تجلّی در ذات بحت نمی باشد ؎

دُور بیستانِ بارگاہ الست

بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

بلکہ اتفاق محققین است کہ ذاتِ مُطلق محاط علم نمی شود سواء اضیف الی الخلق اوالی الحق۔ جاہلے گوید کہ محاط علم ناشدن بنفی معلومیت نمی رساند چہ حقیقت علم احاطہ است جناب ولایت مآب شیخ اللہ بخش علیہ الرحمۃ کہ مرید مجوس حق و مجذوب وجہ مطلق میر سیّد علی قوام جونپوری بودند بر مشرب تفرید و گزشتگی تام بودند و نہایت ہمیں رامی دانستند الحق ایں چنیں است ایں معنی از گرفتاری بذات بحث است و حقیقت کلمہ لا الہ الا اللہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در رسالۂ قدسیہ از خواجہ بزرگ نقل می کنند کہ می فرمودند در بدایت جذبہ ہرگاہ توجہ بہ روحانیت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کردہ می شود اثر آں توجہ بے تعلقی تام از علائق صوری و معنوی بود۔ و ایضاً در ہماں رسالہ از حضرت خواجہ نقل می کنند کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است نفی مقصود نیست مقصود ذات بحث است او در علم نمی آید ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی | جملہ می میرند با دستِ تہی

پس خلاصی گرفتاراں جز بآں نیست کہ بحسب انفاس بنفی وجود و لوازم او متوجہ شدہ معنی الفقر لا یحتاج مرتبہ را تازہ سازد صفت گرفتاری وغیر آں را باصل حوالہ کنند سبحان اللہ از غرض دور افتادم غرض بیان حقیقت صلوٰۃ و صورت صلوٰۃ اکنوں بر سر مقصود بیائم چوں بیان صلوٰۃ حقیقی نمودیم شروع در صلوٰۃ صوری نمائیم۔

صورت نماز

لیس کمثلہ وھو السمیع البصیر۔ تحقیق ایں معنی نہ در خور حوصلہ فشنت ترا ایں بسکہ بدانی کہ حضرت حق جل شانہٗ بے چوں و بے چگونہ ایست کہ بہ ہیچ وجہ در احاطہ ادراک نمی آید لا تدرکہ الابصار با ایں نیز محیط ہر ذرہ است و ہمہ ذرات

عالم آئینہ صفات ر دیئبند ہر کجا علیست علم اوست و ہر کجا قدرتے است قدرت او علیٰ ہذا القیاس ہمہ صفات ر دئند کہ از پردہ مخلوقات ظہور کردہ اند بل ہمہ اوست مخلوقات نمودی اند بے بود چنانچہ در آئینہ می نماید لیکن آئنہ ہم چناں صاف و پاک از صورت رصورت نہ در روئے آئنہ است نہ در درون او نمودی است بے بود۔ چوں معنی را دریافتی بر تو باد کہ مراقب حق باشی وحق را حاضر و ناظر خود تصور نمائی بلکہ چناں دانی کہ ہرچہ در تو است از علم وقدرت وسائر صفات ہمہ از حق است و تو ہم چناں خالی۔ وبے ماحصل۔ بل تو ہیچ نہ نمودی بے بود درخارج ہماں حق است ولیس لیس فی الدار غیرہ دیار۔ وہم چناں بصرافت بیگانگی خود و منزہ از انکہ جسم وجسمانی وجوہر وعرض باشد وموجود وغیر او موجودے نہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ محمد علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کہ فرستادہ اسم جامع اللہ است وبحسب حقیقت علیہ او با او کتاب جامع ہمراہ ہماں آئنہ صاف است کہ بجہت ظہور باحسن صور وتقلید باحکام وآثار آں صورت جامع درکسوت بشریت در آمد واسم محمدیہ گرفت پس بر تو باد کہ حفظ مراتب کنی واسم مرتبہ را بر مرتبہ دیگر اطلاق نکنی واحکام شریعت را نیک نگہداری وسعادت جز در متابعت شریعت ندانی۔ ف

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وسلم۔

مختصر بیان توحید

کان اللہ ولم یکن معہ شی کلامے است از مشکوٰۃ نبوت علی صاحبہا من الصلوٰۃ افضلہا بظہور رسیدہ والآن کما کان کہ باقتباس از انوار آں مشکوٰۃ بزبان بعضے از اکابر صوفیہ جریان یافتہ ملحق است باں۔ چوں دیدہ می شود کہ اکثر متصوفہ ایں دیار مدار ایں سخن را بر توحید می نہند بے آنکہ از حقیقت العالم لم یظہر قط بے خبر باشند اعاذنا اللہ وجمیع المسلمین من شر ذٰلک الاحتیاط والاحتیاط

بخاطر چناں آمد کہ کلمہ چند در بیان حقیقت آں علی سبیل الاجمال بنویسد۔ بدانکہ کان اللہ ولم یکن معہ شی اشارہ بمرتبہ اطلاق است و تقدم آں بر سائر مراتب تقدم است ذاتی۔ چہ نزد عقلائے کشف مقرر گشتہ ارواح کمل قدیم است الآن کما کان عبارت است از آنکہ او ہم چناں بر صرافت اطلاق خود است ظہور مقیدات جلوہ اطلاق را پردہ انداختہ۔ در آں حضرت ازل و ابد ظاہر و باطن در یک نقطہ جمع است چوں ذرات عالم حی زماں متعارف بموہوم الاتصال بمجرد ظہور بعدم می روند و قہرمان وحدت حقیقی بظہور می رسد پس در میان ہر دو آں دریائے لاتناہی اطلاق نہبا است کہ از کوتاہی ظہور مقیدات نسبت بایں ہمہ اطلاقات بے انتہا نزدیک است کہ نظر عارف کل شئ ہالک الا وجہہ را ستمر بیند و آنکہ می گویند حفظ ما بین النفسین دو نفس رحمانی است و لہذا گفتہ اند نسبت بعارف اصلاح بین از حفظ ما بین النفسین بہتر دالا عارف را چہ احتیاج است بحفظ ما بین النفسین او از و منفک نیست چہ در اصلاح بین وجہ در غیر آں گویم الآن کما کان عبارت است از انکہ اشیا نمودی است بے بود۔ بوئے از وجود خارجی بمشام او نرسیدہ ہم چناں در علم آرمیدہ یا گوئیم اللہ تعالےٰ اعلم کان اللہ بجا از ظہور وقتے بودہ باشد کہ طالع اللہ الآن آن است و الآن کما کان نیز ہم چناں یا آنکہ الآن کما کان بایں معنی صحیح است و اگرچہ کان اللہ بمعنی اول باشد یعنی در نظر شہود من ہم چناں بود۔

رُباعی ؎

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے	از ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے
ہر سر کہ ز اسرار حقیقت گویم	ز انم نبود بہرہ بجز گفتارے

آنچہ تو کشتی آب دہ و آنچہ عبداللہ فرا آب دہ۔

معنی تعوذ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یعنی پناہ می گیرم بخدا از شر شیطان راندہ شدہ استعاذہ پیش از قرأت قرآن چہ در نماز و چہ در غیر آں بر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ

علیه وسلّم فرض کرده بر امت متابعت او سنّت شده شک نیست که آنحضرت علیه افضل الصلوات و اکمل التحیات در وقت تکلم به کلمه تعوذ باعلی مرتبه معنی آں متحقق بوده اند پس طریق متابعت آن است که بمجرد گفتن این کلمه اکتفا نه نمایند و بحسب باطن خود را عاجز محض شناخته در دفع وساوس شیطانیه التجا بقادر مطلق بیارند تا قرأت کلام او خالی از کدورت اندیشهائے پراگنده شیطانیه دست دهد۔

مخفی نماند که این قسم تعوذ از مقوله توکل است یعنی خدائے را سبحانه وکیل خود اخذ کردن و قدرت روی اندود خود را بگوشه گذاشتن این توکل از فروع ایمان است چه هر که ایمان آورد بآنکه آفریدگار جزو کل الله است دانست آں را که هر فعلے و صفتے که از و وازغیر او بظهور می آید همه بمحض قدرت آفریدگار است وحده لاشریک له زانکه در خزینه هستی او امرے موجود است یا البتّه موجود خواهد شد که بآں دفع ضررے یا جلب منفعتے نماید۔

حضرت حق سبحانه بعد از انکه پیغمبر خود را امر بتعوذ کرده می گوید انّه لیس له سلطان علی الّذین اٰمنوا وعلٰی ربّهم یتوکّلون یعنی پناه بخدا بگیر از شر شیطان رجیم که نیست تصرفے و سلطنتے شیطان را بر آنها که ایمان آورده اند و بمقتضائے ایمان پروردگار خود را وکیل خود اخذ کرده اند اینک شاهد صادق بر آنچه بیان نمودیم ان شاء الله العزیز ما را نیز نصیبے کامل ازین برسد۔

فصل در کلمات قدسیه احرار به نوشته اند که هر ضعیفے را که با دشمن قوی کار افتد چوں بصدق و یقین تام از حول و قوة خود بیروں آید هر آئینه بحول و قوتے از پیش گاه موید شود که بآں حول و قوة بر اعدائے دین و ملت غلبه تواند کرد۔ خدمت مولانا محمد قاضی که از خلّص اصحاب آنجناب بوده اند نوشته اند که ایشاں هر گاه در مهمے باهل زمان خود از سلاطین و حکام چیزے می نوشتند ساعتے سکوت فرموده معطّل می ماندند و بعد ازاں شروع در کتابت می نمودند و سر سکوت و تعطیل را هم خود می فرمودند که ساعتے خود را از خود خالی ساخته در مقابله کبریائے الٰهی می سپارم بعد ازاں می بینم که قلم از جانب دیگر جاری می شود سن قطعاً در میان نیستم مقصود از ذکر این سخن آنکه اگر هنگام تعوذ و ارادۂ تلاوت بحقیقت ایمانے که مورث این قسم تعوذ شده کامله متحقق شود بقرب فرائض مشرف خواهد

شد چنانچہ فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ را اکابر تحقیق در ایں مقام داشتہ اند در آں وقت زبان قاری حکم شجرہ موسیٰ علیہ السلام خواہد داشت ۔ بیت ؎

بے شک آں آواز ہم از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

و کلام امام محقق جعفر صادق علیہ التحیۃ کہ فرمودہ انی اکرم آیۃ حتیٰ اسمع من المتکلم را شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین علیہ الرحمہ ہم ازیں مقام داشتہ ۔ ابیات ؎

چوں پری غالب شود بر آدمی
گم شود از مرد وصف مردمی
ہرچہ گوید آں پری گفتہ بود
زیں سر و زاں سرے گفتہ بود
چوں پری را ایں دم و قانون بود
کردگار آں پری خود چوں بود

رشحہ ۔ حقیقت مراقبہ انتظار است و صدائے انتظار در طلب مقصود است در حالتے کہ طالب از حول و قوۃ خود بیروں آمدہ باشد و مشتاق لقائے مقصود و مستغرق بحر ہوائے او باشد حل ذکرہ ۔ و بیحول و قوت اغیار کوشش است نہ انتظار آستانہ کشش ۔ ایں قسم مراقبہ جز منتہی و قریب الانتہا را دست نمی دہد ۔ لہذا ابوالجناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ در بیان دہ اصل کہ مدار صورت بالارادۃ برآں داشتہ ایں مراقبہ را اصل ششم ساختہ ۔ لیکن بلندی عاشق را تقلید منتہی می باید کرد و خود را از حول و قوۃ خود برآوردہ انتظار محض می باید بود اما سائر مراقبات کہ مطلوب را مقید بشکل و مثال و علم و خیال کردہ در عرصہ تعقل آرند فرود ایں است و معلول ؎

ہرچہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست
غایت فہم تست اللہ نیست
لا و ہو زاں سرائے روز بہی
بازگشتہ جلیب و کیسہ تہی

حضرت سبحانہ و تعالے پیغمبر خود را صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاذا قرءت القرآن

فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم مخفی نیست کہ این امر فیض دالی اللہ وتقرب الیہ
است چہ استعاذہ التجا بکسے بردن و در جوار او رفتن است۔ پس سنی متابع را سزاوار است
کہ بعد از دید عجز خود در پناہ حق بگریزد و حق را در دفع وساوس بوکالت اخذ کند یعنی بہ تمام مستغرق
انوار او شود و در ادائے کلمات و تدبر معانی او توجہ را پراگندہ نکند کہ او حافظ و وکیل است چنانچہ
می باید لظہور می آرد۔ حضرت امام ہمام حسن ابن علی رضی اللہ تعالے عنہما می فرمود ند حق سبحانہ تعالے
وشل را یعنی خاطر غیر را ہنگام نماز در ما نیا فریدہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل
البیت ویطہرکم تطھیرا در فقرات احراریہ مسطور است کہ نسبت ما بحقیقت نسبت اہل
بیت است واز آنچہ ایشاں نسبت خود را شرح دادہ اند روشن می شود کہ معنی سخن حضرت امامؑ
آنست کہ ہنگام نماز در سر ما نشانے از ملک وملکوت نیست نہ آنکہ اینہاں ہستند لیکن لباس
غیرت از برکشیدہ اند چنانچہ اکابر فرمودہ اند کہ در قرب نوافل جہت خلقیت مغلوب جہت
حقیقت است ؎

چوں تو سازی ہمہ اں زنا فلہا
بد بار شمول قافلہا
بر فرائے تو وحدت اطلاق
غالب آید بقدر استغراق

در قرب نوافل با با وجود لباس نسبت غیریت از ایشاں بر افتادہ چنانچہ ارباب توحید صوری
را می باشد۔ بداں ایاک اللہ بنور القدس کہ این قسم نعوذ منتہی را دست می دھد و نزدیک
باین کسے را کہ نہائتش در بدایت مندرج باشد لیکن جماعتے را کہ بہ یقین ایمانی مشرف اند تربہ
انجبر احسان را می باید از دست ندہند الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک
پس در اثنا تلاوت چناں بنید یشند کہ او ایشاں را می بیند واین عمل را در حضور او می کنند۔
تنبیہ بعض از عرفا فرمودہ اند کہ انسان مرکب است از روح وہیکل محسوس وامر بہ استعاذہ
مرمجموع راست۔ آنچہ نصیب روح بود خود از کلمات سابقہ معلوم شد۔ نصیب بدن آں
است کہ از مظاہر آثم لمفضل چوں رفقا بدو مآکل وملابس منہیہ وسائر اوضاع مکروھہ اجتناب نماید

و روئے توجہ بمظاہر اسم الھادی بیارد از مجالسان موافق و او ضاع مشروعۂ مسنونہ۔ ولفیب زبان تکلم بآں کلمہ است لیکن اگر استفادہ کاملہ بدست نیاید از آں بہ تمام نہ باید محروم شد اگر در مجلہ جمعے منحرف باشند ہمہ را منحرف نباید گذاشت۔

اللھم ارزقنا العمل بما فیہ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ

معنی بسم اللہ و سورۂ فاتحہ

بسملہ کہ در اوائل سوراست پیش علمائے حنفیہ بجہت افتتاح قرأت است نہ داخل قرأت واگرچہ بقول اصح داخل قرآن است پس قاری در خواندن بسم اللہ ایں ارادہ می کند می افتتاح قرأت خود بنام اللہ الرحمٰن الرحیم می کنم اسم مبارک اللہ را در حرف طائفہ صوفیہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم سہ اطلاق است یکے ذات احدیت دوم ذات متقید بمرتبہ الوہیت دیگر احدیت جمع مطلق لیکن مناسب حال کاتب و سامع مرتبہ دوم است کہ قبلہ توجہ سالکان و آرام گاہ مشتاقان و رب عالمیاں و مالک یوم الدین است۔

مرتبہ اوّل از عبارت و اشارت منزہ است۔ مرتبہ سوم واسطہ گمراہی بسیار ال توقف و تعطیل سائراں و مزلّہ پاکان است اکنوں شرح ہماں مرتبہ دوم کہ معشوق عالی ہمتاں پاک نظر است۔ بنائم۔ اللہ اسم ذاتی است مستجمع جمیع صفات کمال آنچناں ذاتے کہ او بود باصفات کاملہ خود و عالم نبود و اکنوں کہ عالم از عرصہ عدم بہ تنگنائے خیال آمدہ او ہم چناں بر قرار خود است پیش گاہ بقاو ثبات او راست و دیگراں در معرض فنا و ممات جل من لا الہ الّا ھو لا تفعل کیف ھؤلا ماھو اگر نہ ذاتش پرسی لا تفکروا فی ذاتہ واگر از صفاتش پرسی قرآن مجید علیٰ ما یفھم منہ اھلُ اللسان من العلماء السنۃ مبین ان لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر اگر ظاہر است او ست چہ مدار ظہور لفعل و اثر است و فعل و اثر از و۔ و اگر باطن است ہم اوست و بدیدہ رسد کہ محرم حریم شہود است در مطالعہ کمال او خیرہ است و چشم سر کہ رئیس کارخانہ نمود است در مشاہدہ جمال او تیرہ اوست کہ اقرب من حبل الورید است و اوست کہ فعال لما یرید است۔ رحمٰن

اسم ذات است بہ اعتبار افاضہ وجود مر حقائق ممکنات را ایں اسم خاص واجب است دیگرے افاضہ وجود بشر نتواند کرد ہر چند کہ رحمتش عام است۔ رحیم اسم ذات است باعتبار افاضہ سائر نعم تابعہ مر وجود را ایں اسم عام است چہ دیگرے نیز بتوفیق حق بعضے انعامات می تواند کرد لیکن معنی اش عام نیست چہ ہمہ موجودات در ہمہ وقت منعم علیہ ہستند الحمد للہ باتفاق علماء معنی آں است کہ ہر چہ از جنس ستائش و ثنا است مختص باللہ است۔ مقصود ازیں اظہار جمال حق است نہ اخبار بایں علم و لہذا نفس الحمد للہ نیز ستائش است علمائے اہل سنت می گویند کہ عالم با جمیع ذوات و صفات و افعالش در عرصہ وجود نسبت بخلاق عالم چوں نقوش است در صفحہ کاغذ نسبت بہ نقاشے اگر جزوے از نقش نیک نماید ویکے آں را ستائش کند بے تکلف ستائش نقاش است اگر گفتہ شود کہ ایں سخن منجر بجبری شود می گوئیم کہ اہل سنت در آدمیاں صفت اختیار را بے آنکہ اثرے براں مترتب شود مخلوق می گویند و بایں قدر از جبر بہ امتیاز ے یابند۔ اہل تحقیق از اولیائے مکاشف بر صحت ایں معنی مجتمع اند اللّٰھم ثبّتنا علی القول الثابت۔

وصل صوفیۂ موحدہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کہ از خواص اہل سنّت اند با وجود علم اوّل و تحقیق ایں می گویند کہ نقوش صور کونیہ کہ بقدرت کاملہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ در عرصہ نمود آمدہ اند از تجلیات اسم بزرگوار آں ظاہر اند و حق سبحانہٗ بحسب صفات و شیون خود در کسوت ایں ہا ظہور نمودہ بل ہر دو بیک ظہور ظاہر گشتہ اند و لہذا صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ می گوید۔ سبحان من اظہر الاشیاء وھو عینہا ای فی الظہور چہ حقائق عالم مظاہر صفات و شیون اند فی العلم۔ پس اگر اللہ ذات احدیت بخواہند جمیع محامد از وجہ دیگر نیز راجع باو می شود ایں علم بغایت غامض است ہر چند مجمل تر۔ بہتر ربّ العلمین پرورندہ عالمیان است ذکر ایں صفت دریں مقام از برائے تحقیق اختصاص جمیع محامد باللہ می تواند بود الرحمٰن الرحیم بخشندۂ وجود است و دہندہ لوازم وجود از آنچہ نا ج عالم است۔ ذکر ایں ہر دو صفت بعد از ذکر ربوبیت اشارت است بشمول تربیت مر جمیع نعم را ملک یوم الدّین متصرف و حاکم روز جزا است ذکر ایں صفت بعد

از ذکر رحمت بشارت عظمیٰ است مر عاصیان است را ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی ہمیں ترا عبادت می کنیم و ہمیں از تو استعانت می جوئیم در ایں دو امر دیگرے را شریک تو نمی گردانیم تواند بود کہ ازیں عبادت مراد عبادت اضطراری باشد عبادت اضطراری بودن بندہ است بر وفق ارادہ الٰہی و مضطر بودن در زیر قضا وقدر راو دریں صورت ایاک نعبد بحسب معنی شل مالک یوم الدّین می شود یعنی مالک جمیع احوال و اوقات تو ئی و ایّاک نستعین تا آخر داخل دعا است یعنی از تو باری می جوئیم کہ صراط مستقیم رانمائی تا سلوک بر آں صراط نمایم و عبادت اختیاری من بر وفق رضائے تو شود و در صورتے کہ ایاک نعبد بر عبادت اختیاری محمول باشد مقصود ازاں اظہار انقیاد خود است و مقصود از ایاک نستعین باہماں معنی کہ مذکور شد یا اظہار آنکہ ایں انقیاد را ہم بخلق و توفیق تو می دانیم یا طلب ثبات در ایں انقیاد اھدنا الصراط المستقیم یعنی بنمائی ما را راہ راست صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیہم ولا الضّالّین یعنی صراط جماعتے کہ بر آنہا انعام کردہ آں جماعت ۔ چنانچہ ہم در کلام الٰہی بر آں تصریح شدہ ۔ نبیین و صدیقین و شہدا و صالحین اند نہ راہ جماعتے کہ غضب کردہ بر آنہا و ہم چنین نہ راہ آنہا کہ راہ گم کردہ اند ۔ اجماع صادقاں و محققاں است کہ صراط مستقیم صراط اہل سنّت و جماعت است از آنچہ در الٰہیات و نبوات و علوم آخرت گفتہ اند۔

وصل : صاحب کتاب فتوحات مکیہ ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عقیدہ چند بر عقائد ظاہر علماء افزودہ ۔ بے آنکہ نفی آنہا کند چہ خلاف عقاید سلف صالحین جز ضلالت و خرابی بہیچ نیست بحمد اللہ تعالےٰ اعتقاد ما بریں قرار گرفتہ و امید می داریم کہ بریں بمیریم و بریں محشور شویم ۔ اکنوں شرح عقیدہ آں بزرگ را در الٰہیات نمائیم بنمائی ما را صراط انبیا و صدیقاں نہ صراط آنہا کہ ہمہ خلق می بینند و از مبدأ خبرے ندارند خواہ خلق صرف می بینند چنانچہ دہریہ و طبیعیہ کہ ایشاں مغضوب علیہم اند و خواہ بعنوان خفائیت می بینند چنانچہ بعضے از صوفیا کہ در توحید صوری معطل و محبوس اند کہ اضلہ اللہ علیٰ علم ۔ در حق ایشاں درست است تمام تجرد و امثال خود گرفتار اند و روی توجہ از مبدأ گردانیدہ اند ایشاناں ضال مضل اند و نہ مراہ آنہا کہ ہمہ

حق می بینند نہ لبس عالم را خیال محض و شعبدہ صرف می انگارند مثبہ ایشان نیز از راہ بر آمدہ اند بہلو بر سوفسطائی می زنند و نہ راہ آنہا کہ وجود دید حق و خلق خلق را وجود علیحدہ اثبات می کنند چہ راہ ایشان نیز شاہراہ انبیاء نیست مراد ازیں راہ ہماں معرفت است نہ بایں معنی کہ معرفت ایں ہا خلافِ معرفت انبیا است حاشا۔ ایشان برگزیدگان اند آرے معرفت ایشان آں وسعت ندارد کہ معرفت انبیا۔ پس صراطِ مستقیم در معرفت با عتقاد آں صدیق کامل دید حق و خلق است لیکن خلق را وجود علیحدہ نے بل چوں وجود صورت در مرأت کہ می نماید کہ ہست و بحقیقت نیست وایں نمود بقدرت کاملہ حق پیدا شدہ و خلق عالم عبارت ازیں اظہار است و عالم در علم حق ثابت است نہ آں اثبات کہ علمائے متکلمین در صور علمیہ نسبت با ذعان می گویند بل ثباتے از جنس ثبات خارج یعنی بوجود خارجی بحسب شیون وصفات در علم تنزل نمودہ۔ و حقائق عالم ظاہر گشتہ وایں حقائق بعد از عود باصل و ظہور در وجود چوں ظہور صورت در مرأت مخلوق و ممکن شدہ و آثار و افعال ظاہرہ از ممکن از اصل است چوں ممکن پردہ دار شدہ بحکم لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ اِنَائِہٖ مجوباں را در تصور می آید کہ فعل و اثر از ممکن است والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم آمین جنیں باد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اکابر تحقیق قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تعظیم ظاہر مخلوقات را از ادب بمقام معرفت داشتہ اند چہ ایں ہا مجالی جمال مطلق اند۔

وصل۔ بداں ایدک اللہ تعالیٰ بنور القدس کہ مظہریت ایشان مر مطلق را نہ بایں معنی است کہ ایشان عین مطلق اند تعالی اللہ عن ذالک علوًا کبیرًا بل بایں معنی است کہ بحکم لون الماء لون انائہ صفات و افعال مطلق از پردہ ایں ہا بحکم لون الماء لون انائہ ہم برنگ ایں ہا ظہور کردہ و ارباب مشاہدہ را دریں اجتماع و کثرت بصیرت کاملہ جز بر نور ذات نمی رفتہ نہ آں معنی کہ ذات در ادراک ایشان می آید بل ہستی او برنعت ذوق و محبت و استہلاک و اضمحلال می یابند مثلاً آئینہ فرض کنیم کہ از غایت صفائے آنکہ صورتے پیدا فتد ہستی ادرا نمی تواں یافت اگر یکے عاشق آئینہ باشد و در پردہ صورت چشم بصیر نقش شعاع آئینہ را دریابد و از سلطنت محبت و شوق مستغرق ہستی

او شود تواند گفت که جز ذات آئینه نمی بیند خصوصاً که بایں سر مطلع شود که صورت ظاهره بر روئے آئینه است و در میان موجود نیست بل نمودی است بے بود موجود همان آئینه است وبس وبه انتهی الکلام وتم

بیان سورهٔ والشمس

والشمس وضحها یعنی سوگند بآفتاب و نور او در ضمن ذکر نور اشارت است بانکه تعظیم آفتاب بجهت نور اوست تا ارباب اشارت دریابند که تعظیم مظاهر بجهت ظاهر می باید کرد نه بجهت نفس مظاهر والقمر اذا تلها یعنی سوگند بقمر وقتیکه درپے رود آفتاب را و قدم بر قدم او نهد در تنویر مراد ماه تمام است - ایں آئینه با وجود بشارت سابقه اشارت است به تعظیم جماعتے که بجهت کمال پیروی اقتباس نور از مشکوٰة آفتاب محمدی نموده اند .

بیت ؎

بنی چوں آفتاب آمد ولے ماه
مقابل در مقام لی مع الله

حضرت حق سبحانه در قمر ذکر نور نکرد چنانچه بعد از والشمس وضحها چه قمر را نورے نیست کانه که قمر همان نوری است که از آفتاب بر او منعکس می شود لهذا در قرآن مجید قمر باسم نور ذکر شده وجعل القمر فیهن نورا تواند بود که معنی ایں باشد که سوگند بقمر وقتیکه در پئے آفتاب رود یعنی بر همان خط که آفتاب می رود - او رود یعنی سوگند بقمر در وقت کون آفتاب چه قرب او با آفتاب دریں وقت بیشتر از اوقات دیگر است و مشابهت او بمستوران قباب غیرت در ایں محل روشن تر جهت باطنش مستغرق نور آفتاب است و جهت ظاهر گرفتار پردهٔ حجاب در ایں آیت تنبیه است بانکه بسا شریف وعظیم باشد که شرف وعظمت او را ندانند پس باید که بے تامل تحقیر کسے کرده نه شود و تواند که اشارت باک باشند که همچنان که تعظیم مظهر لطف هر لطف می باید کرد تعظیم مظاهر قهر نیز باید کرد - مراد بمظهر قهر در ایں اشارت آن است که قهر از و بظهور رسد نه آنکه قهر بر او واقع شود - والنهار اذا جلّها یعنی سوگند بروز روشن که

غبار طلوع و حجاب ابر و ظلمت ہوا نداشتہ باشد واللیل اذا یغشٰہا یعنی سوگند بہ شب
وقتیکہ بپوشاند نور آفتاب را مراد شب تار است کہ نور شفق و تابش قمر دراں نباشد چہ
ہر یک ازیں دو نور آفتاب است ایں شب بکمال تشبیہ رسیدہ تواند بود کہ مراد شب خون
باشد کہ دراں شب نور آفتاب کہ در آئینہ ماہ ظاہر است پوشیدہ می شود و دریں شب ماہ داخل
ظلّ ارض است بخلاف شبہائے دیگر و ایضاً تواند بود کہ مراد شب ایام بیض باشد چہ
آں شب بجہت روشنی کانہ کہ آفتاب را می پوشد یعنی از خاطر ہا فراموش می سازد ولہذا
ایام بیض می گویند یعنی دراں اوقات شب نیست ہمہ روز روشن است۔

وصل: صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آں مؤدب عارف می فرماید کہ
اسبائی ایام بیض مثال ظہور حق در خلق است چہ دراں شب آفتاب در قمر ظاہر است وہم
چنیں قمر کہ در اسم نوریت با حق سبحانہٗ شریک است در خلق ظاہر است حق سبحانہٗ و تعالےٰ
نور را از اسمائے خود شمردہ اللہ نور السمٰوات والارض و قمر را نیز نور گفتہ قال اللہ تعالےٰ
وجعل القمر فیھن نوراً بلکہ حق بظہور قمر بحسب ایں اسم ظاہر است ولہذا روزہ کہ آں
نیز از مقولہ ظہور حق در خلق است دریں ایام معتبر آمدہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخبراً انّما
ان صیام ایام البیض صیام الدھر یعنی اشارت فرمودہ کہ صیام ایام بیض از شناخت
صیام دہر است و دہر از اسماء اللہ تعالےٰ است چنانچہ در حدیث صحیح آمدہ لا تسبوا الدھر
فان اللہ ھو الدھر۔ یعنی رعایت ادب نسبت بدہر بکنید کہ او دریں اسم شریک است
با حق سبحانہٗ پس بندہ بمنزلہ قمر است و روزہ بمنزلہ نور قمر و حق ظاہر بحسب ایں نور در قمر بمنزلہ
شمس ولہذا در حدیث صحیح آمدہ کہ الصّوم لی یعنی صوم کہ صفت صمدانیت است
کہ عبارت از تنزہ بہ از غذا است صفت من است ازینجاست کہ تسحر در روزہ سنت
شدہ یعنی ادب آں است کہ بندہ اظہار عجز نماید یعنی ایں صفت خاصہ قست من بہ لے
متقوّم نیست تو انم داخل او شد۔

وصلت: کلام حضرت شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مقتبس از مشکوٰۃ نبوی است ہیچ
گرز عقل و فہم را دراں دخل نمی باید و ادو بلوح سادہ بے شائبہ تصرف و تکلف تلقی می باید ف

نمود و آنچه بفہم فائد از نقصان خود باید شمرد۔

وصل۔ تعظیم شمس تواند بود کہ بجہت آں باشد کہ طلوع او کہ ظہور صبح است مورث ظہور عبادت پاکاں است و تعظیم ضحٰی اگر وقت چاشت ارادہ کردہ شود بجہت آنکہ وقت عبادت مسنونہ بنوبہ علی مصدریا الصلوٰۃ والتحیۃ۔ و تعظیم قمر در وقت پیروی او آفتاب را اگر اشارت بہلال ث بداریم۔ چنانچہ بعضے از مفسراں داشتہ اند بجہت آں است کہ مورث بعضے از عبادات معتبرہ است کہ صیام غرر شہر است۔ صاحب فتوحات مکیہ می فرماید کہ ہر ماہے مہمانیست از حق سبحانہ و ضیافت مہمان علی وجہ التعجیل مسنون و مدت مہمانی سہ روز وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم ثلثۃ ایام من غرۃ کل شہر صرحۃ النسائی عن ابن مسعود۔ تعظیم نہار در وقت روشن ساختن او آفتاب را اگر عبارت از لیالی ایام بیض بداریم بجہت آنست کہ مورث عبادت معتبرہ است کہ صیام ایام بیض است۔ چنانچہ در فصل سابق بیان نمودیم۔

مخفی نماند کہ روزے کہ آفتاب را ظاہر گرداند لیالی ایام بیض است بخلاف روز ہائے دیگر کہ آفتاب آں روز ہا را ظاہر می گرداند ایں چوں رفتن از اثر بمؤثر است و آں از مؤثر باثر۔ آں طریقہ علما است و ایں طریقہ عرفا و تعظیم لیل وقتیکہ بپوشاند نور آفتاب را بجہت آن است کہ محل فراغ عابداں و آرام گاہ ذاکراں و خلوت گاہ محباں است۔ مخفی نماند کہ پوشانیدن شب نور آفتاب را عبارت ازاں است کہ نور آفتاب در ایں وقت برنگ عدم شدہ چہ شاید نوری است کہ برنگ ظلمت برآمدہ و ظلمت اثر اختفائے بعضے از اشیائے ظاہرہ فی الیوم ایں مثال سخت نیکو است در ظہور عالم کہ واجب تعالٰے و تقدس ہم چناں در منفر لطون است لیکن احکام و آثار او کہ اسما و صفات او شید ظہور نمودہ اند۔ و ہم چنیں ممکن در رنگنائے عدم متمکن نشستہ لیکن حکم و اثر او برآمدہ باحکام و آثار واجب امتزاج گرفتہ و حجاب مقصود شدہ از ایں بیان بدریاب کہ واللیل اذا یغشٰہا را بلیالی ایام بیض از وجہے دیگر نیز می تواں حمل کرد چہ دراں اوقات آئینہ ماہ مقابل آفتاب است و آفتاب در وے بتمام ظاہر لیکن چوں ظہور بیست منصبغ برنگ آئینہ از نظر عامہ مخفی شدہ والسماء وما بنٰہا۔ یعنی

سوگند بآسمان و بنا کننده او یعنی نور دہندہ او و چہ بنائے او تنویر او ست او ہم چناں در کتم عدم است در معنی ایں گفتن است کہ سوگند بآسمان و نور او کہ الله نور السموٰت والارض وما طحٰها سوگند بزمین و پہن کنندہ او و ایں نیز ہماں گفتن است کہ سوگند بزمین و نور دہندہ او لیکن تنویر سما بصفتے شدہ کہ نسبت بما مورث ارتفاع آمدہ و تنویر زمین بصفتے کہ نسبت بما مورث انبساط گشتہ ونفس وما سوّاها یعنی سوگند بہر نفس از نفوس بنی آدم و تسویہ کنندہ او ۔ مراد بہ تسویۂ نفس عطا فرمودن او ست آنچہ اُو را بکار آید از لوازم وجود نفسانی فالهمها فجورها وتقوٰها پس الہام دہندہ او بدی و نیکی یعنی سوگند بہ کسے کہ نفس را تسویہ داد و پس ازاں راہ خیر و شر باد کشودہ اختیار فعل ہر یک با و داد اکنوں نزدیک می شود بآنکہ فاذا سويته ونفخت فيه من روحی یعنی بعد از تسویہ روحی کہ تمیز نیک و بد اختیار فعل ہر یک درا و ست آفرید تواند بود کہ مراد ایں باشد کہ او را بر خیر و شر داشت بحسب اختلاف افراد جواب ایں قسم ہا ایں است قد افلح من زكّٰها یعنی بدرستیکہ رستگار شد کسے کہ پاک گرداند نفس را از آلائش اخلاق سیئہ چوں کبر و حسد و بخل وغیرہ خلك من المهلكات وقد خاب من دسّٰها یعنی بدرستیکہ نا امید شد کسیکہ گم کرد نفس خود را بمعصیت و ضلالت و گم کردن نفس عبارت از گم کردن روحی است کہ بعد از تسویہ و تعدیل ارکان او در و نفخ کردہ شد و از اثر آں نفخ کا نہ ہی شد لہذا بسیارے از علما جز نفس و ہیکل محسوس امرے دیگر اثبات نمی کنند و حالا عامہ آدمیاں دریں منزل اند و گم کردن روح گم کردن خواص روحانیہ است و در مرتبہ انعام زندگانی کردن اولئك كالانعام بل هم اضل خیبت و نا امیدی مخصوص کفار باشد لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون چہ ہر کہ ایمان آورد بخدا و رسول و رسالت و فنت از قید نفس بتمام جست و بصفت خاصہ روحانیہ مشرف شد بل بخلقے از اخلاق الٰہیہ متحقق گشت و لہٰذا در کتب حنفیہ مذکور است کہ الايمان غير مخلوق

بیت ؎

ای گروہ مومناں شادی کنید

ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

وصل : خدمت مولانا علاءالدین مکتب دار کہ از کبار طبقہ صوفیا اندر ونے بملازمت مولانا عبدالرحمٰن جامی رفتہ ازاں سخن شیخ محی الدین ابن عربی کہ ہر کہ از قید نفس ترست روح او بعد از مفارقت از بدن در تحت فلک قمری می ماند اظہار علامت می نمودہ اند کہ بسیارے از مومناں بریں صفت اند ہرگاہ بعد از مفارقت در تحت فلک قمری بمانند بہ بہشت کہ عرض سمٰوت سبع است چوں خواہند رسید۔ خدمت مولانا عبدالرحمٰن در جواب فرمودند کہ ہر کہ ایمان بخدا و رسول خدا آورد او رخنہ در فلک قمری انداخت کہ عاقبت ازاں رخنہ خواہد جست بعضے از مخادیم سلسلہ نقشبندیہ ایں سخن را بر ہمیں معنی حمل کردہ اند کہ او دراں وقت کہ ایمان آورد از قید نفس بہ تمام جست اگرچہ ہماں یک نفس باشد بعضے از اکابر اولیا فرمودہ اند کہ ہر کہ یک نفس خالی از شرک و ریا بخدا متوجہ شد عاقبت در نفس آخر ایں نفس دستگیری او خواہد کرد و بسیارے از محققین مشائخ برایں اند کہ ہر کہ ایمان بخدا و رسول ایمان تحقیقی آورد بعد ازاں ہرگز رد ایمان او نمی شود و ہر کہ بعد از ایمان مردود شدہ مجرد تقلید داشتہ و آنکہ شافعیہ انا مومن انشاءاللہ می گویند بعضے بر ہمیں معنی حمل کردہ اند یعنی انا مومن تحقیقی انشاءاللہ تعالٰی در صحاح حدیث بنویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ آمدہ کہ ما من احد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وصدقا من قلبہ الا حقہ من اللہ علی النار متفق علیہ با ایں ہمہ مقرر شدہ کہ بعضے از عصات مومنین در دوزخ می درآیند و مثل انگشت سوختہ و خراب می شوند و بعد ازاں در حوض حیات شست و شو یافتہ با روح تازہ و زندگانی نو بہ بہشت درآیند کذبت ثمود بطغواھا تکذیب کردند قبیلہ ثمود بطغوتہا بسبب طغیان آں قبیلہ مرصالح پیغمبر را اذ انبعث اشقٰھا یعنی تکذیب کردند دراں وقت کہ برخاست بدبخت تریں ایشاں کہ شقی ارین سالف نام داشت با جمعے بقصد پے کردن شتر صالح فقال لھم رسول اللہ پس گفت مر ایشاں را رسول خدا یعنی صالح علیہ السلام ناقۃ اللہ یعنی اجتناب نمائید از شتر خدا کہ بمحض قدرت حق آفریدہ شدہ و آیتی است از آیات او۔ وسقیٰھا و گرد نگردید جائے را کہ او آب می خورد در نوبت او۔ آب ایشاں کم بود ہرگاہ شتر آب می خورد تمام آں آب را میخورد و لہذا نوبت کردہ بودند یک روز ایشاں

میخوردند و یکے دزشتند فکذبوہ پس تکذیب کردند صالح علیہ السلام را درایں کہ آں شتررا شتر خدا می گفت یعنی ایں شتر از سحر و جادوے تو پیدا شدہ فعقروھا پس پے کردند آں شتر را فدمدم علیھم ربھم بذنبھم پس ہلاک برایشاں فرستاد پروردگار ایشاں بسبب گناہ ایشاں کہ پے کردن ناقہ باشد فسواھا پس برابر کرد عذاب را برایشاں کہ خورد و کلاں ایشاں بختند ولا یخاف عقباھا ونمی ترسد خدا عاقبت ایں کار را کہ ہلاک ساختن ایشاں است یعنی پروائے ہیچ چیزو ہیچ کس ندارد نہ از و چیزے فوت شود و نہ کسے را با او مجال تعرضی باشد ایں سورہ را بتقریبے کہ بعضے از مردم واجب الرعایت صاحب الاخلاص التماس نمودہ بودند تفسیر و تاویلات فرمودند۔

بیان سورۂ اخلاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایں سورہ را سورۃ الاخلاص برائے آں گویند کہ از استماع ایں سورہ اعتقاد بندہ بآفریدگار از غبار شرک جلی و خفی خالص می گردد فی الجملہ اخلاصے در عمل نیز دست می دھد اما اخلاص اعتقاد از شرک خفی آن است کہ در الوہیت اعتقاد بذاتے بندد کہ در عرصہ امکان ہیچ گونہ مثلے او را نباشد۔

والا آں معتقد خود ممکن خواھد بود۔ از آں است کہ اکابر فرمودہ اند کہ التوحید افراد القدم عن الحدیث وہم ازیں جاست کہ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ در توحید حالے فرمودہ کہ التوحید غریم لایقضی دینہ چہ اضمحلال رسوم و آثار بشریت بالکلیہ گاہ گاہے دست می دھد وانہ کالبرق الخاطف می گزرد بلکہ ازیں سورہ صاحب دولتے را کہ صفائے قلبی باشد توحیدی در پردہ اعتقاد بدست می آید کہ حال او ہیچ خلوتے را میسر نیست سخن باب مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ کہ الاخلاص نفی الصفات شک نیست کہ توحید دریں درجہ تعلق باحدیت ذات دارد و تجلی در مقام احدیت قطعاً نمی باشد اگرچہ بہ نعت احدیت باشد

فہم من فہمہا انا اشرع فی المقصود جمعے از کفرہ گفتند کہ اے محمد بگو کہ خدا چہ چیز است وچہ میخورد ومیراث از کہ گرفتہ ومیراث او کہ می گیرد۔ ایں سورۃ نازل شد قل ھو اللہ احد یعنی بگو اے محمد کہ شان این است کہ خدا یگانہ است او را چہ چیز است نتواں گفت او را ہیچ گونہ اشتراک با چیزے نیست تا چہ چیز گفتن درست افتد پس معلوم شد کہ در او تعالے شانہ ہیچ گونہ کثرتے از جوارح وصفات زائدہ نیست بل ذات مجرد ہستی صرف است ایں جا محل آں آمد کہ وہم تعطیل افتد و بے صفت محض گفتہ شود او جرم دربے آں اللہ الصمد یعنی اللہ تعالے مرجع الیہ محتاجاں است وایں معنی بے صفات کاملہ متصور نیست پس اللہ احد اللہ الصمد بمنزلہ لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر است حاصل ایں توحید آں است کہ یگانہ ایست کہ بے آلہ وجارحہ و بے زواید صفات بنفس ذات خود می داند ومی شنود ومی گوید وہر چہ می خواھد می کند لم یلد یعنی ابدا ایں رد قول یہود است کہ عزیز علیہ السلام را ابن اللہ می گفتند ولم یولد وزایندہ نشدہ ایں رد قول بعضے از نصاری است کہ عیسیٰ علیہ السلام را خدا می گفتند ولم یکن لہ کفوًا احد ایں رد قول مشرکان عرب است کہ خدا را ہمتا اثبات می کردند۔

بیان سورۃ فلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل اعوذ برب الفلق بگو پناہ می گیرم بآفریدگار صبح من شر ما خلق از شر آنچہ خلق کردہ است از جن وانس وسائر مخلوقات شریرہ تواند بود کہ مراد ہماں صبح باشد و شر صبح عبارت از شری کہ در بیداری بجہت لوازم بشریت روے می دھد وسر درانکہ در صبح شر را صریحاً اضافت نکرد چنانچہ در غاسق کہ شب است کرد بجہت تعظیم شان صبح کہ آواں ظہور انوار است وباشد کہ ایں معنی مثل آں است کہ بعضے فلق را عبارت از خلق داشتہ اند ومراد اعوذ برب الفلق من شر ما خلق دانستہ اند در آوردن شر بعبارت ما خلق اشارت است بآنکہ شر او بخلق حق است لیکن تصریح نہ شدہ بلکہ ظاہرا اضافت بمخلوق شدہ تا راہ بندہ بین الجبر والقدر

باشد قدر ظاہرہ جیر باطن ومن شرّ غاسق اذا وقب یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر
شب وقتیکہ داخل شود تاریکی او ہمہ چیز را مراد شب تار است وشر او شر حشرات و اعداء
کہ دراں وقت ظہور می کند اضافہ شر بشب نہ بمصادر صوریہ شر است بل بجہت مناسبتے کہ
میان شب وشر است تواند بود مناسبت آنکہ شب بجہت عدمے بظہور می آید چوں شعاع
آفتاب فرو میرود شب می آید ہم چنیں شر پیش اہل تحقیق بہ نسبت انعدام امرے است
نہ بجہت وجود امرے۔

وجود خیر محض است چنانچہ در گلشن مبیّن شدہ و ایضاً اشارت تواند بود بآنکہ اُدبا فرمودہ
اندکہ ادب آن است کہ مذام را بظاہر نسبت نہ دہند بل بمظاہر مرتبط دارند وا ز سبا ہ
گلے روشن نہ ند چنانچہ در معاصی بہ بندہ از استعداد وکسب خود دانستہ ربنا ظلمنا گوید
نہ آنکہ نسبت بوجود بدہد وگوید کہ من مظہرے بیش نیستم ہر چہ در من است از جائے دیگر
است باگوید من چہ کنم ہمہ تجلی و تقدیر اوست مخفی نیست کہ از صبح و شب حضور و غفلت
ارادہ می تواں کرد وہم چنیں از غاسق خلق ارادہ می تواں کرد در اصل لغت غاسق ممتلے
وپُر را می گویند خلق ایں چنیں است کہ پُر است از قیوم خود اگر نُور وجود از یک ذرہ او دو
شود ہماں لحظہ آں ذرہ بجسدم می رود و ایضاً غاسق سائل را نیز گویند ز خلق نیز سائل است
کہ الاعرض لا یبقیٰ زمانین وپناہ گرفتن از شر خلق آں است کہ در خلوت
خانہ سر نیاید و حجاب مقصود نگردد ومن شرّ النفّاثات فی العقد یعنی پناہ می گیرم
برب صبح از شر دمندگان در گرہ ہا۔ ایں اشارت بقصہ ایست مشہور کہ بعضے از دختران
عرب حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم را سحر کردہ بودند بایں طور کہ در اسنے بنام آنحضرت گرہ ہا زدہ بودند
وکلمات سحر خواندہ برآنہا دمیدہ بودند وآن اسن را در چاہے بزیر سنگے نہادہ بودند معوذ
تین برائے کشادن آں گرہ ہا فرود آمدہ چہ پیش از خواندن معوذتین اصلاً کشادہ نہ شدہ۔
ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر حاسد وقتیکہ بمقتضائے
حسد خود عمل کند ذکر شب بعد از خلق تواند بود کہ اشارت بآں باشد کہ خلق نیز چوں شب
ظلمانی است اگرچہ او در امتعاے از بر زخیت است و رنگ وجود گرفتہ شب نیز بجہت منا

کہ مدار او بر آں است در مقام برزخیت است سایہ برزخی است میان نور و ظلمت و لہذا او در احکم صورت ثانی می گوید ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فی ظلمۃٍ علیھم من نورہٖ و ذکر نفاثات بعد از شب بجہت سیاہ دلی آنہاست و اشارت بآنکہ ایشاں از شب تیرہ تر اند و ختم بر حاسدٍ چنانچہ از ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما مروی است اشارت باشد بآنکہ چیزے در عالم بدتر از حد نیست عجبے نیست اگر ایں دختران نفاثات بجہت حسدے کہ بہ بعضے از ازواج مطہرات آنحضرت داشتہ باشند ایں عمل کردہ باشند در شفا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ مسطور است کہ بجہت آں سحر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکسال از عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا خاصۃ محبوس بودند۔

بیان سورۃ الناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل اعوذ برب الناس بگو پناہ می گیرم بآفریدگار۔ ملک الناس بادشاہ ناس الٰہ الناس معبود ناس من شر الوسواس الخناس از شر وسوسہ کنندہ پس خزندہ اشارت بحقارت وبے قوتی اوست بعضے از اکابر فرمودہ اند کہ دشمن را چنداں عظمی نے باید نہاد۔ حقیر می باید شمرد کہ در مغلوبیت او دخل دارد۔ و ایضاً دریں ضمن کمال عجز خود را نیز ظاہر کردن است۔ پس خزیدن شیطان در وقت ذکر بیت آدمی است ہرگاہ بندہ غافل می شود او در وسوسہ می آید و ہرگاہ حاضری شود پس بر می خیزد الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس یعنی آں شیطانیکہ وسوسہ می اندازد اور دلہائے آدمیاں از جانب جن وانس

وسوسہ کہ از جانب جن وانس می اندازد تواند بود کہ بجہت دید قدرت وفعل در ایشاں باشد ایں وسوسہ سہ قسم است یکے مجرد خواطر و خیالات است ایں نسبت بکسے است کہ بتوفیق اللہ تعالےٰ ایمان دارد بآنکہ خالق افعال عباد حق است سبحانہ لیکن بظاہر عقل وحس مشاہدہ می کنند کہ افعال عباد مربوط باختیار ایشاں است دوم آنکہ خالق افعال عباد را دانند چنانچہ معتزلہ نسبت بہمہ آدمیاں و جنیاں می گویند و بدتر از ایں است

عمل عامہ حالا نسبت بہ یک دیگر چہ معتزلہ فعل بندہ را با قدار حق می گویند یعنی حق تعالے اورا ہم چنیں آفریدہ کہ ہر چہ خواہد می کند و عامہ در معاملات ازیں ہم ذہول دارند سوم آنکہ بندہ را بالوہیت اخذ کنند چنانچہ فرعون و شدّاد را کردند۔ دفع وسوسہ اوّل آن است کہ حق را از خلق جدا انداز و فعل و صفت خلق را سایہ فعل و صفت حق بداند و ربوبیت را عبارت از ظہور رب بصورت مربوب اعتقاد نماید ازیں جاست آنچہ شیخ اوحدی فرمودہ ؎

تا جنبش دست ہست مادام

سایہ متحرک است ناکام

پس استعاذہ برب الناس مناسب ایں است ازیں معنی وسوسہ دوم نیز مرتفع می شود یعنی استعاذہ بہ ملک النّاس لائق بآن است کہ عجز ایشاں ظاہر شود بدانکہ شبیہ بوسوسہ دوم است آنکہ ظہور قدرت را در ظہور تام اعتقاد نماید تامیان او و معتزلہ جز بظاہر و مظہر فرقے نماند علاج پناہ بردن بملک الناس است کہ مرتبہ جمع است تا ظاہر شود کہ مدار شبیہ ازیست است انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء چوں سید ولد آدم را ایں حال است دیگرے را چہ رسد و ایضاً ظاہر شود کہ ہر چند کہ قدرت و فعل در مظہر او ست خلق و تاثیر در مظہر او نیست عالم در ہر آنے بعدم می رود و مثل آں بظہور می آید و خلق و تاثیر بہ تمام از مرتبہ الوہیت است بایں سخن وسوسہ سوم نیز دفع شد بلکہ بہمان تفرقہ ظاہر و مظہر دفع شدہ بود صورت فرعون و شدّاد را بالوہیت گرفتہ بودند نہ حقیقت ایشاں را لیکن استعاذہ بہ الٰہ النّاس در دفع او مناسب است۔

وصل ؛ وسوسہ خنّاس از سہ قسم بیروں نیست یا بمعصیت می اندازد یا دل بندہ را در تصرف خود آوردہ مملکہ خواطر و خیالات می کند بے آنکہ ظہور معصیتے شود یا بکفر می اندازد نعوذ باللہ من شرہٖ ۔ در قسم اوّل التجا برب بردن مناسبت است چہ معصیت واسطہ موت می شود چنانچہ بعضے از اکابر کشف و تحقیق فرمودہ اند کہ عصاۃ در دوزخ می میرند نہ کفار کہ صفت ایشاں لا یموت فیھا ولا یحیٰی است و ربوبیت واسطہ وجود حیات و در قسم دوم کہ مملکہ و مسخرہ شیطان است التجا بملک بردن مناسب است

ودرقسم سوم انتخاب باله بردن مناسب ۔ تم ۔

ترجمہ دعائے قنوت

ترجمہ دعائے قنوت ؛ مقصود ازیں دعا عرض صفات طبقہ سلجین کردن است ۔ ایں صفات را وسیلۂ نزول رحمت برایشاں ساختن وخود را درظل حمایت ایشاں افگندن بزرگاں گفتہ اند کہ خویشتن را درمیاں ایشاں درخزاں و از ایشاں و از دوستاں ایشاں فرانمائی کہ چہ دانی کہ چگونہ رسوائی ۔ پس مصلی درمقام مناجات می گوید کہ خدا وندا ما جماعت مسلمانان ترا بمدد گاری و آمرزگاری می گیریم یعنی پیشہ وکار ما ایں است و درہر چیزے کہ از مخبر صادق بما می رسد بدل تصدیق می کنیم و بزبان اقرار می آریم کہ امنا وصدقنا وضامن رزق خود ترا می دانیم ۔ بل درپس پردہ اسباب اعتماد ما بر تست جملہ کیفیات درخاصیات مسخر فرمان تواند ودرہر چیزے ستائش تو می کنیم وشکر تو بجا می آریم وکفران نعمت تو نمی کنیم کہ آں چیز ونعمت را از دیگرے شناسیم وشکرے دیگرے بجا آریم وکفار فجار را الیاس حیات از بر می کنیم وترک ایشاں می گیریم خداوندا تراعبادت می کنیم وبرائے تو نماز می کنیم وسجدہ می آریم ودریں نماز وسجدہ بسوئے تو سعی می کنیم ودریں سعی سرعت می نمائیم وامید رحمت تو میداریم واز عذاب تو می ہراسیم ان عذابک بالکفار ملحق ایں جملہ از تتمہ دعائے خیر مسلمانان است یعنی عذاب تو بکافراں پیوستہ باد واز ایشاں ہیچ گونہ جدائی مگیرا دبلکہ دعا بحقیقت ہمیں است وماسبق از مقدمات دعا ۔ والسلام والاکرام ۔

بیان آیۂ وہو معکم

آیۃ اینما تولوا فثم وجہ اللہ

کہ از کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ ۔ معروف بہ زبدۃ النقامات نقل شدہ از نسخہ قلمی کہ درسنہ ۱۳۰۱ھ نوشتہ شدہ ودرخانقاہ حضرت شاہ غلام علی معروف بہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر است رحمہما اللہ تعالیٰ محفوظ است ۔ (از ص ۲ تا ص ۲۶)

دونوں آیتوں کی تفسیر ایک رسالہ کی عنوان سے حضرات القدس قلمی کے ص ۲۷۹ سے ص تک موجود ہے ۔ معلوم ہوا یہ کردہ زیادہ کا حل اور صحیح ہے

برکت پنجم : در تحقیق کریمہ وھو معکم اینما کنتم تمیق فرمودہ اند کہ سر معیت غیب ہو حق سبحانہ وتعالےٰ باشیا در غایت خفا وبطون است حقیقت ایں دریافت موقوف است برپے بردنی بر تنزیہ مطلق واطلاق صرف آنحضرت وتنزلات او بصور علمیہ و بودنی آں صور برزخ میں الموجود والمعدوم ای الجامع بین الوجود والعدم فانہ من خواص منزل العلم بیت ؂

از تنزلات بیرنگ باچندیں صور ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر

وہمچنیں موقوف است برشناخت آنکہ آں صور علمیہ رایک نسبت مجہول الکیفیتے بحضرت ظاہر پیدا شدہ کہ آں حضرت درکسوت آں صور برآمدہ وآں صور آئینہ اسما صفات او شدہ۔ واسماء صفات او عین او ست فھو معکم فی العلم والعین روحاً کان او مثالاً او حساً۔ لیکن معیت خانۂ علم ہمچوں معیت اعمال است باصور چنانچہ از اشجار وقصور بر مذہب محققین کہ قصور واشجار آں موطن را بالذات باعمل یکے میگویند۔ پس چنانکہ عمل در موطنے عرض است ودر موطنے جوہر۔ آں ذات متعالیہ در مرتبہ منزہ است از تعین وتمیز واشارات وعبارات ودر مرتبہ قابل ایں امور ومعیت ایں خانہ عین ہمچوں معیت نقطۂ جوالہ است بادائرۂ موہومہ فی الخارج بس چنانچہ نقطہ را با دائرہ یک نسبتے واقع است کہ بواسطۂ ظہور دائرہ در خارج ونمود نقطہ درکسوت دائرہ شدہ ہمچنیں ذات حق وغیب مطلق اورا بقدرت کاملہ اش یک نسبتے بہ تنزلات علمیہ واقع شدہ کہ سبب ظہور آں تنزلات در خارج ونمود آں ذات بحسب اسماء وصفات درکسوت آں تنزلات شدہ۔

برکت ششم : وہم بتقریب معیت مفہومہ من الآیۃ المذکور رقم فرمودند۔ حضرت واجب جل شانہ بے توہم حلول واثنینیت وبے شائبۂ چونے وچگونگی در ہمہ جا باہمہ است۔ سخن ساقی کوثر امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ کہ ھو مع کل شئ لابمقارنۃ وغیر کل شئ لا بمزایلۃ۔ اگر اثنینیت می بود لابد مقارنت می بود وغیریت صورت نمی بست واگر وہم محض می بود چنانچہ حکمائے حسبانیہ میگویند معیت راست نمی آمد وہر آئینہ روے می نمود آوازہ العجز عن درک الادراک ادراک دریں مقام است مریدان وجہ مطلق ومشتاقان غیب ہویت میگویند

کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لانفی آں می باید کرد یکے از عارف رومی قدس سرہ پرسید کہ حق چیست و عقل کیست فرمود حق آنکہ بہ ہیچ وجہ مدرک نہ شود و عقل آنکہ بہ ہیچ وجہ جز بہ او آرام نگیرد۔ مصرع

قلقے است بے نہایت دردے است بے دوا

برکت ہفتم : بہ تقریب بیان کریمہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ فرمودہ اند اگر تجلی حقیقت این معنی پر تو افگند جوہرے فرض کن کہ ہر چہ بہ صفات آئینہ مترتب می شود از صقالت و تدویر وغیرہ بر ذات او مترتب می شود و ذات او مثلاً موجب نمائندگی صور می شود بے زیادتی صفات بس ذات او در خارج عین این صفات آمد و ہمچنیں فرض کن کہ ہر یک ازیں صفات را در خیال تو صورتے است چناں شبیہ کہ صورت علم است در مثال و بعد ازیں فرض کنی کہ ایں صور خیالی تو منعکس شدہ اند دراں جوہر یعنی یک نسبت مجہول الکیفیتی باں جوہر پیدا کردہ اند کہ بسبب نمائندگی ایں صور شدہ بس بہر صورتے ازیں صور کہ رو آری دراں جا آں جوہر است و بحقیقت بجمال جوہر او آوردہ آں جوہر باایں صور است ہر کجا ایں صور است ولیکن آں جوہر منزہ ازیں صور را در خارج بے از وجود خارجی بمشام ایں صور نہ رسیدہ بیش ازیں نیست کہ بقدر ایں صور صفات آں جوہر مشاہدہ می افتد و بہر چہ روئے می آری ہماں صفات یا بہ صاحب آں صفات او آوردہ می شود اگر ہزار سال پرواز کنی و ہزار اربعیں برآری تا جذبۂ از جذبات الوہیت رہ بہ تو نیارد و صورت اشباح و ارواح را از نظر تو ناچیز نگرداند و محبت ذاتی کہ بکوارہ سر نست در جلوہ نیاید و نسبت مجہول الکیفیتی کہ مفہوم ادراک و مقتضائے آں محبت است و تعبیر از آں جز بہ ادراک بسیط نمی تواں کرد پیدا نہ شود مرید وجہ اللہ نخواہی شد شناسائی آں خود کجا۔

برکت ہشتم : در عنوان تحقیق معنی کریمتین مذکورتین ایں چند فقرہ نمکین نازنین دلنشین تحریر نمودہ اند۔ قدس اللہ سرہ فائلہا سے پاک است خداوندے کہ بفیض اقدس خود اشیا را در عرصۂ ظہور آوردہ و شئون خود را در پردۂ آں ظہور از تنگنائے خفا و بطون برآوردہ و خود را در مرأت آں اعتبارات در نظر خود جلوہ گر کردہ در تنگنائے وحدت او نشان اثنینیت نیست مطلق است از دائرہ اطلاق بیروں نہ چگونہ اش میتواں گفت نہ چوں قادر می کہ بہ یک کلمہ کن خفتگان خواب عدم

لہا بیدار کردسراسیمۂ شوق برجستند آئینہ وجود در برابر شان داشت از سادہ لوحی عکس خود را دیدند و پندار وجود در سر آوردند ناگاہ صدائے وہو معکم اینما کنتم بہ گوش شان رسید دریافتند کہ معیت جز بہ دوگانگی صورت نہ بندد وجبرتے در کار آمد جمال عکس بشارت وجودی دہد ولوائے معیت اشارہ بعدم میکند وجود وعدم را در ہم آمیختند وجود را فراموش کردند ودر مقصود را بر خود بستند کریم مطلق جل شانہ بشارت اینما تولوا فثم وجہ اللہ درمیان آورد وگفت و فی انفسکم افلا تبصرون ۔ تیز گوشان شناختند کہ حجاب خود وخودیم خود را از میان می باید برداشت ہنگام این دست بردانگشت ارادت بر دامن مقصود رسید نسیمے از راہ عروق در وزید و نکہت دوست را در تجاویف قلبیہ افگند بیچارہ از پائے درافتادہ کرشمۂ معشوق در کار آمد وحجاب نقاب از میان برداشت ولمنطقہ لمن الملک الیوم در گرفت چون بیازی در میان نبود رے در احتجاب اورا وصدائے فاستقم کما امرت بگوش جانش رسانید ۔ مخمور صبوحی سر برداشت وغلغلۂ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ درمیان آورد لیکن سعی واللہ من ورائہم محیط فلقے در جانش آورد از یک سو درع نفسک وتعال واز یک سو فول وجہک شطر المسجد الحرام اضطرارے در کار نہاد عنایت اُمن یجیب المضطر اذا دعاہ پردۂ حجاب راکہ لازم وجود است علیک سیاحت وپیش چشمش نہاد صورت قاب قوسین بظہور رسید ۔ این سخن آخرے ندارد ۔ (تمام شد تفسیر دو آیت ۔ ہو معکم ۔ و ۔ اینما تولوا)

شرح رباعیات

رسالۂ شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار

کہ در ... تالیف شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان اللہ زہے حد ائے متعال   عالی زتصور مبتدا نہ خیال

از نور لطافتش ضمائر مشحون
وز سر سرایتش جہاں مالا مال

بنا بش وستائش خداوندے راست کہ حجاب سرا پردہ عزتش انوار ظہور اوست وسکان قباب حجر تش ظہور نور او واگرنہ در باطن اولیاے خود در پردہ کشف متجلی گشتے آوازۂ کمالش بگوش جہاں وجہانیاں کہ رسانیدے واگرنہ درلباس علم حجاب باطن نظارگیاں خود شدے وز تاب آفتاب جلالش نام ونشانے ازایں وآں نماندے ۔ اوست کہ درکسوت رسل رحمت بیگانہ وآشنا است ۔ مارمیت اذ رمیت بیان سبحان الذی است ۔ محمد احمد بلا میم است او را با خاکیاں چہ نسبت او دُرّ یتیم است ۔ لیس کمثلہ شیٔ وھوالسمیع البصیر صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ تسلیماً کثیراً۔ اما بعد نمودہ می آید کہ چوں دیدہ می شد کہ بعضے از اہل روزگار بجہت پستی فطرت وقلت استطاعت وبازماندگی از وصول حقائق ارباب معرفت مقاصد عالیۂ علیۂ صوفیہ را نوع دیگر دریافتہ عبارات والفاظ ایشاں راحتی الامکان بر مفہومات مخترعۂ خود فرود می آرند وبعضے ازیں مدعیاں بنا بر اصلے چند فاسد بر بعضے ازانہا کہ قابلیت تاویل ناقص ایشاں ندارد ۔ د صورت قصد درمیاں می آرند بعضے از مطالب آں بزرگواراں راہم مقتبس از باطن مبارک ایشاں بشرحے واضح وبیان وافی درضمن چند رباعی ایراد کردہ شدہ ہرچند کہ اندکے ازانہا در کتب معتبرۂ قوم خصوصاً در رسائل حضرت حقائق پناہی ارشاد دستگاہی مخدومنا مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی بتنقیحے کامل مبین است غایۃ الامر لازمی چند باآں مطالب درمیاں آمدہ کہ دست تصرف ارباب بطلان ازاں کوتاہ گشتہ حق سبحانہ وتعالیٰ حقیقت وجود واجب وممکن وسریان ظاہر را در باطن وسر یکتائی ومعنی کان اللہ ولم یکن شیٔ معہ وہم الآن کما کان رابر مستمعان مستعد ومستفیدان صادق واضح گرداند بمنہ وکمال کرمہ وانا العبد المحرر محمد الباقی اذاقہ اللہ تعالیٰ عن ظلمات نفسہ والبقاء بانوار جلالہ بمحمد وآلہ ۔ فمن تلک الرباعیات

۱ گویند وجود کون کونست حصول ۔۔۔ نورے بجز از کون نکرد است قبول

واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است	بر طبق قواعد است بر دقت اصول
۳۔ بشناس کہ کائنات رود در عدم اند	بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
ویں کون معلق از خیال و وہم است	باقی ہمگی ظہور نور قدم اند

غرض ازیں دو رباعی اظہار آن است کہ ماسوائے حق عزّ و عُلیٰ جز در علم ثبوتے ندارد و موجود بحقیقت جز واجب تعالے و تقدس نیست و آنکہ عقول کون و حصول بماسوا اضافہ می کنند و کاین و ثابت در خارج می دارند مجرد وہم و پندار است۔ پس فی الحقیقۃ کونے کہ در عقول مضاف بایشاں می شود کونے است معلق بہ کاین و ثابت یعنی مجرد درک عقلی است بے آنکہ تکیہ بہ اصلے داشتہ باشد چنانچہ ناقص العقلے صورت منقش در آئینہ را کاین در آئینہ پندار بد و آنکہ متکلمین وجود ممکنات را کون و حصول میگویند امر نسبت مطابق واقع و مستلزم آنکہ ممکنات را جز در علم وجودے نباشد چہ ہرگاہ واسطہ ترتب آثار خارجیہ جز کون و حصول نیز اثرے از آثار خارجیہ است پس این مقصد کہ کائنات را وجودے جز کون و حصول نیست کنایت است از آنکہ ایشاں را وجودے نیست ہر چند کہ غرض متکلمین این است و لہٰذا در رباعی اوّل گفتہ شد۔ کہ دریں پردہ لسان الغیب است۔ رباعی اوّل را معنی دیگرے ہست بغایت لطیف۔ آں معنی آن است کہ وجود کائنات فی الحقیقۃ جز کون و حصول نیست ماہیات مختلفہ کہ چندیں رنگ تعین را قبول کردہ اند حصولے جز در علم ندارد و صفات و شیون واجبی در خارج عین ذات است و ذات ہمچناں بر صرافت بیرنگی خود۔ پس اگر علوم باثرہا بر افتند ماہیات بالکلیہ معدوم می شوند پس افادۂ این معنی کہ وجود کائنات کون و حصول است مطابق نفس امر است۔ آرے بالجملہ عقول ہنگام تعبیر کون خارجی یکے از دو نسبت می باشد۔ یکے نسبت ماہیت را بظاہر وجود۔ دیگر نسبت آں را بباطن وجود۔ لیکن بافت ہر یک را در اں دیگر دخل است و لہٰذا متوہم می شود کہ نسبت مدرکہ نسبتے است بخارج شبیہ نسبت حال در محل و تمکین در مکان۔ و مکان و محل محض اعتبار۔ چہ غیبت ذات از نظر عقول ناقصہ پوشیدہ است۔ آں کون را کون خارجی دانستن و آثار خارجیہ را بر ماہیات مترتب ساختن تصرف از وہم است۔ از بن تحقیق دانستن کہ ماہیات در وجود علمی محتاج شدند بعلم نہ بفاعل

واگرچہ آں فاعل موجب باشد پس شیخ محقق صدر الملتہ والدین القونوی وتابعان او قدس اللہ اسرآ ہم جعل جاعل را عبارت از تاثیر موثر با عتبار افاضۂ وجود خارجی داشتہ نفی مجعولیت از ماہیات کردہ اند۔ بغایت اصل است۔ اینجا سخنے باقی است آں سخن آن است کہ کون و حصول مضاف بہ ہر مرتبہ کہ باشد از معقولات ثانویہ است واثرے از آثار او چوں واسطۂ ترتب آثار تواند شد۔ میگوئیم کون وحصول تعبیر نسبت از نسبتے کہ ماہیت را بصفت علم است، فی الحقیقتہ وجود ہماں نسبت است بل صفت علم بل ذات حق چہ صفت در خارج عین ذات است، ہمچنیں کون خارجی تعبیر نسبت از نسبت ماہیت بظاہر وجود۔ اگرچہ متکلمین وجود را عین واجب نمی دانند بلکہ حقیقت وجود را میبدانند اگر ازیں سر آگاہ می شدند وجود را ہماں شیون کہ واسطۂ قبول ایں نسبت شدہ اند می داشتند بلکہ ذات واجب مبدا شتند و وجود را بہ اتفاق مشترک معنوی می گفتند۔ آگاہ باشی کہ بہ ایں بیانے کہ کردیم جعل جاعل در ماہیات بطریق ایجاب پیدا شد بیچارہ حکما نیک دریافتہ اند کہ علم واجب واسطہ وجود ممکن است غایتہ الامر وجود خارجی را وہم کردہ اند۔ ھذا۔ اما خدمت کلام شیخ محقق صدر الملتہ والدین لازم است۔ بار خدایا مگر گوئیم کہ حضرت شیخ جعلے را کہ متبادر در اذہان است وآں استناد بہ فاعل است بے ملاحظہ قبول علمی آں را اکردہ اند۔

۴۔ ہنگر کرۂ درون بیرونش نور	در دے زعجوبگی بصد نوع ظہور
باہنگۂ انواع ظہورش باطن	واں ظاہر در پردۂ وحدت مستور
۵۔ تکوین کہ دوکون را صلاً در دادہ	دانی کہ در عدم چہ ساں بکشادہ
حادث شدہ نسبتے درون ابیرون	در بیرون عکس آں عکوس افتادہ

رباعی اوّل در تصوّر معنی کان اللہ ولم یکن معہ شئی است در رباعی ثانی در بیان حقیقت تکوین است تا ماہیت وجود کاینات بہ وضوح رسد وآثار خارجیہ مشاہدہ بہ اصل خود کہ واجب است تعالی وتقدس ملحق کردند۔ ہاں طالب تحقیق آئینہ فرض کن کرۂ وی مبرّا از کثافت وکدورت۔ ہم ظاہرش بہ صیقل وہم باطن وظاہرش بہ اشکال مختلفہ متضادہ متشکل۔ لیکن ویں اشکال جز در مرآت باطنی اش ظاہر نے۔ ظاہرش ہمچناں بر صرافت کرویت خود ثابت۔ اکنوں ظاہر مرآت

راظاہر وجود کہ طرف خارج است بداں۔ و باطن وجود کہ جہت علم است تصور کن۔ و کثرتِ
ظاہر را تعبیرے از وحدتِ ذاتیہ وجود در خاطر آر و اشکال مختلفہ آں را اعتبارات و حیثیات
آں بگیر۔ و ایں حیثیات را و اعتبارات را در خارج عینِ ذات بداں تا صورت کثرت
او را کہ عبارت از وحدت و اطلاق اوست ثابت یابی و انعکاس ایں اشکال را در مرآت
باطن حصول صورت علمیہ آں اعتبارات تصور کن اینست معنی کان اللہ و لم یکن معہ شئی چہ ظاہر وجود
کہ وجوب وصف خاص اوست ہمچناں بر کرۂ یگانگی خود است ہیچگونہ کثرتے پیرامون عرش
نگشتہ۔ اکنوں معنی تکوین را در باب تکوین عبارت از آں است کہ حضرت مرآۃ تعالیٰ شانہ
بقدرت کاملہ آں صور متنقشہ در باطن را نسبت مجہول الکیفیتی بظاہر خود بخشیدہ کہ بواسطۂ آں
نسبت عکس آں عکوس بر مرآت ظاہر افتادہ یعنی بواسطہ آں نسبت چناں می نماید کہ آں عکوس
را وجودے در خارج است۔ اگر کسے بگوید کہ نسبتے کہ مقتضی ایں ظہور است از لوازم ذاتیہ آں
صور است چنانچہ در ہر صورت علمیہ نسبت بمعلومش می بینی پس قدرت را چہ تاثیر میگوئیم
کہ قیاس غائب بر شاہد میکنی ہر صورت علمیہ کہ ترا حاصل است صورت علمیہ مقدور است
کہ از قدرت کاملہ لباس آں نسبت را در بر کردہ بذات خود صاحب آں نسبت نیست
لا یعلم الغیب الا اللہ آگاہ باشی کہ وجود کائنات در وہم افتادہ آثار خارجیہ از افعال و
اوصاف مستندیہ واجب شدند۔ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

۶۔ ما صورت و حق آئینہ عکس نما است ایں است صفتے کہ حق را با ما است
ہر صورت در ظہور شرط دگر نیست ایں نسبت اسباب ازیں و پیدا است
۷۔ آں کسب کہ نسبتش با گشتہ عیاں در مذہب اہلِ حق جز ایں ہیچ مداں
حق موجد است و قادرِ مطلق اوست و ایں ہست خیال جملہ وہم است و گماں
۸۔ حادث کہ نہ باشد بدو آں پایندہ تاثیر کند بہ حادث آیندہ
سبحان اللہ زہے خیالے باطل ایں است وجودے عدمش زایندہ
۹۔ آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است از کن فیکون جز ایں وش بس عجب است
کسے کہ وجود او بجز وہمے نیست نسبت بحق ار کند کسے بے ادب است

این چہار رُباعی در بیان آن است کہ کسبے کہ منسوب بہ بندہ است کدام است ہرگاہ قدرتؔ فعل منتسب بحق شدہ انتساب کسب بصور علمیہ چہ معنی دارد۔ بدانکہ صور کاینات اگرچہ بمجرد امر کُن بظہور رسیدہ اند و می رسند لیکن عادت اللہ بریں جاری شدہ کہ ہر ظہور سے را مشروط بظہور دیگر داشتہ سببیت اشیا بیک دیگر عبارت ازیں شرطیہ است۔ پس کاسبیت بندہ مراسباب را عبارت ازیں شرطیہ است مرآں اسباب را قدرت و فعل جملہ منسوب بحق است۔ امور وہمیہ را تاثیرے نیست وگاہ ممکن می گویند و ظاہر وجود مخواہند از حیثیت تقید و تعین باحکام باطن و کسب این وجود مقید عبارت از تعلق ارادۂ حادثہ اوست بظہور امرے وآں مقید را در ظہور آں امر مدخلیتے جز بآں تعلق ارادہ نیست۔ بمجرد تعلق بآں مقید بعدم می ردد مقید دیگر بقدرت کاملہ تامہ بظہور می رسد بالجملہ مجموع حوادث مربوط بقدرت کاملۂ مطلقہ است قدرت ناقصہ را ہیچگونہ مدخلیتے دراں نیست بِلّٰہِ دَرُّ الشیخ ابی الحسن الاشعری نور اللہ مرقدہ ایں معنی است غرض از رُباعی سوم واگر کسب اسباب عبارت از چنگ زدن است بہ اسباب چنگ زدنے مستند بر علم بہ تاثیر اسباب و بقائے ایشاں۔ پس کسب امرے وسست و ہمی و نسبت دادن امور وہمیہ بحضرت حق سبحانہٗ سوے ادب است ہرچند کہ لا فاعل فے الوجود وغیرہ۔ ایں معنی است غرض از رُباعی چہارم ایضاً۔

۱۰۔ ہر صورت علمیہ کہ ہستش گوئی ۔۔۔ زاں ہست کہ بوئے اصلی از وے می بوئی
معلوم کہ اصل است وجود علم است ۔۔۔ جہل است اگر جز ایں کہ روش می پوئی

۱۱۔ ممکن کہ خرد در حدیثش بکشاد ۔۔۔ در بدو نظر بہ ہستیش فتوی داد
او در ہستی وہستی اندر وے بود ۔۔۔ بیچارہ بہ اشتباہ نامے بنہاد

در رُباعی اوّل اشارت بدفع مشکلے است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود۔ بیانش آں است کہ از سخنان گزشتہ چناں مفہوم شد کہ ماہیات را جز در علم وجودے نیست یعنی صاحب آثار خارجیہ مشاہدہ می دانند نہ مجرد کون وحصول چہ تحقیق ایں دانش گزشتہ وحال آنکہ عقول حکم بوجود ماہیات می کنند و بے شک آں حکمے است مطابق واقع دفعش آں است کہ ماہیات ممکنند و بے شک آں حکمے است مطابق واقع نظر رائی در مرآت برمرئی است و مرئی حضرت شیخ قدس سرہ العزیز

در فتوحات می فرماید ماہیات است در علم برزخی بین الوجود والعدم ولہذا اعیان ثابتہ می گویند۔ شان وہمیں برزخ را حال می گویند از وجہے موجود است واز وجہے معدوم۔ موجود حکم بوجود ماہیات ہماں اعتبار است نہ با عتبار نفس شان غایۃ الامر عقول ناقصہ ازیں سر آگاہ نہ می شوند۔ گماں می برند کہ باطن ایشاں حکم بوجود ماہیت کردہ بتخصیص کہ مرئی بصورت مرآت آمدہ۔

۱۴۔ از صفائی می و لطافت جام — درہم آمیخت رنگ جام مدام
ہمہ جام است نیست گوئی مے — یا مدام است نیست گوئی جام

بلند در ایں شیخ ابی الحسن الاشعری قدس اللہ سرہ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود ماہیت عین ماہیات است یعنی وجود ماہیات ہماں است کہ در خارج بہ صورت ماہیات برآمدہ یعنی آنچہ عقول ازاں تعبیر بہ ہستی میکند و بعد از دریافت در اشیا کون وحصول کہ از آثار خارجیہ اشیا است بہ اشیا مترتب می شود آں ذوات آن اشیا است۔

۱۵۔ ایں صورت علمیہ کہ در جلوہ گری است — از خال وخطش جمال مقصود بری است
ادراک مرکب است مرآت خود است — در شے ہمہ چشم لیکن از بے بصری است

یعنی صور علمیہ کہ در عرصۂ ظہور نمودے پیدا کردہ اند با متعین ومیمیز می نمایند مقصود کہ مرتبۂ وحدت است وآں را تجلی ذاتی گویند جمال ازاں تعین وتمیز بری است ایں صورت ہئیتیا ادراک مرکب است یعنی ادراکے است کہ ادراک — ومرکب می شود چہ تعین وحدت در تعین او ساری است۔ ازاں است کہ ہرچہ مدرک می شود اول حق مدرک می شود وبعد ازاں او۔ ایں ادراک مرآت خود است نہ مرآت حق۔ آرے در بدایت توحید بہ جہت برزخیتے کہ بین الادراکین ثابت است مرآت حق شدہ صورت معنی مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَاَيْتُ اللّٰهَ می شود لیکن دریں مرتبہ ماندن بے بصری است۔ بریں قیاس کن سایر تجلیات را از آنچہ ذر مراتب انوار می شود چنانچہ عالم را ہمہ یک نور صاف می بیند وحق می یابد یا عالم را نیز می بیند و آں را حق می یابد۔ بالجملہ ہرچہ متمیز می شود و با موجودے کسوت غیریت دارد آں مقصود و منزل نیست ۔ ایضا۔

۱۴۔ در علم دو وجہ است بے شبہ و ریب — یک وجہ بہ شاہد است و یک وجہ غیب
در وجہ شاہد ہمہ رنگ است و تمیز — در وجہ غیب نہ نشان است و نہ عیب

از مقدمات گزشتہ معلوم کردی کہ علم را دو رو ست۔ یکے و بیش لوحدت است کہ غیب اوست و یک رو بیش بخود است کہ شاہد و حاضر اوست۔ ہر گاہ مرآت غیب و وحدت شود ظاہر است و وحدت خواہد بود کہ در کمال یگانگی و بساطت است۔ پس اگر ہزار مرآت فرض کنی کہ ہرگز اختلاف و تمایز در صور او نخواہد پیدا شد و ہر گاہ مرآت خود شود با مرایائے دیگر اختلاف و تمایز خواہد بود۔ چوں ترا ہر گنے بایں مقام نافتادہ صورت ایں معنی کہ خارج ملو است از ماہیات مختلفہ لا اقل از صفات مختلفہ در باطنت متمکن گشتہ چگونہ تعقل ایں معنی توانی کرد۔

۱۵۔ ایں علم بسیط بے تمیز است و نشاں — در ساخت او نہ راہ ایں است و نہ آں
چوں حاصل تازہ ندارد نتواں — تحصیل نمود لیکن محال است عیاں

ایں رباعی اشارت بہ آن است کہ تحصیل خود یعنی بندہ کہ تعین اولی است و بر ذات زائد نیست و لہذا آں را تجلی ذاتی گفتہ می شود بجہت ادراک بسیط۔ محال است۔ آرے ظہور ادراک بسیط در مقام استہلاک می باشد نہ تحصیل او و اگر چہ ہر چہ مدرک می شود اول حق مدرک می شود تقریرش آن است کہ نسبت حاصلہ از ادراک بسیط در ہر مرتبہ کہ باشد ہماں نسبت است کہ اول حاصل شدہ تمایز جزو در جزو دوم از ادراک نیست و بندہ ہرگز ازاں نسبت بیروں است بلکہ ایں نسبت متقوم وجود بندہ و واسطۂ فیض اوست و لہذا آں نسبت نیز در نظر عامہ مخفی است چہ ظہور اشیا بضد است و آں نسبت را ضدے در وجود نیست۔

۱۶۔ از حضرت ذات بہر استہلاک است — استہلاکے کہ از تصور پاک است
آں معرفت است نامش ادراک بسیط — آنجا چہ محل دانش ادراک است

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ از تجلی ذات بہرہ غیر استہلاک نیست و مقام ادراک بسیط او ہماں است و ایضاً اشارہ است بہ آنچہ بعضے از اکابر گفتہ اند کہ ادراک بسیط مسمی بمعرفت است و ادراک مرکب مسمی بہ علم ایضاً۔

۱۷۔ ادراک بسیط موطن محو و فنا — ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا
این است تفاوت کہ دریں موطن قدس — ظاہر نشدہ صفت عروسی وحدت تنہا

۱۸۔ ہنگام شعور ازیں مقام عالی — ہر چند کہ ہست دست ادنش خالی
در پردہ نور بیک ظہورے دارد — این است نتیجۂ علوم حالی

۱۹۔ لیکن باید کہ نور آں باطن پاک — ہر لحظہ نیفتد ز مقام ادراک
در دیدہ ہمیں کون حصولی ماند — تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

۲۰۔ یارب چہ کند کلامی بے چارہ — کز کوئی حقیقت نہ شود آوارہ
ہستی بکمال قرب از دستور است — کون است حصول در دلش سیارہ

رباعی اول اشارت است بہ آنکہ ادراک بسیط ہمہ موجودات را حاصل است تفاوت آن است کہ استہلاک نہ در ضمن ادراک مرکب حاصل است۔ دیگراں را در ضمن ادراک مرکب۔ دیگر مستہلک در اغلب مسبوق است بہ علم مرتبۂ الوہیت و بعد از تنزل نیز مقید بہماں علم است۔ و بگیر از مجرد ذات مدرک علم بمرتبۂ الوہیت مربوط است بہ علم بممکن من حیث انہ ممکن کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ و آنکہ بعضے حکما و بعضے از متکلمین علم با فریدگار را مربوط بعلم بممکن نداشتہ اند خطا است چنانچہ ظاہر است۔ رباعی دوم در بیان آن است کہ در وقت تنزل از مقام استہلاک است ہر چند کہ جمال مقصود کہ مدرک بسیط است رشے در خفا دارد اما حال در علم مندرج می باشد و ایں معنی را در پردۂ نور بیرنگ ظہورے می باشد و ادراک آں نور ادراک مرکب می باشد۔ رباعی سوم اشارت است بہ آنکہ وظیفۂ طالب صاحب البصیرہ آن است کہ خود را بہ ایں ادراک مرکب نگذارد و ہمیشہ در مقام نایافت خود نشیند چند انکہ مقام استہلاک تمکین یابد و از سکر حال بہ صحو آید چنانچہ باطنش غرق لجۂ فنا شود و ظاہرش حاضر آنچہ سرود در رباعی چہارم ظاہر است۔

۲۱۔ خواہی کہ جمال غیب در دل یابی — زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی
در ذات خدا تفکر آمد باطل — در فکر چنیں مشو کہ باطل یابی

ے می گویند از اینجا است کہ از معشوق گزشتہ بہ نفس عشق آرمیدہ۔ منہ قدس سرہ

چہ دردل یافتن کہ آں را علم می گویند خواہ بسیط باشد۔ آن علم خواہ مرکب بذات متعلق نمی شود
رُباعی چہارم ظاہر است بنہایت عروج تامرتبہ وحدت است وفوق آں حیرت ونادانی است
پس معنی لاتفکر وافی ذات اللہ آن است کہ ذات اللہ تعالےٰ لامعلوم بہ ہیچ علم نمی شود۔ حاصل
آنکہ ذات من حیث ہی متعلق ہیچ ادراک نیست ۔ سَوَاءٌ اُضِیفَتْ اِلَی الْحَقِّ اَوْ اِلَی
الخالق گفتہ نہ شود کہ بر اضافہ بسوئے حق سبحانہ مقتضی لعلم الہی جل شانہ لازم می آید چہ علم بامر
بسیط کہ ہیچ گونہ تعددے درونہ باشد ۔ اور اجزوے باشد نہ نعتے جز آنکہ ہرچہ بہر نعت
و وصف مترتب می شود بر نفس او مترتب نمی شود ۔ نمی باشد مگر ہماں اعتبارات ذاتیہ او
درخارج نیست مگر ہمانچہ بعد از ظہور اعتبارات ذاتیہ اش بگویند ۔ نقص ہستے است کہ در
خارج امرے بماند کہ متعلق علم بود ۔ وخوش گفت عارفے کہ ذات اللہ کُلُّہٗ عِلْمٌ و
کلہ ارادۃٌ اِلیٰ مَا لَا نِہَایَتَ لَہَا مِنَ الشیونِ والصفات واز ہمیں عدم
تناہی است کہ محبان ذات را ہیچگونہ تسکینے نمی شود ومعنی بیت :

دریک دم اگر ہزار دریا بکشی گم باید کرد تشنہ لب باید بود

از ایشاں بظہور می رسد چہ طلب بسیط بنہایت را بامر ہیئتے کہ تصور کنی نایافت لازم است این است
کہ سخن ارباب علم ۔ تصحیح اہل حیرت وعاجزاں از ادراک راطریق دیگر است ایضاً ۔

۲۲۔ خواہی حق را بغیر مظہر بینی بنشین کہ محال است کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیقی را درمظہر موہوم مصور بینی

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ چنانچہ ادراک بہ بصیرۃ جز درمرآۃ تنزلات نمی باشد دیدت نیز
جز درمرآۃ تنزلات نمی باشد[۱]

۲۳۔ حق نقطۂ جوالہ جہاں دائرہ داں بے دائرہ آں نقطہ نیامد بمیان
آں دائرہ صورت علوم نقطہ است واں نقطہ درو بجلوہ گشتہ عیان
۲۴۔ گر نقطۂ جوالہ بود ذات نقط واں شکل نمود اعتبارات نقط
گردد چو جہاں کہ جملہ مرآت حق است خط ونقط و دائرہ مرأت نقط

[۱] غایتش آں تنزل علمی وایں تنزیل عین ۔ منہ قدس سرہ

این رُباعی اوّل تمثیلے است و نمودن صورت در قصور موہوم غایت الامر نقصانش آن است کہ نقطہ را باقطع نظر از دائرہ صورت محققے ہست مثال مطابق آن است کہ نقطہ را ذات مجرد او فرض کنی وصفات موجود او را از حرمت اشراق و جسامت و حرکت اعتبارات ذاتیہ کہ در خارج عین ذات او باشند و در علم مغایر۔ چنانچہ در رُباعی دوم اشارتے بہ آن کردہ شدہ۔ ایضا۔

۲۵۔ ہر چند کہ دائرہ ز وہم است نمود | در نقطہ عروض دائرہ شد مشہود
گویند کہ در نظارہ کشف و شہود | اعیان ہمہ عارض اند معروض وجود

این رُباعی اشارت است بآنکہ وجود ممکنات زاید است با ممکنات لیکن بر خلاف آنچہ متکلمین میگویند وجود معروض ست و ماہیات عارض

۲۶۔ گر نقطہ بجولان گہ خود آئی در | بیرون کشند از دائرہ و از خط سر
در ظاہر علم اگر کج و راست شود | در باطن علمش نبود ہیچ اثر

این رُباعی درضمن این مثال دربیان آن است کہ صفات اجسام جُز وہم نمودی نیست و موجود و معلوم جُز صفات حقیقۃ حق ہیچ نیست تقریرش آن است کہ نقطہ بہ ہر طریق کہ حرکت کند ابتدا در حس مشترک جُز صفات موجود نقطہ ہیچ نبود۔ نمی افتد صورت خطے و دائرہ جُز تصرف وہم ہیچ نیست تفصیل و تبیین تمثل موقوف بہ دانش بسیار است عرصۂ ادراک کاتب و حوصلہ رسالہ گنجائش آن ندارد' ہیچ نباشد این قدر خود میدانی کہ از ترکیب چہار جسم ہر رنگ چہ مقدار الوان و اشکال مختلفہ در سماوات سبعہ و مراتب عنصریات بظہور رسیدہ از ہمیں جا شعبدۂ ظہور را دریاب ایضا

۲۷۔ ہاں تا نہ کنی غلط کم از کم دانی | این باطن را بروں نہ ظاہر دانی
ظاہر بدنے کہ بے خیال روحش | ہر چند کنی تخیلش نتوانی

این رُباعی تصریح است بہ آنکہ حق سبحانہ و تعالےٰ با صفات ذاتیہ خود در جمیع مراتب اجسام ساری است۔ مقوم صفات و ہمیہ اجسام جُز صفات حقیقت واجب ہیچ نیست چنانچہ در رُباعی سابق در ضمن مثال مبین شد

۲۸۔ ہر جا ہستی است کہ نبات است جماد | گنجے ز صفات خود در و حق بنہاد
ہستی چو بذات خود علیم است قدیر | از ہست چگونہ علم و قدرت افتاد

۲۹ - در هر شکلی که رنگ هستی پیدا است / روحی است که قادر و مرید و دانا است
لیکن یک رنگ بی تردد گشتند / در ظاهر علم ازین صفتها یکتا است

این دو رباعی نیز در بیان سریان حق است با صفات ذاتیه خود در جمیع مراتب اجسام. رباعی اول ظاهر است. رباعی دوم متضمن وجه عدم ظهور آن صفات است. تقریرش آن است که عدم اختلاف در اطوار جمادات مثلاً صورت علم و ارادت و قدرت ایشان را از افهام مخفی ساخته. دگرنه آب مثلاً به ارادهٔ خود متوجه پستی میشود و به آتش خود از بلندی احتراز می کند الی غیر ذلک. و کثرت مقاصد و ارادت و تدبیرات متفرعه بر آن صفات حیوانات را ظاهر ساخته‌اند. و اگرنه هر کجا وجود هستی است البته علم و قدرت و غیر آن هست چه صفات ذاتیهٔ شیء از شیء ممتنع الانفکاک است. بالجمله حق را در مظهر اجسام منزه از صفات اجسام بدان لیس کمثله شیء و هو السمیع البصیر.

از تو ای بیرنگ با چندین صور / هم مشبه هم منزه خیره سر
۳۰ - حق روح جهان انفس آفاق بدن / چون نقطه که در دائره دارد مسکن
ظاهر دروی صفات نقط است / مظهر بگذار چنگ در ظاهر زن
۳۱ - این ظاهر بی مثل بسان بدن است / وان لیس کمثله در و خیمه زن است
روح است به اعتبار اطلاق وجود / گاهی نفس است گاه وتین قرن است
۳۲ - هم بیرنگ است یار و هم رنگ پذیر / آن لیس کمثله سمیع است و بصیر
این سمع و بصر جز او ندارد دگری / آن جمله غنی است و ما سوی جمله فقیر

رباعی اول اشارت است به آنکه حق سبحانه و تعالی در مراتب کائنات باعتبار صفات ظاهر در مظاهر ایشان به سان روح است در بدن چنانچه گذشت. رباعی دوم اشارت است به آنکه همانچه روح کائنات است نسبت به اطلاق وجود بسان بدن است. این دو فقره بیان آن است و ثبوت آنکه در هر یک است و همچنین ماحی نمود بودن بل ثبوت وجود بودن مفید آن است که ماوری است. والله من ورائهم محیط. شک نیست که آن صفات محو و اثبات را مظهری در کائنات است فافهم و تامل. نسبت بروح باطن است و همین مظاهره خود در عین آنکه خود را

در ہمہ می بیند ہمہ در خود می بیند در عین اثبات وجود ماحی نمود است۔ رُباعی سیوم تفصیل ایں معنی است۔

۴۳۔ تنزیہ فقط ز علم سوئے ادب است | از ملفی و سمع صاحب دل عجب است
در ظاہر آیات بسے تشبیہ است | در باطن خود تمام آیات اب است

۴۴ تشبیہ را کہ بوئے تنزیہش نیست | در اکثر تنزلات توجیہش نیست
ایں نکتہ ز فخر مان محشر با بد | سہل است دو روز اگرچہ تنبیہش نیست

مقصود رُباعی اوّل ظاہر است۔ غرض از رُباعی دوم آں است کہ ہر کہ در مقام تشبیہ صرف است یعنی صفات حق را منحصر میدانند در صفات ظاہرہ از مخلوقات اکثر آیات الٰہی بنا بر اعتقاد اولی توجیہست تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ واگر نفی تنزیہ بایں معنی می کند کہ ذات حق تعالےٰ ورائے ذات مخلوقات نیست وحق را وجود علیحدہ نیست پس او در حق صرف است ومخالفت او باطل چنانچہ ذات ہر یک ورائے ذات آں دیگر نیست اگرچہ صورت ہر یک کہ فی الواقع مخلوق ہماں اوست در خارج کالصّورۃ فی المرآۃ است ورائے آں دیگر است پس یک آئینہ است کہ در وے صورۃ ممکنہ مختلفہ می نماید وفعل وصفت ظاہرہ ازیں صورت تمام ازاں آئینہ است وآں ذات حق است او در اصفات وافعال بلا نہایت است ورائے ایں صفات وافعال

گاہ خورشید و گہے دریا شوی | گاہ کوہ قاف وگہ عنقا شوی
تو نہ آں باشی نہ ایں در ذات خویش | اے بروں از وہمہا در بیش بیش
از تو اے بیرنگ باچندیں صور | ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر

واگر نفی تنزیہ از صفات اجسام ولوازم آں می کند ہمچو نفی تنزیہ نقطۂ حوالہ از دائرگی پس غافلی است از دقائق علم بجبر۔ نعوذ باللہ۔ اگر بایں عقیدہ اثبات صفات وزیادتی آنہا می کردہ باشد ھذا۔ فانہ خطاب فاصل بین الحق والباطل۔

۴۵۔ چوں ظاہر علم پردۂ مقصود است | ایں مشت خیال سربسر نابود است
از نقش دمے بسوئے بے نقش گریز | وانگاہ نظارہ کن کہ حق موجود است

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ حجاب مقصود نقوش صور علیہ است کہ در مرتبہ دوم مدرک می شود از علم گر بجنین و خود را بہ بے شعوری و غیبت در دادن راہ مقصود است در آں موطن باطن مستغرق انوار مشاہدہ است۔

۳۶۔ ہر حس تو نہ بیست زا نہار نقوش — شد ظاہر و باطن تو در کار نقوش
بر خیز و جمال نقشبندی بطلب[1] — کاں ساں شود ت شکست بازار نقوش

مقصود ظاہر است

۳۷۔ چوں نقش نہادہ در و بہ بے نقش آری — زاں لوح وجود نسخہ بر دا ری
نورے بے رنگ ترجمانش گر د د — زنہار کہ دل بہ ترجماں نسپار ی

ایں رباعی اشارت است بہ آنچہ سابقاً گزشت کہ بعد از استہلاک و اضمحلال نورے بیرنگے بخلافت نشستہ خبرے از مقصود میدہد اما طالب صاحب بصیرت می باید نفی آں نمود کند و از تجلی صوری کہ در دائرۂ ایں نور بیرنگ است بہ تجلی معنوی کہ در کسوت صفت اطلاق است بگریزد ہر چند کہ بہ نفی او منفی نہ شود بلکہ قوت گیرد بالجملہ صاحب ایں نسبت را لازم است کہ سعی و اہتمام او در نفی باشد قطعاً بہ اثبات متوجہ نہ شود ازیں است کہ قطب المحققین خواجہ عبداللہ میفرمودند کہ نسبت ما بغایت محجوب است از نفس توجہ محجوب می شود چہ توجہ و اثبات جریان نور بیرنگ نمی باشد لا تفکروا فی ذات اللہ حقیقت آں نسبت استہلاک سر و اضمحلال اوست در غلبت ہویت بجذب و تصرف غیبی چوں ایں معنی قرار گیرد و دوام آرام دست دہد مزاحمت ترجمان از میاں بر خواہد خواست مگر در مطالعہ کثرت در وحدت یا وحدت در کثرت کہ ردائے کبریا کہ عبارت از اں ترجمان است در میاں خواہد آمد ہر چند کہ بہ سان ذات است نسبت بہ مدلول کہ نزد ادراک دال توجہ مدرک بمدلول است عاشقے کہ خبرے معشوق می شنواں گرفتار معنی خبر است کہ۔ کانہ ھو۔ الفاظ مذکور او نیستند حقیقت آں است کہ ادراک وصل میاں ترجمان و حق است بلکہ حق عین آں ادراک است

---

[1] ازیں رباعی معنی نقشبندیہ را دریاب۔ منہ قدس سرہ

و در[1] صفحهٔ ترجمان مطالعه جمال خود میکند ؎

ما کیتیم اندر جہان ہیچ مہ ہیچ | چون الف خود او ندارد ہیچ ہیچ

واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل

۳۸۔ آں بیرنگی چو پر تو انداز شود | بس راز نہفتہ را کہ غماز شود
ہر جا نواے ست برکشد جملہ بہ خود | وانگہ پئے انکشاف ہر راز شود

ایں رُباعی اشارت ست بآنکہ آن نُور بیرنگ چوں قوت یابد پرتو اندازد و جملہ کاینات را فرد گیرد و در نور ابینت او سریان حق در مراتب کاینات بظہور رسد و معنی ہوالاوّل والآخر والظاہر والباطن روشن گردد۔ سر ایں معنی آن است کہ چوں محب صادق بحضرت ذات منجذب شود پردۂ محبوبان مجازی ازمیان بر افتد صرف محبت درجلوہ آید ہرگاہ ازاں مقام تنزل نماید سلطنت آن محبت ذوقِ جمال مجازی را ازمیان بر اندازد وبحکم محبت درجلوہ کاشاہد غیب ہویت از مقام خود تنزل نمودہ درکسوت نُور بیرنگ متجلّی گردد چوں ہرچہ مدرک میشود پرتو انداختن آن نُور بیرنگ آن است کہ مقروں بہرادراک آن نُور بیرنگ مدرک میشود چنانچہ پیش از مقروں بآن ادراک صورت ممکن مدرک می شد ایں معنی بعد از قوت گرفتن محبت است و قوت گرفتن محبت بہ تواتر استہلاک وانجذاب است و بعد از پرتو انداختن درجۂ دیگر آن است کہ در جملہ کائنات آن نُور بیرنگ را ساری یابد بنظر واحد و صدور اشیا ہمچوں سرابے بے نُور۔ درجۂ

---

[1] لیکن حق قطعاً مدرک نیست در ترجمان اصلاً منتف۔ لأنہ ھو۔ زاں سرائے بہرما گشتند حبیب و سر تہی۔ نسبت آن ترجمان بذات نسبت حرارت آفتاب است بہ آفتاب کہ بر کرے ظاہر شود چنانچہ کور ذوق حرارت حرارت راعین آفتاب نمی داند آن متجلّی لہ۔ واصل سر آن ترجمان را عین ذات دارد۔ نمی ماند داند۔ اعمٰی کہ مارے دار لیکن خوف ازو ہم درمار داری ادرا ایک اتصالے بحضرت ذات است کہ خارج است از دائرۂ تقریر وتحریر۔ اتصالے[2] بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس لیک گفتم ناس را نسناس نہ ناس غیراز جان جان شناس۔ نہ ایں اتصال جان وسرہ واصل راست نہ ادراک ادرا۔ لاتدرکہ الابصار وهو یدرک الابصار۔ منہ قدس سرہ۔

---

[2] زبدہ ابوالحسن فاروقی گوید بر حاشیہ کتاب ایں عبارت بطور یکہ نوشتہ است نقل شدہ۔ لیکن درحقیقت ایں دو شعر است کہ بہ ایں نہج مسموع شدہ

اتصالے بے تکیف بے قیاس | ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس را نسناس نہ | جان باشد غیر جان ای جانشناس

دیگر آن است کہ علم و قدرت مظاہر و از صور ر آباں نور بد تبدیل بنور آں نور ذوات یک ذات
وصفات یک صفت گردد لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار

۳۹۔ گویند کہ چوں رسد تدلی بہ کمال　　گردد دو جہاں ز ترجماں مالا مال
چشم از ہمہ سو سرمہ مازاغ کشد　　گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال

منتہیان طریق نزول می گویند کہ کمال تدلی مقصود و نہایت احاطہ شہود آن است کہ صور محسوسہ
مشارٌ الیہیہ و شہادتیہ بتمام ترجمان حقیقت شوند و فائدہ آں نور بہر رنگ دہند۔ زہر یک وا ے
رفع بصر و ہر یک سرا بندہ سبحان الذی لم یبصر فینا من جہل و قال العجز عن
درک الادراک ادراکٌ و من علم فلم یقل بمثل ھذا القول۔ ایں اعلیٰ عالم با نقد
لیکن تمامی ایں بچند مقدمہ دیگر است یکے فرو رفتن صور بجہت البطن البطون دیگر بودن صور مظاہر
اسما و شیون و دیگر انصباغ ظاہر بہ احکام گوناگوں۔

۴۰۔ ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ رخت　　واجب بجلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست　　بر روح صورت آمدہ شہود خاص و عام

اکنوں مارا در درجہ حیرت ماندن خوشتر از بن قیل و قال و عنانِ قلم را از صورت علم کشیدن
مناسب حال ؎

در یعنا کت ندانستم ہمیں پنداشتم دائم
از ایں پندار گوناگوں وزیں دانش پشیمانم

۴۱۔ اے گشتہ بہ ہر نمود بیہودہ گرد　　ایں است مقام کنت سمعہ بشنو
در نسست نمونہ کہ بس بے طرف است　　بنشیں و بہ ہر طرف بشنو ز نگ دو

ملہ ایں جا بدانی کہ خدا نور موجودات و صور اشیا بمنزلہ مشکات است مراں چراغ را و آں نور بہر رنگ کہ ظہور او در شجرہ
طیبہ فرد و شیا انسانیہ است در فلک دب گویا کہ کیمے است درخشاں بمنزلہ آفتاب است و در ضمن آں شجرہ کہ روح انسانیت
سخت مناسب ست بچراغ خلیفہ اوست　　کہ بصورت ضد خود را نماید و اگرچہ ہنوز محو تبش فی ذات اللہ نہ شدہ باشد۔
ہر چند کہ او سر مشکات نور محل آں تجلیت اور ایک تر اجے بچراغ و چراغ را یک فروختگی در وہست کہ معنی نور علی نور لائق شان
اوست ہنجا محل لغزش اقدام است چنانچہ طائفہ بیلمانیہ روح نفخی را کہ بعضے از ظہورات روح انسانی بہ خدائی کہ گرفتند
یہدی اللہ لنورہ من یشاء ۔ منہ قدس سرہ

۴۲- یک لحظہ سرے بجیب ہستی درکش — حرفی اناگوئی را خطے بر سر کش

گر مرد رہی بہ نامرادی خو کن — یعنی کہ نگار نیستی در بر کش

رُباعی اوّل اشارت است بقرب نوافل و قرب فرائض۔ بیت اوّل اشارت بقرب اوّل است وبیت ثانی اشارت بقرب ثانی۔ رُباعی دوم اشارت بہ نیستی است کہ حاصل قرب بین آ وخو کردن بہ نامرادی و درکشیدن نیستی سمت تمام تمکین است در فنا و استہلاک کہ اہلِ فرق بعد الجمع را می باشد باطن شاں غرق لجۂ فنا و ظاہر حاضر بہ آنچہ می ارود واقرب طرق در حصول ایں معنی طریقۂ علیہ نقشبندیہ احراریہ است۔

۴۳- ایں سکہ کہ من زدم بنام فقر است — ویں روشنی از نور تمام فقر است

برخیز دورہ خواجۂ احرار بگیر — کاں راہ زسر حد مقام فقر است

اقرب واعلی طریق مشائخ قدس اللہ اسرارہم طریقۂ علیہ احراریہ نقشبندیہ است۔ اوّل در آمد ایشاں ادراک بسیط است کہ غلبۂ جہت حقیقت بر خلقت است و محل تجلی انوار ذات است و ظہور وجہ خاص است بمقصد ایں معنی را کہ مغلوبیت ادراکات مرکبہ و ظہور بتاشیر صبح سعادت وصولی است۔ حضور و آگاہی میگویند و ہرگاہ در غلبات کشش و انجذاب ادراکات مرکبہ بتمام از میاں رخت بربندد بل بہ تبعیت و آگاہی نیز شعور سے نماند تعبیر بہ فنا و فنا می کنند تواتر ایں نسبت را وجود عدم میگویند و ملکۂ ظہور ایں نسبت را بتواتر عظیم می شمرند

وصل احدا اگر توانی کرد — کار مرداں مرد دانی کرد

ازینجا است کہ دریں وقت میگویند وجود عدم منجر بوجود فنا شد ہمانا کہ از فنا فنائے صفات بشریت میخواہند وہرگاہ حق سبحانہ بہ محض عنایت نورے بخشید کہ در پرتو آں نور دیدند کہ حضور ما بحضرت پرتوے است از وصف حضور ذاتی آنحضرت بجدوش فنائے حقیقی مشرف شدند از ایشاں نہ نام ماند نہ نشاں ہر چہ بہ ایشاں منسوب بود بتمام بہ اصل خود رسید

ـہ این اشارت ہر جا در کتب واقع شدہ دبا غرض واحد است وجہ خاص ہماں مدرک بسیط است کہ مقدم مسالک است وجہت حقیقت اوست و نسبت با وتجلّی ذاتی اوست۔ منہ قدس سرہ

این مقام مقام بقا باللہ است این وجود را وجود فنا می گویند و می گویند وجود فنا بوجود بشریت هرگز عود نمی کند یعنی عادت اللہ بریں جاری است فانی به اوصافش مرد ورنہ می شود حوالۂ تکمیل ناقصان دریں منزل است این کشف را کشف علیہ می گویند۔ تعبیر تجلّی ذاتی و شہود ذاتی یاد داشت میکنند و حقیقت ان تعبد اللہ کانک تراہ دریں موطن میدانند و رویت اخروی را نیز دریں منزل اثبات می کنند فرق میان احسان و رویت ہمچوں فرق میان مشاہد صاحب جمال در وقت صبح و در وقتِ اشراقِ آفتاب میدانند و میدانند و میگویند ہرچہ کہ انکشاف ذاتی صفت بصیرت است اما چوں حق سبحانہ خبر دادہ کہ مر بارہ چشم را مدخلے خواہد بود۔ آمنا و صدقنا۔ اگر می گفت پیشانی شمارا مدخلے خواہیم داد آں زماں نیز ایماں می آوردیم و شہود ما نظرت فی شئ اِلّا و رایت اللہ فیہ او قبلہ او معہ را بیش از اطلاع بر اصول این طائفہ و تصدیق برآں اصول چنداں اعتبارے نمی نہند و ہم معاینہ را بیاں اطلاق نمی کنند چنانچہ بعضے کردہ اند ہمگی اہتمام ایشاں در کشف علیہ و غلبات آں نسبت کثیرۂ صفاتیہ نیز از نظر ایشاں محو می شود۔ از صفت و فعل جز ذات ہیچ نمی بینند در عرصۂ وجود جز یک ذات بحت در نظر شاں بصیرت شاں نمی نماید این است نہایت مقام انبیاء و اولیاء اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔ وَلَیْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃٌ

۴۴۔ آمد چو رباعی چہار از عشر است | خامش شدہ خامہ و دہن بستہ دوات
ما ہم سخنے راکہ بشرحش گفتیم | کردیم تمام بر محمد صلوات

۴۵۔ اندیشہ چو اربعین خود بُرد بسر | در تفرقہ اش چو اہل طنا ہر منکر
ہر چند کہ ہست کلّ یوم فی شان | در ہر شانے نہ بے نشاں دادہ خبر

۴۶۔ اے خواجہ دریں نامہ بسے اسرار است | فہمش ز منقبید خرد دشوار است
از کون و مکاں مقید اتش فرد اند | مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

تمت الرسالۃ

نوزدہ تواریخ از اتمام این رسالہ مبارکہ کہ حضرت مولف قدس اللہ سرہ در مجلسے املا فرمودہ

۱؎ ہوالحکیم الفتاح المصور ۲؎ لوائح محکم موجدیہ در کلم نقشبندی ۳؎ اللہ تعالیٰ لقایش بدہادا
۴؎ وجہ عکس مرآت الصفا ۵؎ حظ جود مولی ۶؎ فیوض علیا ۷؎ نخل کلم خواجہ پارسا ۸؎
ظل حی موجود ۹؎ بل ظل حی وجوبی ۱۰؎ تحفۂ وجودی ۱۱؎ سنانی لبعود حدوثی ۱۲؎ نظم وجوب
۱۳؎ مجلگی اسرار احباب توحید ۱۴؎ تجریع فصوص حکم ۱۵؎ فصوص الحکم بے ثقل ۱۶؎ لب مقدمات
نقد نصوص ۱۷؎ فیض جود بہاء الدین ۱۸؎ شیخ کمل بادا ۱۹؎ صَلِّ عَلٰی اٰتیمِ الانوار
وَاَھلِہٖ

مجموعہ کلام

مجموعہ کلام باقی

مجموعۂ کلام (۶۹ صفحہ)

خواجۂ خواجگان و قبلۂ راستاں ۔ صاحب تصرف انفسی و آفاقی
حضرت خواجہ رضی الدین محمد الباقی مشہور بہ حضرت
خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ الاقدس

رموز اشارہ	نمبر شمار	عنوان	تعداد صفحات	تعداد ابیات
ق	۱	مثنوی قبل از زمان درویشی	۶	۱۳۸
گ	۲	مثنوی گنج نعمت	۴۴	۷۲۵
س	۳	ساقی نامہ	۵	۱۱۱
ضمیمہ س	۴	سلسلۂ پیرانِ طریقت	۱	۲۲
تاریخ	۵	تاریخ تولد ہر دو پسران مبارک	۴	۹۵
تاریخ دوم	۶	تاریخ تولد خواجہ محمد عبد اللہ	۱	۸
ب	۷	رباعیات ۴۹ و فردہا ۳ عدد تحقیق طلب سہ رباعیات و چہار فرد	۷	

مثنوی قبل از زمان درویشی

در بیان آنکہ وجود صوری انسان ہرچند کہ از عالم خلق است اما حسب باطن از حضرت قدس است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۳۸ اشعار)

من نہ چنانم کہ نمود من است ۱ جائے دگر رقص وجود من است
نقطۂ محراب جماعت منم ۲ دانہ سیراب زراعت منم
ابروئے پیشانی من دلکش است ۳ قطرۂ پیشانی من آتش است
عقل نمک ریز کباب من است ۴ خون جگر نام شراب من است
مردمک دیدہ بہ ہندوئی ام ۵ گوش نصیحت بہ رضا جوئی ام
دیدہ متاع سرِ دکان من ۶ شور دو عالم بہ نمکدانِ من
خنجر مژگاں سر جوگاں بس است ۷ گوئے توجہ نمک جاں بس است
نافۂ مشکم شکر آمیختہ ۸ در تہ سرپوش نمک ریختہ
بر سر ہر بندہ گہر ماندہ ام ۹ در بن ہر موئے شکر ماندہ ام
خامہ کلیدیست در انگشت من ۱۰ گنج دو عالم ہمہ در مشت من
تکیہ بہ بالین جگر کردہ ام ۱۱ خرقہ آلودہ بدر کردہ ام
غنچہ تماشائی بستانِ من ۱۲ رشک بہار است زمستانِ من
حرف من اکنوں بہ سخن گوئی است ۱۳ در پئے معجون ہنر جوئی است
بر سر ہر نکتہ علم می کشم ۱۴ ہر دم و ہر لحظہ ستم می کشم
دیدۂ عالم بہ تماشائے من ۱۵ بلبل و غنچہ بہ سودائے من
گر بدرم - در بدرے نیستم ۱۶ زان خودم از دگرے نیستم
گوہرے از کان ضمیر من است ۱۷ از نمک سادہ خمیر من است
صفحۂ خاطر ورق خویشی ام ۱۸ تاج مکلل سر درویشی ام

۱۹ آہ چہ گفتم دمے خامہ زدم — دستہ گونہ بہ تمامے زدم

۲۰ ہر چہ مرا ہست ازو دیدہ ام — ریزہ ز خوان کرمش چیدہ ام

۲۱ کردہ بہ ہنگام بیان ادب — نرمی و سختی بہ فسون و غضب

۲۲ زاں ید بیضاے پئے تقصیر من — ساختہ مقراض گلوگیر من

۲۳ خورد و کلاں حرم اتحاد — آدمیانند فرشتہ نژاد

۲۴ پیر و جواں خوشہ یک دانہ اند — یک کف سر جوشش کریمانہ اند

۲۵ در نظرت ہر مژہ چندیں کثر نیست — احولیت باعث ایں کثر نیست

۲۶ خیز و زمانے نظرت راست کن — رشتہ خود را گہر آراست کن

۲۷ شیر شکاراں مسیحی نفس — بیہدہ چندیں نہ زدندے نفس

۲۸ اے نمک بے نمکاں در دلم — شورش شوریدہ دلاں حاصلم

۲۹ آتش سودا سوئے مغزم دوید — ارزش رہوار مرا پے برید

۳۰ زخم دلم مرہم آں دود شد — ریزۂ الماس نمک سود شد

۳۱ آتش و آبے کہ دریں منزل است — چشمہ رہ منتظر بسمل است

۳۲ خاک بشو دل بہ گرانی مستہ — پشت تغافل بہ جوانی مستہ

۳۳ بے غرضے شمع نیفروختند — بیہدہ افسانہ نیاموختند

۳۴ خیز و بہ سودائے شکارے بتاز — چند نشینی پئے کارے بساز

۳۵ سست نہ ئی پائے خارے بگیر — دست دل و دامن یارے بگیر

در بیان آنکہ دنیا و غم دنیا ہیچ است و از آں مطلوبے را دستے

۳۶ ایں ہمہ سررشتہ پر تاب و پیچ — جز غم بیہدہ چہ چیز است ہیچ

۳۷ غارتیان اند نگاہے بکن — از پئے غارت شدہ آہے بکن

۳۸ اے خنک آنہا کہ ازیں رستہ اند — دل بہ گلستان دگر بستہ اند

۳۹ دست بہ فتراک سحابے زدہ — آتش خود را کف آبے زدہ

۴۰ سوختہ اے حسن مہتاب را — بستہ بہ آتش گزر آب را

۴۱ دربُنِ دندانِ توکل نشین خار مشو در قدمِ گُل نشین

۴۲ دستِ طمع از دلِ خود دور کن کلبهٔ خود خانهٔ زنبور کن

۴۳ گر مگسی دستِ ملامت بگیر ورنه ره و رسمِ سلامت بگیر

۴۴ بر سرِ هر خوان نظر انداختن نزد زبون گیریِ خود باختن

۴۵ دل به شبیخونِ کشائش دهی هیزمِ پوسیده به آتش دهی

۴۶ بر سرِ هر لقمه گرانی کنی آب شوی جبهه فشانی کنی

۴۷ سنگِ ملامت سرِ دندانِ تو زخمِ زبان مائدهٔ خوانِ تو

۴۸ گوش بر آوازهٔ دهن ماندهٔ مائده در کامِ سخن ماندهٔ

۴۹ دست سوے خوانِ عنایت بکن این همه پیچ اندو کفایت بکن

۵۰ چیست پس و پیش، پس و پیش اوست رازقِ هر خواجه و درویش اوست

۵۱ جمله ازان خوانِ کرم می‌رسد هم بخوشی هم به ستم می‌رسد

۵۲ گر به مَثَل سنگِ حصاد آوری از خورد آشام کنار آوری

۵۳ تنگ به بندی لبِ مقصود را سنگ دهی خواهشِ نابود را

۵۴ روزیِ پیوسته فراوان رسد با درکان بر سرِ احسان رسد

۵۵ در پیت از رُوح سبکتر رَوَد باد شود با نفست در رود

۵۶ در به هوس پائے طلب بر نهی خواهشِ عالم همه بر سر نهی

۵۷ باد شوی در طرفِ جستجوے خاک شوی در گذرِ آبروے

۵۸ آنچه نه از تست تغافل کند غنچهٔ بیهودگیت گل کند

۵۹ دستخوشِ سنگِ ندامت شوی مسخرهٔ و گوے ملامت شوی

۶۰ صاحبِ عالم به همه حاضر است بر بد و بر نیک همه ناظر است

۶۱ باش که چون روزِ قیامت رسد از همه سو بانگِ ندامت رسد

۶۲ شحنهٔ پرسش به ندامت برد بر سرِ دیوانِ حسابت برد

۶۳ خواهش اگر بیش و گر کم بود پلّهٔ خواهش به جهنّم بود

برسرِ چہ پاے چو بنہادن است ۶۴ خواہ یکے خواہ دو افتادن است

۶۵ جانبِ خوباں نظر افگندنت

زندگی و بسیار بود مردنت

حکایت

بے خبرے بود گرفتار خویش ۶۶ جوش زن از گرمی بازار خویش

مرحلہ پیمودہ بہ سودائے زر ۶۷ کردہ بہ ہر بادیۂ در گزر

ناگہ ازاں جا کہ بد پیشانیش ۶۸ بود بو حسنے ز پریشانیش

گوشۂ چشمے بہ شکارش رسید ۶۹ طرفہ نگاہے پئے کارش رسید

خواجۂ سودا زدہ دیوانہ شد ۷۰ عاشقِ آں نرگس مستانہ شد

آں ہمہ اسباب بہ یک جو فروخت ۷۱ خرمن بیفائدہ را برق سوخت

رقص کناں گرم تمنائے خویش ۷۲ نے سر سودائے نہ پروائے خویش

ہم سفرے داشت بہ سودائے خام ۷۳ شد بہ ملامت گریش تیز کام

آمد و گفت ایں چہ مستی کہ چہ ۷۴ بے جہت ایں بادہ پرستی کہ چہ

یک نظر است ایں ہمہ غولی مکن ۷۵ باخبرم از تو۔ فضولی مکن

چوں سخن سرد بہ گوشش رسید ۷۶ گفت کہ اے درد دل رنج ناپدید

بے خبری از من و کردار من ۷۷ رو کہ نئی محرم اسرار من

شعلۂ دیگر بہ چراغم رسید ۷۸ باد مسیحا بہ دماغم رسید

شد چو بہ دل ریزۂ الماس خوار ۷۹ خواہ یکے ریزہ و خواہے ہزار

در سخنم را بہ گزاف آوری ۸۰ بر سر تہمت ہمہ لاف آوری

مردنم اینک خبر حال من ۸۱ دادن جاں شاہد احوال من

چوں دم آخر نفس گرم داشت ۸۲ دست اجل از رخش آزرم داشت

آمد و آں نقد گرامی سپرد ۸۳ سردی و گرمیش تمامی سپرد

باقی از افسانہ مردم خموش ۸۴ درتو اگر چاشنی ہست جوش

۸۵ ورنه برو آتش می دام کن | ساقیِ خود را نفسی رام کن

۸۶ تا به تو یک جرعه عنایت کند | حاصل کونین کفایت کند

۸۷ ساقیِ السام می آمد صدا | حصّه همی جامِ می آمد مرا

۸۸ دست بر آور به میِ لاله رنگ | شیشهٔ ناموس بفگن بر سنگ

۸۹ تا مگر امروز به راهی شوم | قابلِ تنخیذ نگاهی شوم

۹۰ عشق بشارت دهِ فرزانگی است | عشق نه از جملهٔ دیوانگی است

۹۱ عشق کمال است به هر سو کجا است | قصهٔ عنقا صفتِ کیمیا است

۹۲ عشقِ مجازی لقب او نهاد | صد در از او سوی حقیقت کشاد

۹۳ دست من اکنون به گهر سفتن است | روز نخستینِ سخن گفتن است

۹۴ روز دگر رونق دیگر دهم | حصّه درویش و توانگر دهم

۹۵ کوشم و چندانکه به دریا رسم | موجه بر آرم به ثریا رسم

۹۶ چند دگر سنگ کنم قوتِ خود | در صددِ سودن یاقوت خود

۹۷ باغ بهشتم نفس گل کنم | هر چه بگویند تحمل کنم

۹۸ کام شوم مشربهٔ دل خورم | جام شوم زهر هلاهل خورم

دست مرا شعبهٔ محمد برید | بر در دریوزهٔ احمد برید

۱۰۰ بر سر آن خوان که کریمان نهند | شاه و گدا را همه یکسان نهند

۱۰۱ همت پیران مددِ جانِ من | لطفِ عزیزان پی درمان من

۱۰۲ ارکه به همسایگی مردم است | گر همه دیواست رهش خود گم است

۱۰۳ عشق سخندان رموز من است | در دل شب شعلهٔ سوز من است

۱۰۴ زینت دل رونق ایمان من | مونس من محرم من جانِ من

۱۰۵ حال تو هم با تو بگویم که چیست | خود تو بگو محرم این پرده کیست

۱۰۶ ای تو نمک پاش کباب دلم | چاشنی اندازِ شراب دلم

۱۰۷ موی شگافندهٔ معنی توئی | شاهد و ساقی و مغنّی توئی

روی زمین آب وجود از تو یافت ۱۰۸ پشت فلک چشمۂ جود از تو یافت
پنجۂ خورشید جلد بردار تو ۱۰۹ ثابت و سیّارہ پئے کار تو
اے کہ سرِ عشق مجازی تراست ۱۱۰ خواہش این شعبدہ بازی تراست
بایدت اوّل ادب آموختن ۱۱۱ دیدہ بہم دوختن و سوختن
بے ادبی راہ نمود ہواست ۱۱۲ ورنہ ہوا از چہ و عشق از کجاست

گر سرِ انس است ۱۱۳ سخن گوش کن
ورنہ مگو بیہدہ خاموش کن

حکایت

در طرف روم یکے ماہ بود ۱۱۴ لائق نظارہ و دلخواہ بود
شہد و شکر را بہم آمیختہ ۱۱۵ بر سرِ آں کان نمک ریختہ
شانہ و آئینہ فگندہ ز دست ۱۱۶ رستہ ز منّت کشی ہر چہ ہست
در ہوس زینت رخسار خویش ۱۱۷ کردہ حوالہ بہ ادب کار خویش
عنبر احسان عمل یافتہ ۱۱۸ غالیۂ عزّ و جل یافتہ
باد مہیا پئے نزہت گریش ۱۱۹ ساختہ از گردِ تکلف بریش
سرو قدش در روش روح پاک ۱۲۰ در خم تعظیم بوسیدہ خاک
ماہ کہ سر حلقہ بہ گردوں نہاد ۱۲۱ صبح نگر رو بہ زمین چوں نہاد
چونکہ بنفشہ سر تعظیم یافت ۱۲۲ دست دماغ از کرمش سیم یافت
سنگ دو روئے بہ ادب در نشست ۱۲۳ لعل شد و بر سر سنجر نشست
خسرو عاقل دم بے باک زد ۱۲۴ آمد و زخمی جگرش چاک زد
کوہ کن از تلخی تمکین خویش ۱۲۵ شیر بہا یافت ز شیریں خویش
غنچہ نفس در قفس خویش کرد ۱۲۶ چشم ادب یک دو نفس بیش کرد
آخر گلبانگ تحمّل گرفت ۱۲۷ دست کشادہ دہن گل گرفت
سادہ بسرخے رفت بہ عہمانیش ۱۲۸ لب ہمہ افسون پریشانیش

آں صنم القصّہ ادب کیش بود ۱۲۹ بر بد و بر نیک خوش اندیش بود
گفت کہ اے سیمبر ایں شیوہ چند ۱۳۰ نخل برومند قوی میوہ چند
دست بہ مشاطہ گری باز کن ۱۳۱ گرمی بازار خود آغاز کن
گل بہ شب تیرہ منوّر کہ دید ۱۳۲ محتشمے بے زر و گوہر کہ دید
گوئے فلک ایں ہمہ آہستہ نیست ۱۳۳ دیدۂ خورشید فروبستہ نیست
وقت کمال است نشستن کہ چہ ۱۳۴ آخر مہ نیست شکستن کہ چہ
لازم خوبی ست ستم کیشیت ۱۳۵ معنی ناز است کم اندیشیت
زہر گیا ار بچشد باک نیست ۱۳۶ در نفس ما و تو تریاک نیست
شوخ ادب چوں سخن بزم گفت ۱۳۷ گرچہ برآشفت عجب گرم گفت
کرد لب از آتش معنی بجوش ۱۳۸
گفتہ خرد نکتہ بہ گوش

تمام شد مثنوی قبلے از زبانِ درویشی

تعداد اشعار

(۱۳۸)

مثنوی گنج فقر

کہ در زمانِ درویشی نظم شدہ

(۷۲۵ اشعار)

خداوندا! بفقرم رہنمائے | درے زاں رہ سوئے درگاہ بکشائے
کہ از ناکامئ خود کامیابم | دراں افلاس کل آرام یابم
غنا در فقر و فقر اندر غنا گم | بشویم دست ازیں شوریدہ قلزم
شوم در فقر دریائے الٰہی | امانت دارِ دُر ہائے الٰہی
ز آشوبِ دماغم پر تجیّد | گہے خود را صدف بینم گہے دُر
گہے زیں ہر دو بالاتر گزینم | صفاتِ بحر را در خود ببینم
بہ بخشش ابرم از موجِ تغنّر | کنم دامانِ کوہ و دشت پُر دُر
بگیرم در کف از دُر شاہوارے | ہم از خود بر خود افشانم نثارے
ز جوشِ سینہ چوں گردم سبک سیر | ببندازم بپائے ایں کہن دیر
بیا باقی چہ ازیں گونہ پستی | اگر دریا نہ خود قطرہ ہستی
صدف چندے گرفتہ در کنارت | ز بے رنگی برنگ افتاد کارت
صدف بشکن ز دریا گوہر آور | تو خود غوّاص خود شو سر بر آور
عروساں طالبِ ایں گوشوار اند | بروں آتا بپائت سر گزارند
یکے در پردۂ گفتار برخیز | بگوشِ نو عروسِ خوش در آویز
اگر شد پردہ نازیبا چہ باک است | جمالِ پردگی بس تابناک است
چو نورِ پردگی بیروں شتابد | کسے از پردہ جز نامے نیابد
طلب بسیار شد وقتِ قبول است | بگویم گرچہ می دانم فضول است

کنم از گنجِ فقر بست آگه اندک ‌ ‌ درآیم در سخن بسم الله اینک

توحید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ

بنام آنکه دریائے وجود است ‌ ‌ ز یک موجش دو عالم را نمود است
نمودی فارغ از ننگِ جدائی ‌ ‌ فرو رفته به بحرِ آشنائی
چو انجم پرده را یکسو نه کرده ‌ ‌ بروں گشته بے اظهارِ پرده
ولے انجم پرست چند کوتاه ‌ ‌ نگردیدند از پیِ اظهار آگاه
ز استیلائے عشقِ نامقید ‌ ‌ فرو رفتند در تجسیمِ مجرّد
شده در قیدِ ناپائنده چند ‌ ‌ هوادارِ فسرده آتشدهٔ چند
بسے کمیاب می باشد دریں کو ‌ ‌ خلیلِ لا اُحبُّ الآفلین گو
کجا آں عندِ فہ بحرِ مطالب ‌ ‌ که سر پیچید ز امواجِ کواکب
وجودش موجِ اللّٰهی بپاید ‌ ‌ ز اصلِ موج آگاهی بپاید
بہ ہیبت موجِ حسن عشق بحد است ‌ ‌ شود با موجِ عالمگیر سرمست
ز یک بحر است چہ انفس چہ آفاق ‌ ‌ چہ حُسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق
عجب بحر است خود در خود شناور ‌ ‌ تعالیٰ شانهٗ الله اکبر
اگر علمے است از علمِ خدائیست ‌ ‌ نمودی هم کبریائی بادشاهیست
دریں معمورهٔ کثرت را چه کار است ‌ ‌ همیں یکذات و دیگر اعتبار است
اگر قدرت و گر علم و اراده است ‌ ‌ بظاهر نسبتے چند افتاده است
همان اصلِ نسب بے چند و چون است ‌ ‌ ز هر نسبت که می دانی بروں است
ز بحرِ جودِ او کو بین جوئے ‌ ‌ ز جوئے لطفِ او آدم سبوئے
سبوئے نه که از جوهر گشته سر ‌ ‌ سبوئے آب رفتار و شناور
سبوئے خاک و آتش او ندیده ‌ ‌ جدایش جمله از آب آفریده
چو آبِ صاف خالی از کثافت ‌ ‌ شده ظاهر ز بیرونش لطافت

لطافت عکس نور لایزالی ‌‌ ‌ نه آں عکسے کہ از اصل است خالی
چه عکس است ایں قدر از اصل معمور ‌ ‌ چه نور است ایں ہمه سبحان ذی النور
زہے قدرت کہ چندیں پیش و کم ساخت ‌ ‌ ز بحرش قطرۂ بیروں نینداخت
ہماں بر وحدت خود پائے برجا ‌ ‌ ز خود کرد ایں ہمه کثرت ہویدا
ازیں کثرت نیفزود اعتبارش ‌ ‌ وزیں جنبش نه شد ہرگز قرارش
حوادث را بذاتش نیست کارے ‌ ‌ نیاید ہرگزش نو اعتبارے
بنام ایزدے دریائے سرمد ‌ ‌ تعالی اللہ زہے ملک مؤبد
ازیں دریا نمی دانم چه گویم ‌ ‌ چو در موجش ز ہستی دست شویم
چو من در نیستی گردم تہی گرد ‌ ‌ کہ خواہد گوہر از دریا بر آرد
خبر دار ان ازیں بحر پر از نور ‌ ‌ وجودے داشتند از غیر فتور
نقاب غیریت را او کشیده ‌ ‌ جمالش چشم مخلوقے ندیده
درآں پرده کہ دریا خاص خود بود ‌ ‌ چنیں دانم کہ خود غواص خود بود
چو من در موج دریا ره نوردم ‌ ‌ گہے در فرق و گہ در جمع کردم

چو گویم زیر چوگان ارادت
بشارت باد بختم را سعادت

مناجات

خداوندا دریں چاه نفس گیر ‌ ‌ طلسم حیرت و زندان تزویر
حلاوت گیر دلہائے عزیزاں ‌ ‌ فرح بخش دماغ بے تمیزاں
سرائے سر بسر خونریز مردم ‌ ‌ مشعبد خانۂ پر مار و کژدم
ہمه منقاد ابلیس لعین را ‌ ‌ نہاده زخم جان نازنین را
بسرباری رسیده نفس نامے ‌ ‌ کشیده از مئے ابلیس جامے
فنونے گرچه از شیطاں شنوده ‌ ‌ ز شیطاں گوئے رسوائی ربوده

همه ابلیس را افسرند بے قبیل　　خطابش قرة العین عزازیل
ز آتش زادهٔ و بو آدمی زنگ　　بآتش بارگی عالم از و تنگ
من بیچاره از دستش زبونم　　درونِ چاه ادبارش نگونم
گہے در خشم وگہ در آرزو خوار　　میانِ آب و آتش داردم کار
گہے در خلوت شیطاں کشد رخت　　در ایوانِ سیہ بختاں زند تخت
گہے بر روئے کارم پردہ آرد　　یقینم را بتاریکی گزارد
گہے نازد پئے کسبِ کمالات　　دہد تقدیم بستاراجِ خیالات
گہے ایں ناقبول از بس عداوت　　پئے جذبِ قلوب آرد ارادت
ز درویشی کند شرح و بیانے　　ز علم و شعر خواند داستانے
گہ آید در سکوت و در تفکر　　شود اہلِ ارادت از تصور
کہ جانش غرق دریائے وجود است　　بروں از خلق در عینِ شہود است
زمانے در مناجات آورد روئے　　ز فکر آخرت گردیدہ یک سوئے
کہ از بہر چہ تخم زہد کارم　　ز سر لذات فردوسے ندارم
ازیں غافل کہ دنیائے لعیں را　　بپروردہ فسادِ کارِ دیں را
لعیں دوست را پروردہ نتواں　　چو پروردی عبادت کرد نتواں
گہے در عشق بازی افگند گوئے　　ہوادارِ بتانِ عنبریں موئے
دل اندر دستِ نظارہ نہادن　　متاعِ عقل و دیں از دست دادن
بر آمد دودش از زلفِ مجعد　　دراں دامِ بلا گردد مقید
چو بیند فتنۂ رفتار و قامت　　فراموشش شود ہولِ قیامت
چو چشمِ پُر خمار افتد دو چارش　　شود آشفتہ روز روزگارش
کند مژگان خونریز از کنارہ　　بعیاری دلش را پارہ پارہ
نگاہِ آتشش افروزد جنوں را　　بسوزد خرمنِ صبرش سکوں را[1]

[1] ایک نسخہ میں یوں ہے: نگاہِ آتش افروزد جنوں بار　　بسوزد خرمنِ صبرش بہ یکبار

فسون از دولت تریاک روحش ‌ ‌ ‌ ‌ ز نخلستان خلد آورد فتوحش
شود افسانهٔ روح و دماغش ‌ ‌ ‌ ‌ دم سردے بیفروزد چراغش
تبسم‌هائے خونریز ار شود چیر ‌ ‌ ‌ ‌ نه دینش ماند و نے دل نه تدبیر
درین دکان سودا چند باشم ‌ ‌ ‌ ‌ بایں آهنگ تا کے دل خراشیم
غبارے را که بنهادی اساسش ‌ ‌ ‌ ‌ بلطف خویشتن کردی روشناسش
بخشت از خلوت افگندی برونش ‌ ‌ ‌ ‌ بدین ویرانه کردی رهنمونش
فرستادی درین ظلمت سرایش ‌ ‌ ‌ ‌ شکستی خار محنت زیر پایش
بصد بیگانه هم افسانه کردی ‌ ‌ ‌ ‌ بچندیں دلبر و دیوانه کردی
محبت نامه در جنبش نهادی ‌ ‌ ‌ ‌ دبستان بلا را در کشادی
باستاد هوس تسلیم کردی ‌ ‌ ‌ ‌ بچند منگاریش تعلیم کردی
نسیم غمزه سر داری بباغش ‌ ‌ ‌ ‌ دمے طرف دمیدی در دماغش
عنان عقل بگرفتی ز دستش ‌ ‌ ‌ ‌ بشیرین عشوهٔ دادی شکستش
طریق عشق بازی را نمودی ‌ ‌ ‌ ‌ دل ناکرده کارے را ربودی
خود از هر سو عبیر افشان رسیدی ‌ ‌ ‌ ‌ بآئینے که می بایست دیدی
لباس مختلف پوشیده سرمست ‌ ‌ ‌ ‌ ربودی صبرش از دل کارش از دست
بحمد الله که مسجودم تو بودی ‌ ‌ ‌ ‌ مدار بود و نابودم تو بودی
اگر در دیر و گر در کعبه بودم ‌ ‌ ‌ ‌ بتو می گفتم از تو می شنیدم
تو بودی حل چندین مشکل من ‌ ‌ ‌ ‌ تو بودی راحت جان و دل من
همیں سرگرم سودائے تو بودم ‌ ‌ ‌ ‌ بهر جا در تماشائے تو بودم
اگرچه این سخن مستانه گفتم ‌ ‌ ‌ ‌ غبار شرک چندیں ساله رفتم
دو روزے کاندرین بتخانه بودم ‌ ‌ ‌ ‌ بسان سبحهٔ صد دانه بودم
و لے هر یک بر آورده دکانے ‌ ‌ ‌ ‌ بهر جا رنگے و هر سو نشانے
در توحید بر رویش کشادی ‌ ‌ ‌ ‌ شعورے در دل رسته نهادی

دجودِ درسنہ برقے گشت سوزاں ... بزد در خرمنِ صد رنگ پوشاں

بروں رفتم زخود چوں دانہ از پوست ... بجستم از میانِ دشمن و دوست

دگر دانی کہ من حق ناشناسم ... دریں معنی زار باب قیاسم

مرا بر دارِ خود کن زجسمانی ... "اناالحق" "گو و" "سبحانی" تو دانی

چو من بے اعتبارے خاک بہتر ... ازیں غش نقد ہستی پاک بہتر

دریں دریا کہ ناپیدا کنار است ... حبابے گر فرو ریزد چہ عار است

زبورے خواہم از یک لب خوش آہنگ[1] ... کہ ہم تا جسم بر اندازد ہم او رنگ

غبارے آیدم در دیدہ گستاخ ... نہ از صحرا خبر یابم نہ از کاخ

دماغم خود فرو شی می نماید ... نہے گر پردہ پوشش آید خوش آید

دریں فیروزہ کاخ آدمی خوار ... غریب افتادہ ام بے یار و غمخوار

تو اے مسکین نواز ہیچ پرور ... بجولاں گاہ ہیجانم در آور

چو درگو رانخوانم را گزارند ... پئے گفت و شنودم بر نیارند

کہ من رنگِ ریا و شک ندانم ... "من" "و" "ما" در وجودِ خود نخوانم

مرا ہیجا صلیبہائے تمام است ... عذابِ گورِ ترسیدن کدام است

بجانم زاں شعور و نکتہ دانی
تو دانائی بکن کارے کہ دانی

حکایت

شنیدستم کہ می نالید پیرے ... ز دنیا و ز عقبیٰ گوشہ گیرے

جنوں در کاو کاوِ سینہ اش بود ... ہوائے خلوتِ دیرینہ اش بود

ہمانا بود اوّل می ربود شں ... جمالِ خود ہمانی می نمودش

ہماں بے رنگی و بے اعتباری ... وما دم می فشند دلش بیقراری

سرشک از دیدہ می بارید و می گفت ... شگافِ سینہ می خارید و می گفت

---

[1] ایک نسخہ: ربوشے خواہم از یک جوش آہنگ

که هر کس را تمنائے محالیست — نهانی هر دلے را قیل و قالیست
مرا هم در دماغ آرزو خیز — بخارے می دود نومیدی انگیز
که می دانم مرا دم بر نیاید — ازیں کشش در کشادم بر نیاید
ولیک از قسمت قسّام ذوالمنن — بصحت تا شنو جائے ست در من
همیں نابودِ خود می خواهد و بس — همیں در آرزو می کاهد و بس
چو در حشر از لحد بیروں کنم سر — زمن بوئے نیابند اهلِ محشر
مبادا آں دم شوم از خود گرفتار — به نفسی نفسی ام افتد سر و کار
بفضلت چوں بهشت آیم خراماں — غبارِ قصر و باغ از من بر افشاں
دماغ خودپرستی نیست در من — سر بالا و پستی نیست در من
بلے آں را که چشم تیز بین است — دلش با داغِ خواهش هم نشین است
بروں از دست آرامے ندارد — بخود قطعاً سرانجامے ندارد
من طفل سخن نادان و در خواب — بلے آں راه گیرم اندریں باب
زمانے حلقهٔ ایں در زنم چست — کنم پیوندِ تعلق از همه سست
شوم همراه مرداں اندریں کار — متاعِ نفس را گردم خریدار
بآتش در دهم رختے که دارم — قلندر وار آهنگے بر آرم
برهنه از خود و فارغ ز پندار — ازیں بازار بر دارم سر و کار

ز لوحِ دل تراشم نقش هستی
زمانے وا رهم زیں خود پرستی

در نعت حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وآله وسلّم

گرم فیضِ ازل بخشد دل و دست — که در هم ریزم ایں بتخانهٔ هست
ازیں اقبال یابم احترامے — کنم خاصان احمد را سلامے
سرشک افشاں زمیں بوس ثنا گو — بسلطانِ رسالت آورم رو

چه در نظارهٔ رویش کنم رای — درین نظاره جاوید افتم از پای
تماشا را جگر بخشم که می جوشش — تمنّا را دهن گیرم که خاموشش
بدل گویم سعادت همنشین است — مقام "قاب قوسین" تو این است
جمالِ خواجه معراجِ وجود است — قبول ذرّه التاجِ وجود است
نسیم راحتش پیکِ امین است — زمین خدمتش عرش برین است
چو در ایوانِ ما ز اعظم مقام است — بهشت و حور و قصر اینجا کدام است
ثنایش با ثناخوانیش مگذار — تو نادانی زبانِ خود نگهدار
قدش می گوید اے من خاک پایش — که بے همتاست سروِ دلربایش
سهی سروے زبستانِ خدائیست — ستونِ بارگاه کبریائیست
سرائے کون دارد نور بینش — ازین فانوسِ شمع آفرینش
کلامِ زندگی بخشش بشیر است — که روح القدس انفاسے بهره گیر است
همان عیسیٰ ازین دم بهره ور بود — که در انفاس او چندین اثر بود
سرافیل است ابجد خوانِ این درس — نهاده گوش در سامانِ این درس
رخش مرآت، نور لامکان را — صلا در داده بینائی جهان را
که هان در من چه دیدی بے شک و ریب — خدا بین آمدی در پردهٔ غیب
درونِ پردهٔ من بوده ام که آدم — ملک را شد بسجودی مکرّم
جمالِ یوسف از من آنچه برداشت — که عالم را چنان زیر و زبر داشت
دلش آهسته با خود در ترانه — که از تیرِ عجب دارم نشانه
حریف رازِ دارم دیگرے نیست — نهالِ عشق را جز من برے نیست
چنین دارم که اسرارش کماهی — خودش می داند و علمِ الهٰی
عروسِ خلقش اندر شرح اینست — که نورِ قدس من پرده نشین است
سرائے حسن و خلوت گاهِ عشقم — زمن جوئید ره من راهِ عشقم
صفاتِ دوست را بے نقل و تحویل — منم یک نسخه و یک نسخه تنزیل

خداجوے کہ در سن آورد روے | بہ فوق منتہم گیرد تگاپوے
بدوں از فکر و فارغ از روایت | منش در گوش جاں گویم حکایت
چو دیوش در قفس گردد نفس گیر | من از وے برکشم چوں روغن از شیر
شود دانا باسرار نہانی | بگیرد لوح محفوظ معانی
جبینِ فکر نقش بالفظ چوں دُر | سخن گوید جانکاہ است در خود
زیک جانب جمالِ دوست دیدن | زیک سو بار استغنا کشیدن
دل از معلوم خود آزاد کردن | طلب را در حال ارشاد کردن
دم تسبیح و استغفار بسیار | خبر گوید کہ دارد بستگی کار
چو در دل نور تحقیق آورد جوش | حسابِ بستگی گردد فراموش
از اں لب سرّ استغفار اینست | ہم از مستغرقین شو کار اینست
زبانِ اشک بر رخسار گلنار | حدیث عشق بازی کردہ تکرار
بروں در دادہ اسرارِ نہانی | شدہ سرگرم ایں گوہر فشانی
کہ طفلیاں را دریں کشور گزر نیست | درخت عشق را جز فقر بر نیست
چو عشق از نامرادی آب گیرد | برومندی رہ نایاب گیرد
بیک یک فی رہ اش صد گونہ راز است | فرود آمد کہ ایں منزل دراز است
ہمینم بس کہ بستم سلامے | کہ کارم گیرد از دلے انتظامے
دریں حسرت رہ بہبود یابم | روانش راز خود خوشنود یابم

بحق گزشتہ با ذا المکارم
علی خیر الوری صلی وسلم

مخاطبہ بسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بیا اے آرزوئے سینہ چاکاں | مرا از سن بچالاکی بر افشاں
دریں بستاں اگر خارے شود کم | کدامی مرغ خواہد داشت ماتم

درین گلشن اگر برگے شود زرد — کہ خواہد خاک بر سر کرد ازین درد
چہ خواہد شد اگر دریا بجوشد — نقابے بر سر یک قطرۂ پوشد
فلک گر تند بادے را نگارد — کزین محفل غبارے را برآرد
بیا اے نوح طوفانے برانگیز — بایں خاک ہوس آلودہ بستیز
اشارت کن بموجِ پُر تلاطم — غبارے شرک از روئے زمیں گم
فرود آ اے کلیم اللہ ازیں کوہ — تجلی کن بایں فرعونِ انبوہ
عصائے اژدہا صورت بجنباں — نمود چند را نابود گرداں
نمائے خواجہ ابروئے ہلالی — شب خوں بر سر شوریدہ حالی
بگفت اور زبان گوہر افشاں — غبار ہوش از مغزم برافشاں
یکے روئے جہاں افروز بنما — حجابِ ماہ و رشک روز بنما
بتے را گرمئی بازار بشکن — خلل در طاق ایں کسریٰ بیفگن
بکن دکان ایں شیطاں مشوش — بہم برزن بساطِ آب و آتش
سر گردن کشی در سجدہ آور — ابوجہل ضلالت را بزن سر
گرفتم ناکس کژ مژ زبانم — محمد را رسول اللہ دانم
نقاب کبریا از پیش بردار — مرا ہم مندرج در امتی دار
درین دیر کہن تنہا شکستی — دلِ چندیں صنم خواہان بخستی
فسونِ اہرمن نابود کردی — ہدایت را سپندے دود کردی
بتے دیگر درین رہ خورد گرداں — صنم خواہ دگر را دل برنجاں
بسے رخصت ہدایت بے رواج است — درین دکان سپندے احتیاج است
من اکنوں خود سپند ایں متاعم — نما یک شعلۂ در ابتیاعم
بسے جستم درین نابود گشتن — ز نو گرمی دہ از من دود گشتن
دلے دارم کہ خوبے را غلام است — بانداک جلوۂ کارش تمام است
چو دریائے ملاحت بر زند جوش — کنم یکبارگی خود را فراموش

چو در عشق تو جب نفرسائے باشم
کدامم من که پا برجائے باشم

حکایت

چو سیمای عشق در مجنون اثر کرد | تمنائے در آں دیوانه سر کرد
که دل از بند خود یکبار برداشت | نه از راحت نه از کاهش خبر داشت
تنش سرگرم خواهش زنده می بود | دلش از زندگی شرمنده می بود
علم بیروں زد از سیمایش آں درد | عزیزاں را و خویشاں را خبر کرد
فغاں برداشت بیداد تظلّم | سرایت کرد در دلها ترحّم
همه یک دل بتدبیرش دویدند | ز رو تیغ و زباں بیروں کشیدند
نخست از مردی و جوش زلے | فرستادند لختے از معانے
ترحّم را شفیع خویش کردند | سر عجز فقیری پیش کردند
شب مجنوں و بیداریش گفتند | سرشک خوں و خونخواریش گفتند
هماں کا بیدن و خواری نمودن | هماں زاری و بیزاری نمودند
ازاں سربستهٔ غم تعبیه کردند | بصد سنگیں دلی تقریر کردند
ولے مجنوں در آں مجمع گذر داشت | در آں صد پرده خود آهنگ برداشت
دگرنه راز غم خود رم نداند | حدیث عشق هم بیغم نداند
سخن القصّه در گرمی در آمد | عزیزان صنم را در خود آمد
بمیدان مروّت رخش راندند | به تسلیم و رضا گوهر فشاندند
که ما را نیست تقصیرے درین باب | ولیکن تاب می باید کجا تاب
کنم اینک رخ لیلی مهیّا | ولے هوشے ز مجنوں باید اینجا

خود آں بے چاره سدّ باب خویش است
خود افسون خود و خود خواب خویش است

حکایت

برآمد پشۂ از باد دل تنگ — بداماںِ سلیمانے بزد چنگ

[illegible] فرمود — حضور باد بود و پشہ بر بود

وزاں پشہ اگرچہ ظلم رہ داشت — ولے نہ از عبرا زتحت سپاہ داشت[1]

دو قومے بیوقوف نا خردمند — فرو گفتند زیں سان قصۂ چند

بہم در ساختند از فطرت خام — نفہمیدند عشق بے سرانجام

ندانستند مجنوں را کہ مست است — ز سر مستی ہلاک آں شکست است

دلِ دیوانہ اش در قیدِ عشق است — ز سرتا پا وجودش صید عشق است

عروسِ عشق ہستی بر نتابد

محبت خود پرستی بر نتابد

رجوع بہ مخاطبۂ

زمیں بوسِ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

من از خود سیرم اے مقصودِ جانم — بروں آگیں غبار از خود فشانم

برم سرمایہ از خلاقِ عظیمت — بگیرم قوتِ جاوید از نسیمت

شکست افتد دریں مشتِ مخیل — حواسِ سرکشم گردد معطل

ازیں مہرہ کہ بر سر وید بانست — چہ ظلمتہا کہ بر جانم روانست

بہر جا عشوہ انگیزے گزر کرد — دراں خر مہرہ آشوبے اثر کرد

بہمہ ستی دبو ناخوش آہنگ — زبان فکرتم آرد فرا چنگ

بنوچیدم درا ندا زد کہ برخیز — دریں صورت بمقصودے درآویز

بہر جا جلوہ گر اصل وجود است — نمودے چند پندارم نبود است

بہر سو جلوہ اصل است پیدا — چہ لیلیٰ و چہ شیریں وچہ عذرا

ہماں نور است بے تاویل و تمیز — سخن گوئے زباں بند و دل آویز

---

[1] مصرع وزن سے خارج ہے۔

معاذ الله چنینم گر گزارند — درِ عینم بر او پوشیده دارند
فسون اهرمن از جان پذیرم — مقام وهم خود را عین گیرم
بکف بگرفته شمع از ره رفتم — بنادانی و کوری در چه افتم
بیارد شد به تبیینش عبارت — نظر ناکرده دعوای بصارت
بر اسم علم توحید از خبیرم — درآن کشتی بسی روشن ضمیرم
ولی رسمش بتر باکی نشاید — باندک نشئهٔ باکی نشاید
گرفتم عین توحید است حالم — ازان جوش است چندین قیل و قالم
چو نور ذات بر دل حمله آرد — کجا تفصیل اسما را گذارد
در آن سو طی که ذات آرام گیرد — دل از علم صفاتش کام گیرد
ولی علیست و رسمی مندرس حالی — سر آبائی و بنیاد امالی
چنین دل گر بوهم آمد عجب نیست — گمان بعد از شے بی سبب نیست
ازین معنی بهر صورت زند دست — که باشد گر دم از جام صفت مست
کشد بار از درون پرده فریاد — که وقتی عاشق شوریده خوش یاد
هنوزم رخصت دیوانگی نیست — طریق شرع جز فرزانگی نیست
نمیدانم چیزی اندرین راه — برون از شرع و نیکی حاشا الله
به نام شرع اگر اندک جمال است — درو مضمر بسی قهر و جلال است
چو قهر حق به بینی گوشه گیر — ادب ایسنته باقی فکر و تدبیر
ترا در قید صورت کار تمام است — به مطلق رو مقید نا تمام است
چو در بحر وجود از خود در آئی — بجولانگاه دانش راسخ آئی
چو فردا باطن از ظاهر بر آید — در مقصود ست از پرده برکشاید
بر آید آفتاب از جیب در راست — همه دیدار گردی بی کم و کاست
تو اکنون خاطر از هستی بپرداز — ازین آئینه زنگ خود بینداز
عدم شو کندران مرآت نور است — جمال دوست را آنجا ظهور است

امانت دار جاناں جز عدم نیست　　عدم در عرصهٔ لوح و قلم نیست
همیشه خلوت از کونین دارد
ازاں سرمایه نور عین دارد

خطاب بدل
از حسرت و باز ماندگی از مطلوب

دلا تا چند ازیں افسانه گفتن　　ز خود گنج دو عالم را نهفتن
چو بلبل در قفس رقاص بودن　　هوا خواه هوس رقاص بودن
دمے نقاش لوح باد گشتن　　زمانے در هوا دل شاد گشتن
گهے در خود فروشی ره سپردن　　به رسوائی متاع پیش بردن
گهے چنگ حقیقت ساز کردن　　ز وحدت قصه آغاز کردن
خود اندر کثرت از بس سست رائی　　به کثرت هرزه گردی روستائی
یکے زیں باد پیمائی فرود آ　　زماں در بند و راه سینه بکشا
فرو رو گر ترا رفتن مراد است　　میا بیروں که بازارت کساد است
جهاں فانی است بر فانی منه دل　　ازیں مشت تذبذب بند بگسل
چو بگسستی ز خود بند جهاں را　　گرفتی پرده نور لامکاں را
شدی در پردهٔ تصدیق و تسلیم　　بروں از فکر و استدلال و تعلیم
سبق از علم الرحمن گرفتی　　ز دست موهبت ایماں گرفتی
چو در تجدید یقین خود را سپردی　　ز هر صنع بصانع راه بردی
دلت زاں بے نشاں آگاه گردد　　محبت مقتدائے راه گردد
نه راهے گر نظر افتد گزندت　　شود دور تسلسل پائے بندت
گهے مانند نحوست داغ بر دل　　شوی گاه از طبائع پائے در گل
گهے فکرت به تعطیل افگند گوی　　چو جسمانیه در وهم آوری رو می

زہے نورِ یقیں دانائے کارش — ہماں بر سادہ لوحیہا مدارش
دل اندر مخبرِ صادق نہادن — بر آں صدقِ مجرّد وا ایستادن
ز تاثیرِ محبت مست گشتن — ز طورِ عقلِ خود بیں درگزشتن
ازیں صدق و محبت نیز رستن — بسانِ قطرہ در دریا شکستن
دگر رہ سر بر آوردن ز دریا — حباب آسا ولیکن پائے بر جا
باحکامِ شریعت سر نہادن — زمینِ استقامت بوسہ دادن
بکلّی از مرادِ خود بریدن — نقابِ نیستی بر رو کشیدن
بطورِ عقل و ایماں راہ بردن — بایماں کارِ ایمانی سپردن
عجوز آسا ز ہر چوں و چرا دور — بہ کل منقول و بے تاویل منظور
جمالِ قہر و ردِ سواس دیدن — بحدّ و اہتمام از وے بریدن
عدم خواہاں ز ہستی سرد بودن — ز ننگِ خود سراسر درد بودن
رہے بے راہ رو اینجا ہویداست — قلندر گشتن و تفرید اینجاست
بیا دل رخصت ازیں بتخانہ بردار — رہے کت شرح آں دادم بدست آر
زمانے در تجدّد لال بنشیں — بروں از فکر و استدلال بنشیں
کہ از قلب سلیم آمد سعادت — سعادت نیست جز نفیٔ ارادت
ز نفی اثبات الا اللہ یابی — بہ ایمان مجدّد راہ یابی
دمِ آخر ز تجدید است گزر نیست — ز استدلال و فکر اینجا اثر نیست
بود تجدید ایماں انجذابے — کہ از یں [2] رحمت گردد جوابے
چو ہر دم می تواند بودت آخر — دریں تجدید دائم باش حاضر

بشو مستغرق اندر نفی و اثبات
مکن تاخیر فی التاخیر آفات

داستان

شبے خوش دل تر از روزِ جوانی — سرم در خواب و دل در کامرانی

---

[1] وزن سے خارج ہے   [2] وزن سے خارج ہے

درآمد پیک امید دلاور ۔۔۔ نسیمے یافتم مقصود پرور
نظر چوں از تحیّر باز پرداخت ۔۔۔ بسیمائے سعادت دید و بشناخت
گرامی خواجۂ احرار را دید ۔۔۔ چه خواجه مخزن اسرار را دید
لبے اندر معرفت گوهر فشاں داشت ۔۔۔ سخن از بے نشانیہا نشاں داشت
بگفت آں شاهد خلوت گه راز ۔۔۔ که دلہا در رهش آمد سرانداز
گہے از حسن صورت سر بر آرد ۔۔۔ بجان عشقبازاں حمله آرد
گه از صورت بلیغ آمد نمودار ۔۔۔ مغنّی گردد از وے گرم بازار
ولے آں راکه در جانش اثر کرد ۔۔۔ بروں از جان و تن در خود سفر کرد
شعار جان و دثار تن بینداخت ۔۔۔ پے مقصود خود از خود پرداخت
بہ تحقیق آں که انسان است اینست ۔۔۔ ز چشم غیر پنہاں نیست اینست
پیمبر چوں ز سرش پرده برداشت ۔۔۔ ظلومی لازم آں نامور ساخت
چو در انوار کل شد محو ناچیز ۔۔۔ بهم بر زد دکان وهم و تمیز
ز خود بگذشت و گوے مردمی بُرد ۔۔۔ امانت با امانت خواه بسپرد
که ایں ظلم از یں بسیار باشد ۔۔۔ که بنده بے صفت بیکار باشد
تکبّر تیز و صعب ناگزیر است ۔۔۔ مقید خود بناچیزے اسیر است
نهایت رفت و آمد بے نهایت ۔۔۔ چو کبر است ایں مبرّا از جنایت
در آں شب کز نسیم بخت بیدار ۔۔۔ ز بوئے معرفت گشتم خبردار
پئے صورت پرستی حساس بودم ۔۔۔ باندک رنگ و بو رقاص بودم
بر آمد سالہا کیں خواب دیدم ۔۔۔ بارشادیکه می باید رسیدم
وے زاں باده خالی هست جامم ۔۔۔ هنوز آں جلوه وا از جاں غلامم
هنوزم اندراں بازار راه است ۔۔۔ هنوزم دل گرفتار نگاه است
کنوں دست من و دامانِ خواجه ۔۔۔ نگه دارم از احسانِ خواجه
چو در اوّل هدایت از تو دیدم ۔۔۔ نهایت در هدایت از تو دیدم

گیاہم پرورش دید از نسیمت — قوی دل بودم از خلقِ کریمت
امیدم بود کایں خاشاکِ نابود — درآں دریائے آتش برکشد دود
درآں نابود باید استقامت — وجودِ خواجہ ماند تا قیامت
شود یکبارہ از پندارِ خود پاک — برون ماند ہمیں نامے ز خاشاک
چہ دانستم کہ استغنا دلیر است — عنایت ایں قدر ہا زود سیر است
مرا یکبارہ اندر راہ راندی — باایں خواری کہ می بینی نشاندی
گر افتادم ز راہِ استقامت — تو خوش بنشیں در ایوانِ کرامت
من اینک در ظلمناسہ نہادم — باستغفار و یارب ایستادم
چہ باشد گر نوزِ اخلاقِ الٰہی — پسند آری باندک عذر خواہی
دراوّل ہم قبولت بے سبب بود — کہم سامانِ امید و طلب بود
مرا از خود بسوئے خود کشیدی — بنورِ غیب دیدی انچہ دیدی
ز فیضِ آں کشش و ز لطفِ آں دید — نشاندی در دلم تخلے ز تجرید
جز آں معنی کہ صاحب سرّ آنی — فرد ناید سرم بر ہر دکانے
مرا خود نیست چنداں سرفرازی — کزاں معنی بیابم دلنوازی
یکے از اوجِ عزت خود فرود آے — گرہ ہا بستہ دارم جملہ بکشاے
بخاک پایت اے شد خندہ دار — بسے محتاج و بیمارم طلبگار
فرو افتادنم از بس غریبی است — شکستم از خمارِ بے نصیبی است
نمی دانم کدامیں سو بر آیم — کجا ایں بارِ محنت را کشایم

ازیں عنقائے پنہاں از کہ پرسم
سلیمانِ زباں داں از کہ پرسم

حکایت

زلیخا را چو در خوابِ سیہ روز — جمالِ یوسفی آمد جگر سوز
نمی دانست کاں مہ را چہ نام است — مقامِ خاطر افروزش کدام است

دلے در بند غم کاہیده می داشت ‌‌ ‌ دماغے در ہوا شوریده می داشت
ہمہ درد و ہمہ سوز و ہمہ ریش ‌ ‌ نه از معشوق آگاہی نه از خویش
خبر نایافته جاں در تقاضا ‌ ‌ بروں از شش جہت دل در تماشا
ازاں حیرت بسے افسرده می بود ‌ ‌ فروافتاده چوں مرده می بود
چوں در مصرش نشان دادند بر جست ‌ ‌ دل از حیرانی و جاں از جنوں رست
دریں سودا که افتادم بدانش ‌ ‌ نه یوسف می شناسم نے مقامش
نه آں خواہم که یوسف را نشاید ‌ ‌ نه آں گوشم که پیغامش گر آید
زلیخاوار سوزم در تاسف ‌ ‌ مگر در خواب بینم روئے یوسف
ولیکن یوسف من لیس غیور است ‌ ‌ قبولِ چوں منے بسیار دور است
به بزم نقد بینائی دریں خاک ‌ ‌ شوم در بت شکستن چست و چالاک
ز رعنائی و خود بینی بر آیم ‌ ‌ بهر خواری که باشد در خور آیم

گدائے ره نشیں گردم دریں راه
که یابم یوسفے را گاه بیگاه

مناجات

خداوندا مرا از من بروں بر ‌ ‌ دراں فقرم که می دانی فزوں بر
نمود من که رد پوشش وجود است ‌ ‌ زباں بند دو صد گفت و شنود است
چو از نور ہدایت نال و پر یافت ‌ ‌ نخست از اسم المومن اثر یافت
فرود آمد به تحقیق سعادت ‌ ‌ بخلوت گاه ایمان و ارادت
ازیں مهمان غیبی نورِ ایماں ‌ ‌ درخشاں شد چو بلقیس از سلیماں
شهود از اوجِ عزت پست تر شد ‌ ‌ بسلطانِ ارادت تاج سر شد
شکستے یافت در چندیں مراتب ‌ ‌ طلسم ممکن از انوار واجب
چو پے در پے شد آں نور شہادت ‌ ‌ بیک بار از خود افتاد ایں عمارت

رسیدند ایں دو سہ مرغ خوش آواز — بقصد لامکاں کردند پرواز
کنوں در خود کہ می بینم وحیدم — نہ سومن نے مریدم نے شہیدم
چو کار اینجا رسید اے اہل ہر کار — بکن نوعے کہ دانی جلوہ درکار
کنوں دارم بجائے آں عمارت — بدیشاں برقعے یا صد عبارت
ازیں برقع کہ مرگش باد درکار — بدست نفس و شیطانم گرفتار
عروساں گاہ گاہے برقع انداز — بروں آیند در جولانگہ ناز
برافگن برقع و در جلوہ درآئے — عروسان جہاں را پردہ بکشائے
در خواہش زیبائی کشودم — دریں معنی دلبری ہا نمودم
نقابے بر رُخ ایں ماجدا کش — خطے بر رئے ایں چون و چرا کش

نہادم دل بہر نوعے کہ باشم
بتسلیم آرم واللہ اعلم

دربیان نسبت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی

قدس سرہ العزیز

دلے کز چشم کہ بینندہ مستور — بیفتد از خود و با نیست خود دور
بروں از خود مقامے برگزیند — زبس کاثار جذبے دست بیند
کند در سینۂ گوہر نشانے — ز اخلاق نبوت نزجانے
دلش آئینۂ نور رسالت — شود فرزانۂ دستور رسالت
چو زیں دیر فنا بیروں کشد رخت — زند در کشور دارستگاں تخت
شود سلطان جاں در پردۂ او — ہدایت بخش رو آوردہ او
چو صادق رہ ازیں ویرانہ برتافت — دلے طیفور زیں صد روشنی یافت
چو طیفور اندراں منزل پرافشاند — دو اسپہ خرقانی از پیش راند
ہماں در نقشبندے بے کم و کاست — نسیم تربیت از رفتگاں خواست

بظاہر پیرش ار میر کلال است   بہ پیر غجدوانش اتصال است
علی الاطلاق رشد از پیش گاہ است   علی الحق مرشد مطلق اللہ است
نمود اریست نقش آدمی زاد   خدا آبادی دان آدم آباد
ولیکن سنت اللہ گشت جاری   کہ خلقے کنند این پردہ داری

حکایت

زلیخا چوں لوائے یوسف افراشت   نخست از بے قراری پردہ برداشت
ز خواب و خورد فارغ شد وجودش   تمنائے جز این در سر نبودش
کہ از کس بشنود نامے و جائے   زند در جستجویش دست و پائے
چو نخل بیقراری بار ور شد   تضرعہائے پنہاں کارگر شد
ز نام و منزلش آگاہ کردند   مرید پیر مرو راہ کردند
پدر رکارش از ہستی بر آمد   مرادش را بصد جاں مادر آمد
بمصر آمد دلش از شوق پرجوش   ہوائے وصل و ہم خواب و ہم آغوش
نظر چوں بر عزیزش رہنموں شد   بلا از یک طرف چنداں بروں شد
فریب روزگارش تنگ دل ساخت   سلوکش از محبت منفعل ساخت
فرو بارید بے پایاں تگرگے   ز باغ آرزو نگذاشت برگے
ز کوہ رنج سیل قد برافراخت   نشان عشرت از عالم برانداخت
بر آمد تیغ برکف برق بیداد   بخرمن گاہ شادی دست بکشاد
زلیخا را در آں صحرائے خون ریز   [1] خسے افتاد در چشم آفت انگیز
جہاں تاریک شد چو تار گیسوش   بتاریکی در آمد چشم جادوش
چو ظلمت بست چشم از این و آنش   نظر افتاد بر خود ناگہانش
زنا شیر نگاہ جاودانہ   دلش شد تیر محنت را نشانہ
دلش کز تیر ترکاں پر آورد   پئے نظارہ چشم دیگر آورد
بہ پرواز آمد آں مرغ ہوس گشت   ز اقلیم شہادت چیست بگذشت

---

[1] مصرعہ خالی از وزن ہے۔

بغیب افتاد با یوسف دو چارش سروش غیب کرد امیدوارش
در آں امید روزے چند می بود بآں بو گه بگه خرسند می بود
سوے غیبش درے بگشاده بودند در آں در دیدهٔ بنهاده بودند
خبر می داد چشم غیب بینش فزوں می کرد هر ساعت یقینش
چو از نور یقیں بے هوش می گشت به یوسف دست در آغوش می گشت
عروس غیب می گفتش که اے پست چه حاصل شد ازیں سیر تهیدست
همان در گام اوّل با تو بودم بتو هر لحظه خود را می نمودم
تو با غم می نشستی غافلانه تهی از دانش و از من کرانه
چو باز از خود خبر می یافت می سوخت در آں در دیدهٔ امید می دوخت
هوس می داشت کیں چشم فناکیش بروں از پرده بیند دلبر خویش
بلے هر ذرّه مشتاق جمال است بهر سر آرزوئے اتصال است
بناگه جذب عشقش کارگر شد ز کنعاں ماه کنعانی بدر شد
چو ملک مصر از وے شد گرم بازار زلیخا گشت ازیں معنی خبردار
بصد جاں در خریداری در آمد بلا را در طلبگاری در آمد
شد از سر تازه آثار جنونش بمقصود دگر شد رهنمونش
حجاب چند پیش مقصدش بود نظر بالجمله در نیک و بدش بود
چو گشت آموزگارش مرشد کل بدست آورده تحقیق توکّل
نوائے یافت جنس نارسائے تمنّا گیر شد دست گدائے
سبب می دید چشم خام کارش بناز و عشوه می برد اختیارش
خراماں گردی و آئینه بینی خود آرائی و رسم نازنینی
خلل می داد آئین طلب را نهاں می کرد عشق بوالعجب را
جوانی و جمال و بینش انداخت سر و پائے تجمّل جمله انداخت
همے زاں جمله سنگ راه او بود حجاب جان یوسف خواه او بود

نمودندش کہ سنگ رانہ اینست   نظر بند دل آگاہست اینست
تو بند سیم و یوسف بند سیار   ازیں ناجنسیت سرواست بازآ

غرض تعلیم غیبش کرد تائید
بپایہ پایہ تا ایوان توحید

التجا و نیازمندی بحضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند و خواجہ احرار

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است   مگر فکر رسیدن ناپسند است
مگر اے خواجہ اندازی کمندے   شوی صیاد چوں من ناپسندے
بسے امید بے بنیاد دارم   کہ نے مردم نہ استعداد دارم
شکار لاغرم بے اعتبارم   متاع کم قبول ناسند ندارم
کساد بہائے بازارم یقینیست   اگر کاریست للہ فی اللہ اینست
زبانے حسبۃً للہ برخیز   بایں درخاک وخوں افتادہ ستیز
قبولم کن کہ اقبالت تمام است   درآں اقبال کارم را نظام است
قبولِ تو قبولِ نقشبند است   کہ در وحدت نہ چونی و نہ چند است
دو چشم و نور بینائی نگانہ   نمی بینم تفاوت درمیانہ
وگر باشد تفاوت بس شبیہ است   کہ دانم الولد سرّ ابیہ است
بہ درویشی چراغ از سینۂ تست   تو چشمی و جہاں آئینۂ تست
درآں پُر شود چشم حبادوانہ   عروس نقشبندی کرد خانہ
ہماں یک خواجہ در گفتن تمام است   عبید اللہ بہاء الدین چہ نام است
بہاء الدین زبے نقشی بلند است   عبید اللہ چو گویم نقشبند است
زبانم پُر شکر زیں نام بادا   دلم زیں فکر شکّر کام بادا
مرا در بندگی چوں پائے بند است   بجز از خواجہ گفتن ناپسند است
بہ بیں در بندگی اے خواجہ یکبارہ   کہ ان الفقر مسیدانم ہو اللہ

درین دو خواجه دلبندم یکے شد | بخارا و سمرقندم یکے شد
سمرقندم بهاءالدین نشین است | بخارا گر نرفتم عذرم این است
تو می دانی که عذرے بهترم نیست | درین ره عذر خواهی برترم نیست
معاذالله که استغنا نگیرم | چه حدناکم کاین چنین سودا بگیرم
ولیکن ذره در ظلمت آباد | چه می داند که خورشیدش کند یاد
سخن کوته کرم خود عذر خواه است | همان عذر تو بهتر از گناه است
وگر بختم درین ره یار گردد | شفیعم خواجهٔ احرار گردد
زبان در گوهر افشانی در آرد | مرا زین درد بے درمان بر آرد
برون از خجلت آنجا راه یابم | ز افضالش دل آگاه یابم
ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد | بهاءالدین که دین شد از وے آباد
ز مستی در جنید افگند آشوب | بجذبه بایزیدش آستان روب
پے تسکین مشتاقان دیدار | جمال مصطفیٰ را آئینه دار
در آن آئینه می یابم محقق | سواد من رآنی قد رأی الحق
فنا فی الله خواجه بس بلند است | مکن تاویل خواجه نقشبند است

خلیفه بود حق را در زمانه
نمودش بهر نکته دان درمیانه

در تحقیق و بیان مراتب سلوک

چنین گویند دانایان اسرار | ز اصل و فرع هر معنی خبردار
که معشوق ازل در هر شعورے | ز غمازان نهان دارد ظهورے
سر هر ذره بینائے جمال است | دل هر قطره دریائے جمال است
مدار بودش از نور شهود است | شهودش ما به چندین نمود است
شهود دوست پنهان هر دلے راست | هوائے وصل هر بجا حیلے راست

وے افگندہ بر جانش حجابے　　گرفتارے بہر خاکے و آبے
شدہ بنیاد ایں دیوانہ گشتن　　پئے ہر رنگ و بو طفلانہ گشتن
نہادہ اصل آں بازار و تزویر　　نقوش علمی از ہر سو نطشد گیر
سراسر زنگ ایں مرآۃ علم است　　سراپا کشور آفات علم است
ز آسیب خیال و فکر و وسواس　　رود بر باد حسرت گنج انفاس
چو گردد خستۂ مقبول درگاہ　　شود درخورد راز لی مع اللہ
کسش دست تطلب دل بر کشاید　　کزیں ویرانہ اش خوا ہد ربابد
رباجبن ہوس پژمردہ گردند　　طلبگاراں چنیں افسردہ گردند
بجولانگاہ ایں دل مردۂ چند　　ہمیں خود ماندۂ افسردۂ چند
دریں تجرید بگشاید جبینش　　برافروزد رخ علم الیقینش
قوی تر گردد آں حزنے کہ بودش　　فراموشی برافتد در وجودش
دراں غیبت کہ بوے غیب یابد　　نسیم شاہد لاریب یابد
ارادت سر زند بے خواست از وے　　بہ دو ذوق نشست و خاست از وے
بہ بازوے ارادت بر درد جیب　　کہ تنگ آرد بہ بر معشوقۂ غیب
دراں مستی بہ غیب افتد گزارش　　شہود دوست گیرد در کنارش
چو در نور شہود از خود بر آید　　سعادت را درے دیگر کشاید
بگردد حامل بار امانت　　بیارد آں امانت بے خیانت
دراں مشہد بہ فقتد آرام یابد　　ز جلاب قناعت کام یابد
دراں دید جمال بے نہایت　　بگیرد شورش بے حد و غایت
بہ تسکینش ندارد ہیچ کارے　　دراں آرام بنشیند غبارے

یقیں آں دید و آں شورش ازاں سوست
دریں مسکن نمودے از نگاپو است

در بیان عقائد دین و شرائط سلوک راه یقین

هلا خواهندهٔ جذب الهی   تمنا دار فضل پادشاهی
نخستین شرط این سودا یقین است   دوم سرمایه این سود دین است
سوم پاکیزه نخل این زراعت   رفیق سنت و راه جماعت
عزیمت رونق کردار گردان   برون زاسبب رخصت کار گردان
چهارم خدمت سلطان دینی   قبول خاطر مسند نشینی
به تقلید سلف تحقیق دیدن   قدم از جادهٔ بدعت کشیدن
ز بستانش گل مقصود چیدن   بزیر سایه اش از خود رمیدن
نهادن بر خود و بایست خود بار   مرادش داشتن از جان پرستار
شود زین چار عنصر جان طالب   بنفخ روح ربانی مناسب
ولیکن شرط چارم لازمی نیست   بعقدش سد باب محرمی نیست
بسا مرغان که علوی آشیانند   اویسی مشرب و عیسی زبانند
ز حسن طالع و از لطف باطن   گرفته گوهر از اصل معادن

ره سنت به چالاکی شتابند
نصیب از خواجهٔ کونین یابند

در بیان استفاده و تربیت معنوی از روح پرفتوح نبوی

شنیدستم که مشتاقان درگاه   طلبگاران سر لی مع الله
خصوصاً کاشف راز نهانی   ابوالقاسم چراغ گرگانی
بخلوت در بدایت کارش این بود   انیس خاطر افگارش این بود
که بودش ورد جان نام اویسش   که باشد شرب از جام اویسش
اویس آسا از آن بحر عنایت   مگر بیواسطه یابد هدایت

کنیم من کین هوس گیرد دماغم — بیاید نور این سودا چراغم
دل از ذکر او تسلیم شاد گردد — دماغم زین هوا آباد گردد
درین ره قدر خود چندان ندانم — که در دل نخل این سودا نشانم
زبانم زین تلفظ گرچه رسواست — سرم بیخواست صید این کمندست
دل اندر شدم و جان سرگرم این است — که جانان رحمة للعالمین است
قبولش گر بیاید در افتادست — هم استعداد بخشد هم سعادت
درین سودا دمی دیگر کشایم — روم از جانب دیگر درآیم
شفیع آرم روان دوستانش — مدد خواهم ز روح پر روانش
به بوبکر و عمر عثمان و حیدر — به اهل بیت و اصحاب پیمبر
به صدق و سوز پور بوقحافه — به علم و دانش ختم الخلافه
به شام هجرت و تاریکی غار — به آن خوش عنکبوتی عنبرین تار
بجورے کز قریش واقربا دید — به آشوبی که دشت کربلا دید
به دار و گیر بدر و حرب خندق — به روز فتح و نور حصحص الحق
به آن شب کز سرای ام هانی — رسیده در مقام لامکانی
به بیرون رفتن آزاده از آن ده — به سبحان الذی اسری بعبده
بدیده آنچه می بایست دیدن — به بیخود گفتن و بیخود شنیدن
بفقرے کز خودش درویش می داشت — سر الفقر فخری پیش می داشت
بآن دم کآورد روز شفاعت — کند تدبیر مشت بی بضاعت
که این غافل کشاید چشم ازین خواب — دران حجر عنایت پرورش یاب
نهد در قرن اول آشیانه — ازین ثانیش خواند زمانه
ز آسیب زمانه فارغ البال — به بیم ماضی و مستقبل و حال
من ارچه دورم از بخت سیه دل — تو حال سرمدی داری چه مشکل
کنارے نیست دریائے قدم را — ید طولی است بازوئے کرم را

مرا گرچه سراسر کار خام است
تمامش دان که این سودا تمام است

مناجات

خدایا این غریب بینوا را / بخود درماندهٔ ناآشنا را
هدایت کن رهی لابد بسویت / بنیک روئی رود در جستجویت
دمی از نیک و بد آسوده بیند / زمانی از هوس فارغ نشیند
اگر در نعمتی بینی سکونم / مکن یک لحظه زان نعمت برونم
بلا گر سازگار آید درین کار / نهادم دل بلا کو پرده بردار
وگر زین پرده بیرون شد حسابم / بحمدالله که بس عالی جنابم
بده چشمی که در راه حقیقت / روم همدست ستّار طریقت
نخست از معصیت آسوده دارم / ز نور توبه رونق ده بکارم
چو دل در رغبت دنیا زند رائے / به آسانی ز کارم عقده بگشائے
مرا مگذار کایم آرزو خواه / بکن از زشتی این کارم آگاه
سبب بین چشم از بینش تهی دار / سرم روشن ز نور آگهی دار
بران دارم که آزادی گزینم / به مَا لَابُدّ خود فارغ نشینم
شوم از اختلاط خلق دل تنگ / روم در دامن عزلت زنم چنگ
به یادت تازگی بخشم روان را / دهم بر باد نسیان این و آن را
چو در نفی وجود افتد گزارم / شود موجود بی من آشکارم
دلے فارغ ز احوال و مقامات / بدرگاهت برم روے مناجات
پئے وجّهت وجهی لب گشایم / ز بالیست خود از خود برآیم
دگر نفسم مرادے را کند یاد / برآرم در جهادش تیغ بیداد
دمے گردن ز حول قوهٔ خویش / شوم در انتظار دولت خویش

سرم مستغرق بحر ہدایت — دلم مشتاق انوار نهایت
بتقدیر الهی شاد باشم — وزین خرسندگی آزاد باشم
سر تسلیم بنهم نیک و بد را — براندازم ز خود بنیاد خود را
چو بیرون شد ازین شش در وجودم — همان انکار من هرگز نه بودم
بمرگ اختیاری راه بردم — ز مردن پیشتر خود را سپردم
دمے در یاد گرد آرم زبان را — رسانم الله الله گوش جان را
بسر گرمی آن شیرین ترانه — بیابم در سماع عاشقانه
دماغم پر در جیب تجلّی — فتد در کشور دانش تزلزل
شوم واقف ز اطوار نگهداشت — بر آرم دست در کار نگهداشت
بنفی عینیت و تشدید خاطر — براندازم نمودات مظاهر
دلم نے از حضور غیبت آزاد — نگهدارندهٔ خود را کنم یاد
پس آنگه در پے تحقیق اخلاص — به بحر نامرادی گشته غواص
دلم گوید که سودائے ندارم — بجز عشقش تمنّائے ندارم
برون از خواب رفتار نیست ما را — به سودایش سر و کار نیست ما را
اگر زین کار بر خیزد غبارم — به تحقیق افتد از تقلید کارم
هجوم بازگشت از من برد رنگ — عروس جمعیتم در بر کشد تنگ
درین حیرت که فقرش توامان است — ز گنج بے نشانی صد نشان است
نموده آب حیوان در سیاهی — دل اشکسته را نور الهی
سواد الوجه فقر هم ناگزیر است — شکست دل درستی فقیر است
مرا زین فقر بیرون کار خام است — درین فقرا شوم راسخ تمام است
همین فقر است نقد جان آگاه — جز این پنداشت امیدان ندید راه
اگر در یاد کرده باز گشتی — به یادش داشتی همراز گشتی
ز چندین نفی و اثبات نگهداشت — غرض فقر است و باقی جمله پنداشت

همان در انجمن خلوت گزیدن — ز آسیب نشان مندی رمیدن
همان اندر وطن در سیر بودن — همان در کار نفی غیر بودن
همان بر هوش در دم ایستادن — نفس را در دم آگاهی نهادن
همان کردن نظر را بر قدم بند — پشیمان بودن از چشم پراگند
پئے فقر است تحصیل مناجات — مناجاتے ورائے نفی و اثبات
مناجاتے برون از وهم اغیار — نه دیده محرم و نے دل خبردار
شهود بے جهت قائم بہ مشهود — جهت را با مشاهد کرده نابود
دران خلوت کہ جسم و جان نگنجد — بجز نظارهٔ جانان نگنجد
بجز نظاره چیزے در میان نه — خود از نظارگی نام و نشان نه
نظر هم نیست اینجا جز تحیر — فَاِنَّ الذَّاتَ مَمْنُوعُ التَّفَکُّر
درین بستان بود نخل برومند — دل آگاه و جان آرزومند
ولیکن زو بجز خون جگر نیست — گلے جز خار حسرت در نظر نیست
دو معنی حاصل است آزادگان را — بدام عاشقی افتادگان را
یکے در طلب دیگر فسردن — به استغنائے مطلب راه بردن
چه گفتم حاصلے غیر از عدم نیست — کسے را شرکت اندر بیش و کم نیست
اگر درویش درویش است از نیست — سخن کوته که جائے گفتگو نیست
طلب بے چون و مطلب ہیچگونه — نه آن را شبه و نے این را نمونه

محبت خانهٔ فارغ ز غوغا
ز کثرت دور و از نسبت مبرا

بیان نسبت و تحریص بر طلب محبوب حقیقی

بیان قاصر ز محبوب حقیقی — طلب تنزیه مطلوب حقیقی
بیانم را چو توفیقش رفیق است — بیارم آنچه لابد طریق است
گذشتن از خود اول شرط کار است — فراغت چون بسے بے اعتبار است

همه لذّاتِ روحانی حرام است   حظوظ نفس ظلمانی کدام است
حجاب تست در راهِ خرابات   چه ذوق علم و چه حفظ مقامات
دل اندر جستنِ احوال پست است   دل خود بین که خود چون بت پرست است
بران شو کز هوس آزاده باشی   مراد دوست را آماده باشی
چو زین کوشش بیفتد با کشش کار   به کلّی میل ازین بتخانه بردار
محبّت چون نماید زور بازو   ز معشوقت هم استغنا دهد رو
شود عشق این محبّت را تجلّی   نه صورت ماند اندر دل نه معنی
همان ذات از ورائے اعتبارات   ببیند از خرابی در عمارات
بدین سان بود عشق از پرده بیرون   که از لیلی فراغت داشت مجنون
چو آید غیرت معشوق در جوش   کند یکباره عاشق را فراموش
چراغے را که رخصت کاریش بود   دو روزے در امانت داریش بود
امانت خواه بستاند چنانش   که در عالم نیابد کس نشانش

مبارک خلوتے غیرے دران نه
زمانی و توئی نام و نشان نه

در تحقیق مشاهده و رویت سخن گفتن

خبردار ان اسرارِ حقیقت   بچشم و دل گرفتار حقیقت
چنین گویند کانواعِ تجلّی   ز صبح کشف تا شام تدلّی
به وجهے در سه قسم آمد مقرر   بهر قسمش جهان نور مضمر
یکے در صورتِ مخلوق ظاهر   ز فوق عرش تا حدّ عناصر
مقیّد نیست این قسم از سعادت   نه در صحرائے غیب و نے شهادت
چو در صورت بود گر در مثالست   علی التحقیق زین قسم اتصال است
همان در کسوت نور مثالی   ز رنگ و حیّز و اشکال خالی

تجلی صورت است از ریب و شک دور — تعالی الله زهی نور علی نور
بلے مرئی چه ظلمانی و نوریست — چه حسی چه مثالی جمله صوریست
کسے زین جلوه بالاتر نه بیند — برون زین قسم چشم سر نه بیند
شب معراج چوں سلطان گزیده — خلاف آمد که دیده یا نه دیده
محقق این که در تحقیق این راز — به نادیدن کند قانون خود ساز
که ذات حق بغایت ناپدید است — بجز چشم یقیں ادراک دید است
ظهور ذات حق در قلب انور — بود چوں جرم خور در چشمه خور
اگرچه جرم خور دیدن نیاری — وجودش لیک پوشیدن نیاری
تجلی بے گماں نسبت بذات است — شهودش داں پس نور صفات است
همه در پردهٔ انوار اسماء — شاهد نیست جز قلب شناسا
ولے در آخرت سلطان مختار — بچشم سر دهد جلوے درین کار
فتد در موطن تبلی السرائر — بروے روز انوار ضمائر
بجنت آفتاب و ماه بنود — بجز رخساره جاں آگاه بنود
مرا بالجمله تحقیق آنچناں است — که دیدار خواص آن جهان است
اگر عارف بهنگام عبادت — به دیدار و به دیدن کرد اشارت

عبارت از شهود صوری است آں
پئے تسکین درد دوری است آں

در بیان تجلی معنوی و فنا در وحدت صرف

چو از صورت برآید سالک راه — بجان مشتاق قرب لی مع الله
بخشش جلوهٔ معنی رباید — در اذواق و معارف بهره یابد
ببیند دوست را در کسوت علم — شود مستلک اندر سطوت علم
فنا در وحدت صرفش دهد دست — کشیده جام و از ساقی شده مست

فنا در وحدت صرفش وہ دشت
کشیدہ جام واز ساقی شدہ مست
خوش آں مے کافگند پردہ ز کارم
بروں از پردہ بنماید نگارم
دل از جام و صراحی سرد گشتہ
زخود وز گرمی مجلس گزشتہ
بلا انگیز سرو مجلس آرا ے
بہ یکتائی و غیوری زدہ اے
زننگ خود پرستی چند رستہ
نقاب افگندہ وتنہا نشستہ

در بیان تجلّی ذاتی و فنا و بقا

روندہ چوں ازیں کشور بر آید
دلش در کسوت دیگر در آید
فنائے لم یزل دادہ شکستش ۶۵۰
بقائے لم یزل بگرفتہ دستش
تجلّی خواہ سرمست و قوی دل
بذات آئینہ افتد مقابل
مقابل لیکن از نسبت مبرا
بہ پندار تقابل گشتہ یکتا
شود نور یقیں مست نظارہ
دل و چشم و خیال افتد کنارہ
یقینے تا حد حق الیقینش
یقینے مقصد و معراج دینش
یقینے اسم المومن نقابش
ز ہر وہم و گماں بیروں حسابش
یقینے اصل دید آں جہانے
یقینے تیز گرد لامکانے
دریں موطن مجال آگہی نیست
مشاعر را دریں خلوت رہے نیست
کہ برہان وجودش ہم وجودش
شہودش را دلیلے ہم شہودش

در بیان تجلّی ذاتی و تجلّی معنوی و تجلّی صوری فی علم حضوری

حضور ذات اگر در خلوت جاں
بود بے پردہ کشف ذاتی است آں
دگر علمی حصو علم حضوریست ۶۶۰
ولے در پردہ کاں امر ضروریست

ولے علمی حصولے شد بہت نامش — تجلّی معنوی دانند نامش
اگر در صورتے مرئی کند روئے — تجلّے صوریش خواند سخن گوئے
دو جا لیکن ظہور ایں جمالست — یکے در حسن و دیگر در مثالست

در بیان تحقیق علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین و مراتب آں

دلم دوشینہ در فکر یقیں بود — در اطوار ظہورش تیز بیں بود
کہ یارب شاہد عین الیقیں چیست — دراں عین الیقیں مقصود بیں کیست
چو رفت از خود دل خلوت نشینش — کہ دارد دولت حق الیقینش
چہ معنی دارد از خود در گذشتن — صفات دوست را آئینہ گفتن
بر دل از علم بینائی کدام است — دگر علم است۔ عین حق چہ نام است
صحیح است آنکہ از خوان سعادت — دہند اول مراد۔ آنگہ ارادت
یقین گر نفس از جان و قبول است — دم عین الیقیں آں خود فضول است
شد از نور یقیں تحقیق ایں راز — کہ ایں نور۔ نور عرش پرواز
چو آں نور است نور حق تعالی — ز اصل خود جدائی نبود اورا
نخست آں دل کہ ذوالخلق عظیم است — امانت دار آں نور قدیم است
بہ ہر دل در خود جنس ارادت — ظہورے دارد آں عین سعادت
تعالی اللہ چہ عالی قدرت است ایں — بنام حق چہ زیبا حکمت است ایں
چو آں نور از کثافتہاے دورے — جدا از اصل خود گیرد ظہورے
نظر بر علتش افتد نیک و بد را — شود علم الیقیں نامش خرد را
چو ادراک مرکب گشت تار — بہ ادراک بسیط افتد سرو کار
چو عجز از درک ادراک است ادراک — کمال است اعتراف ما عرفناک
ازینجا ما عرفنا ہم عرفنا است — عرفنا یکہ اسم بے مسمی است

ازیں تجرید ایمان است عریان / ازیں روئے بغیر مخلوق است ایمان
ازیں معنی است با حق آرمیدن / فلک در گشتن از ایمان بریدن
چو از وجہے شک آمد در وجودش / مدارے نیست چنداں بر شہودش
خلیل از ستر صوری چوں بر افشاند / کتاب لا احب الآفلین خواند
محقق راست اندر پردہ رازے / دلش با پردگی دارد نیازے
دریں دم جلوہ عین الیقین است / ولیکن جلوۂ خلوت نشین است
باصل خود رسید آں نور جاوید / برہنہ از لباس بیم و امید
حضور ذات در مرآت نور است / ازاں عین الیقیں عین حضور است
چو در علم از معتام خود بروں بود / ز نسبتہائے گوناگوں زبوں بود
بسے نا حق شناسی می شد آنجا / سراسر نا سپاسی می شد آنجا
چو توحید آمد اسقاط اضافت / یقین وارست ز آسیب کثافت
دریں معمورہ جز حق الیقیں چیست / بجز حق واقف علم الیقیں کیست
کہ در حق الیقیں از غیر رہ نیست / یقیں را از رتبہ زیں بیشتر نیست
دریں موطن کہ مطلق کشف ایں است / شود روشن کہ مطلق نور عین است
محقق شد ازیں علم مسلم / کہ وجداں بر طلب آمد مقدم
نہایت درج بودہ در بدایت / تعالی اللہ زہے نور ہدایت
چہ خوش گفت آں حکیم کار آگاہ / چو سائل بالیقیں گفتش ہو اللہ
صفاتش در تحقق عین ذات است / ہماں ذاتش ز نسبتہا صفات است
یقینے کاندریں تحقیق گفتم / ہماں سرمایۂ تصدیق گفتم
حضور سادہ آمد اصل ایقان / مدار انقیاد و سنت ایمان

ز ایماں کرد نابینا کنارہ
مشاہد را از ایماں نیست چارہ

در تحقیق تجلیات و در کشف مراتب آں و بیان وحدت صرف

دگر رہ در رہِ دل اے سخنداں
چراغ از نور تحقیقت فروزاں

یقین کشف صوری از چہ بانست
چرا انوار معنی در خیال است

فروزاں خاطر فرخندہ دیدار
بجوش آید چو دریائے گہربار

کہ در ہر جا جداگانہ حضوری است
ز اطوار یقیں ہر سو ظہوری است

حضور ذاتی از صورت بجو بند
ازاں عین الیقیں آنجا بگو بند

مقید چوں ہمہ وہم و خیال است
یقین مطلق اندرے و محال است

یقینِ معنوی ہم مثل صوری است
دریں رہ کشف ایں معنی ضروری است

اگر خواہی شود مکشوف ایں راز
حجاب ہستی از جانت بر انداز

دگر خواہی بگیرد در تو ایں دم
بروں از پردہ شو و اللہ اعلم

بذکر دوست گویا کن زباں را
بخش کحل حضوری چشم جاں را

نسیم ذکر با وجدانِ مذکور
کند گردِ خواطر از نظر دور

حلاوت ذکر را از پا در آرد
بہ وجدانِ مجرد جا گزار

حضورِ سادہ رخشاں است اینجا
توجہ عینِ وجداں است اینجا

درآید چوں باستیلا توجہ
شود چوں ذکر نا پیدا توجہ

دل از خورشید وحدت نور گیرد
وجودش جملگی مذکور گیرد

دلش از نور خود علمے و ہم دوست
چہ گویم اللہ اللہ کاں چہ نیکو است

دریں رہ ہر کہ انوار خدا یافت
بہ تحقیق انتہا در ابتدا یافت

بروں از صورت و معنی نگاریست
مجرد از تماشا انتظاریست

تماشا کن نگار عالم افروز
بیاب ایں انتظار آدمی سوز

سعادت بخش ایمان محقق
اگر علمست و ر عین است و ر حق

بآسانی دریں رہ میتواں دید
زہے برگشتہ بخت آنکس کہ نشنید

طرقِ مستنیر است اینکہ گفتم — بیکتائی مشیر است اینکہ گفتم
زخود بیرون مرو کز تو جدا نیست — خودی بگزار کایں خود آشنا نیست
شمردم آنچہ می باید شمردن — تو دانی و قبول راہ بردن

تمام شد مثنوی گنج نفقر
تعداد اشعار

(۵۲۶)

متفرق اشعار

از مثنوی گنج فقر کہ از وجہ مجبوری در مسودہ داخل کردہ نہ شد بلکہ نقل آں از نسخہ دیگر کردہ شد

بشام ہجرت و تاریکی غار ۵۲۷ بآں خوش عنکبوتے عنبریں کار
بجور کز قریش واقع با دید ۵۲۸ بآشوبے کہ دشت کربلا دید
بدار و گیر بدر حرب و خندق ۵۲۹ بروز فتح و نور حصحص الحق
بآں شب کز سرائے ام ہانی ۵۳۰ رسیدہ در مقام لامکانی
بہ بیروں رفتن از آوازہ این دہ ۵۳۱ بہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ معراج
بدید آنکہ می بایست دیدن ۵۳۲ بہ بیخود گفتن و بے خود شنیدن
دراں خلوت کہ چشم جاں نگنجد ۵۹۰ بجز نظارہ جاناں نگنجد
بجز نظارہ چیزے درمیاں نہ ۵۹۱ خود از نظارگی نام و نشاں نہ
نظر ہم نیست اینجا جز تجید ۵۹۲ فان الذات ممنوع التفکر
دریں بستاں بود نخل برومند ۵۹۳ دل آگاہ و جانِ آرزومند
ولیکن بر بجز خون جگر نیست ۵۹۴ گلے جز خار حسرت در نظر نیست
دو معنی حاصل ست آزادگاں را ۵۹۵ بدام عاشقی افتادگاں را
یکے درد طلب دیگر فسردن ۵۹۶ باستغنائے مطلب راہ بردن

دربیان تحقیق علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین و مراتب آں

دلم دوشینه در شکر یقین بود ۶۶۴ در اطوار ظهورش نیستند بین بود
که یارب شاهد عین الیقین چیست ۶۶۵ در آں عین الیقین مقصود این چیست
چو از وجهی شک آمد در وجودش ۶۸۳ مدار نیست چنداں بر شهودش
حضوری ساده رخسار نیست این جا ۷۱۴ توجه عین وجدان است این جا
در آید چوں در استیلا توجه ۷۱۵ شود چوں ذکر ناپیدا توجه
دل از خورشید وحدت نور گیرد ۷۱۶ وجودش جملگی مذکور گیرد
درش از نور خود علی و هر دوست ۷۱۷ چگویم الله الله روی نیکوست
دریں ره هر که انوار خدا یافت ۷۱۸ به تحقیق انتها در ابتدا یافت
بروں از صورت معنی نگاریست ۷۱۹ مجرد از تماشا انتظاریست

ساقی نامه

طبعی که سخنوری گزیند — در پردهٔ صید کی نشیند
در گوش دلم فسانه گفت — مجنون فسرده را بر آشفت
یعنی چه مقام حیرت است این — هنگام طلب خموش بنشین
چوں قصهٔ جام و باده آمد — میدان جنوں کشاده آمد
در دامن ساقی خود آویز — دیوانگی نما و برخیز
ساقی قدحی که هوشیارم — زیں هشیاری بسی فگارم
ایں کاسه که بر سرم نگون است — جامیست اگرچه غرق خون است
در چشم میش بیفگن از دست — تا خود بمراد دل شود مست
مجنون تو یک پیاله خواهد — زان بادهٔ دیر ساله خواهد
من پیر کهن گدای جامم — زان جرعهٔ کهنه ده بکامم

آں جرعہ چو در سرم زند جوش — دنیاے کہن شود فراموش
عقلم چو صحیفہ اش کند طے — در جرعہ زدم چو بوے دُرّے
چوں جرعہ نمے برہنہ ماند — گر در جسم مے رود تواند
اکنوں پئے جرعہ گر شتابی — نہ جرعہ نہ بوے جرعہ یابی
ایں میکدہ جملہ جاں پاک است — ویں بادۂ خم نہ ز آب و خاک است
ساقی ہمہ خون من فشردہ است — آں جاں کہ شنودہ بود مردہ است
بر من دو سہ قطرہ می فرو ریز — امروز قیامتے بر انگیز
روحے کہ شود درو فراہم — نہ حشر شناسد و نہ آدم
ایں صورت تو عرش آشیان است — اسرار عجب درو نہان است
نہ بار کفن نہ قید رفتار — اوّل قدمش مقام دیدار
ایمان برہنہ بادۂ تو — فردوس۔ دلِ کشادۂ تو
دوزخ صفتے کہ از تو دور است — سبحان اللہ عجیب صور است
من گرچہ آتشیں دماغم — از نکہت تو شگفتہ باغم
اے زاہد خام طبع۔ بے کار — خود را گروِ دو جرعہ بسپار

در پاے طبیعت خرامست
یک قطرہ ز دُرد مے تمام است

ساقی بہ دلِ کشادۂ تو — سوگند بہ جام و بادۂ تو
کامروز جز ایں ہوس ندارم — کاندر رہ بادہ جاں سپارم
دستے کہ ز بادہ دور باشد — در خاک سبو چرا نباشد
مجنوں کہ ز ہجر بود سرمست — لیلےٰ گفتے و رفتے از دست
من نیز دمے برآورم سرد — زاں شیفتہ کم نیم دریں درد
معشوقہ بہ چند نام گویم — ساقی و شراب و جام گویم
در ذکرش اگرچہ برقرارم — عمریست ز دست رفتہ کارم

من ذوقِ سخن چناں ندارم — آں کالبدم کہ جاں ندارم
دارم بخیالِ مے سروکار — می گویم و بے خبر ز گفتار
من بیہدہ در کدام حالم — از گفتِ من است و از خیالم
وقت است کہ ایں جہاں ویں گفت — با نفس وصالِ او شود جفت
توسیں کماں چوں نہ بینم — برخیزم و گوشۂ نشینم
ہاں شحنۂ محتسب بمیرد — از مستِ چنیں خبر نہ گیرد
ساقی من ازیں حیات سیرم — بنمائی کرشمہ تا بمیرم
از خلقتِ ایں دو ست نابود — دانم کہ لیعبدوا است مقصود
در زندہ سری فگندگی نیست — جز خواریِ مرگ بندگی نیست
مستے کہ ز پائے خم شدہ مست — زاہد شدہ مست چند نشست
ساقی برساں شراب نابے — من جملہ شبم تو آفتابے
در کسوتِ بادہ روز خواہم — آں پرتوِ دل فروز خواہم
عقل ایں سخنم نہ می پذیرد — کز روز شبے چہ بہرہ گیرد
من بوئے تو در دماغ دارم — از عقل کنوں فراغ دارم
روحم بہ طفیلِ نکہتِ راح — آمد چو صباح رفت مصباح
روز است مرا و بخت بیدار — گر شب برود برو چہ در کار
ایں نقد ز دست دادہ اولی — ایں بار ز سر فتادہ اولی
چوں او آید چہ طاقتِ من — چوں دوست رسد چہ جائے دشمن
او رونقِ دین و جانِ ہستی — دیگر ہمہ گو کہ خود پرستی
اینک من ازیں نمد گذشتم — اے آئینہ فتنۂ تو گشتم
لیکن نہ چنانچہ روئے بینم — تا پیشِ تو لحظۂ نشینم
چشمِ بد و نیک از میاں دور — خود مانی و آں تموّجِ نور
زیں پیش بہ خطۂ بخارا — بودی چو حباب آشکارا

آئینه ارجمندئی بود — نه نقش و نه نقشبندئی بود

امروز درین حصار بنشین — این مشت خیال را فرو چین

اینجا تنم ارچه اوفتاد است — جانم به همان زمین فتاد است

دارم به همان زمین سرو کار — من نیز بجاریم به رفتار

ساقی مئے نقشبند پیش آر — من صید توام کمند پیش آر

هر چند کمند عنبرین بو — آن نیست که آورد بمن او

آهوئے ختن شکار دارد — بر لاشه خرے چه کار دارد

عطار که نقشبند ثانی است — در حلقهٔ آن کمند فانی است

آن رشته که پارسا لقب بود — در پیچش آن کمند آسود

آن خواجهٔ بندگان آزاد — سر در خم آن کمند بنهاد

من چون هوسے چنین نیارم — من خود سگ این سیار خارم

در کان نمک سگ ار نشیند — خود را بجز از نمک نه بیند

خوش آنکه سه یار چار گردد — قصر ادب استوار گردد

خشتے شده ام که این نکو قصر — آید به کمال خود درین عصر

یک جام ازین مئے که دارد — از من به تمام سر بر آرد

بزمے که دران زلال نوشان — خوانندم ختم مے فروشان

شرط طلب است امید بستن — نومید نمی توان نشستن

امید سرے به کار دارد — عکسے ز جمال یار دارد

امروز درین رباط فانی — دارم به امید زندگانی

شمعے که درین سیاه خانه ست — امید وصال آن یگانه ست

روزم به امید او سفید است — جان در بدنم همین امید است

باشد که برون ز جستجویم — بخشند دو چند آرزویم

---

۱ اشاره بحضرت مولانا یعقوب چرخی قدس الله سره

گفتم سخنے زکامرانی   اے ارحم راحمین تو دانی
در دیده کشم قبول خود را   خاکِ قدم رسولِ خود را
اے خاک مدینه در کجائی   در دیدهٔ من چرا نیائی
اے مردم چشم و نور بینان   وے چشم و چراغ نور بینان
در باب غم آشیانه دارد   بنواز سیاه خانه دارد
سوزندهٔ غم کهن تلف به   این چتر سیاه را شرف ده
اے نور دل چهار عنصر   اے خوش صفه درون همه در
اے در تو تاج آفرینش   سرچشمهٔ مرغزار بینش
اے نور تو چون فلک هویدا   نعم البدل زمین بطحا
اے حجلهٔ خواب گاهِ مقصود   فردوس به درگهت جبین سود
اے از تو زمین بدین خدائی   دیدهٔ شرفِ ابو ترابی
اے آمده نور آسمانی   حاصل شده سرّ لا مکانی
سبحان الله چه نسبت خاک   با سرِّ لما خلقت الافلاک
او سرّ کمال مصطفیٰ بود   با این گره نسبتش کجا بود
من حاصل این خطاب گویم   مضمون ابو تراب گویم
خاک اند جماعتے که مردند   هستی به خدائے خود سپردند
از سطوت نور در شکسته   وز آب بقا فرو نشسته
کردی نه به پشت پائے زینسان   در دگف پائے خود چه امکان
سر حلقهٔ خاکیان علی بود   سر سلسلهٔ جهان علی بود
زان گنج دو نهر سبز بگشود   یک سو حسن و حبیب و داؤد
معروف و سری جنید بغداد   کز وے طرفِ کثیره بکشاد
یک سوئے دگر لطیفهٔ پاک   مستور به زیر پردهٔ خاک
سبطین رسول و زین عباد   پس باقر و صادقِ نکو زاد

این سلسله از طلائے ناب است | وین خانہ تمام آفتاب است
القصہ ابو تراب این است | تفسیر اشارت این چنین است
ہر چند غرض درین کرامت | افتادہ ز راہِ استقامت
لیکن سر رشتہ بجا بود | عشقم بہ جمال مصطفیٰ بود
گر خاک مدینہ می شنودم | در راہ نیازِ خواجہ بودم
در مدحت حاملان رازش | گفتم ہمہ بود در نیازش
اے خواجۂ بارگاہ سرمد | سر حلقۂ انبیا محمد
وہ وہ چہ زبان پاک دارم | این راہ چہ گونہ می سپارم
این تنگ بساط در نوردم | ہم گردِ زبان خود بگردم
گویم سر و سرورِ من است این | ۱۱۰ مداح پیمبرِ من است این

سبحان اللہ بلند ذات است
حمالِ حروف عالیات است

سلسلۂ پیران طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

زصدیق و سلمان در قاسم | چو صادق یافت مُلک سینہ معمور
بدان معنی کہ آبائے کرامش | ذخیرہ داشت شد نورٌ علیٰ نور
دو در سینہ راند صادق سوئے بسطام | ولیک از چشم ہر بینندہ مستور
ہماں عشوہ بہ مُلک خرقان برد | لباس شیرداں پوشیدہ طیفور
چو شاہ خرقان مسند نشیں شد | بہ طوس افگند بانگ فی دو شو دور
یکے طوسی نثار افشاں بر آمد | در آں گنجینہ شد ناگاہ گنجور
ز گنجوری بہ سلطانی در آمد | ز شاہِ گورگاں آوردہ منشور
ولیعہد فریدوں بود و جمشید | چراغ قیصر و خاقان و فغفور
ز فرزندان آں مصر ولایت | عزیزے در ہمہ دانست مشہور

امام وقت ابو یعقوب یوسف — حجاب آفتاب و غیرت حور
عزیز مصر را دُرِّ خلعت شد — که خضرش در صدف بود است مستور
نقاب نیستی انگشت در سر — عروسے را که در پرده است منظور
کنوں خلوت کده سلطان دین است — زمین غنچه داں آں منبع نور
چو شاه نقشبند افراشت رایت — فگند از کف قلم مانی و شاپور
به بے نقشی نشان خویش گم کرد — غبار چشم بد افشانده از ستور
جنید و بایزید آورده یک جا — به نسبت جذبه را بنشانده از شور
برآمد ساقی ناگاه سرمست — زباں بگشاد موسی وار بر طور
امانت دار او یعقوب چرخی — که کم بودش نقش غیر مخطور
فرو رفتند در نیل جلالش — فراعین هوا مکشوف و مقهور
گرامی خواجهٔ احرار از وے — خرابات جهاں شد بیت معمور
وجود خواجه و انفاس پاکش — نمود ارے ز اسرافیل و ناقور

چو عمرش فیض و فردوس لقا بود
هم آنجا ختم شد ایں سعیٔ مشکور

تاریخ تولد برخوردار خواجه عبدالله و برخوردار خواجه محمد عبدالله

که در یک سال سنه ۱۰۱۰ھ متولد شدند سلمهما الله تعالیٰ

در باغ طراوت جوانی — بے برگ گزشت زندگانی
هرگز نه شمیده بوئے فرزند — بودم سروے به سایه خورسند
آخر به برے امید بستم — افتاد شگوفهٔ بدستم
طبعم غزل نشاط می گفت — دیدم ناگه بهار بشگفت
تاریخ شناس تیز بیں مرد — بشگفت بهار۔ در خطے آورد
زاں هائے دو چشمهٔ بهارم — بنمود دو دُرِّ شاهوارم ۱۰۱۰ھ

یعنی کہ ہماں دو نورِ باہر — دریک تاریخ گشتہ ظاہر
بالید پس از مرورِ ایّام — در بارِ درخت شد دو بادام
مابین ظہورِ آں دو گوہر — بگزشتہ چہار ماہ و اکثر
آں گشتہ دریں خرابہ منزل — روزیکم از ربیع اوّل
بود آخرِ عصر کاں یگانہ — اُفتاد دریں سیاہ خانہ
خورشید گزید خوابگاہش — کاینک شب بد روشنی ماہش
انگشت ہلال در دہن بود — کیں شعلہ غریب خور شکن بود
زیں سقف دریچہ ہا کشادند — نظّارگیاں در ایستادند
خود نیز بہ شرق شد گریزاں — کاید بہ پناہِ صبح خیزاں
زیں طرفہ نشاطِ خاطر افروز — شد دامن شب چہ بہرہ اندوز
قطب از طرفے نفس برآورد — کاینک بہ توی سپارم ایں برد
اندر ملکوت غلغل افتاد — کاسلام بہ شکل آدمی زاد
گفتند کہ تہنیت رسانیم — ایمان محمدیش خوانیم
درخانۂ کمترین غلامے — شد بندہ یکے بزرگ نامے
ایں نامِ خجستہ د ملک زاد — ان شاء اللہ شفیع من باد
بر درگہ خواجہ ام رساند — گوید ز من آں سخن کہ داند
گوید کہ ز سترِ کارم آگاہ — او مفلس و من خدیبۂ شاہ
کارش ہمہ گردِ من تپیدن — اُنسش بخیالم آرمیدن
من بودم و نقد خانہ او — سرگرمی آستانہ او
بیچارہ قلندرے تہیدست — می بود خدیبۂ دار پیوست
چوں باغ طبیعتش بہ آورد — در میوہ جمال من اثر کرد
چشم ملکی شناخت زادش — زانروے بدیں لقب نہادش
القصّہ دراں گزشتنِ روز — آمد بزمیں چہ باد نوروز

گردند موذنان اسلام ‌ ‌ ‌ تکبیر اذاں بگوششش اعلام
تا فطرت او ثبات یابد ‌ ‌ ‌ دین ابویں بر نتابد
برخیز بلا موذن غیب ‌ ‌ ‌ در گوش من آر بانگ لاریب
این خستہ بسے نیاز مند است ‌ ‌ ‌ یک اشہد از بست پسند است
گر یکدم الا از تو گیرم ‌ ‌ ‌ واللہ کہ ہماں زماں بمیرم
یک شعلۂ نور دہ بہ روزم ‌ ‌ ‌ تا خانۂ ماسوا بسوزم
خود را بہ تو باز می سپارم ‌ ‌ ‌ می میرم و شعلہ می گزارم
در غور نیم از من سیہ روز ‌ ‌ ‌ خود شعلۂ خویشتن برافروز
این عمر کہ باد بردہ بہتر ‌ ‌ ‌ این مرگ جلی ستردہ بہتر
اے دوست بحق دوستداری ‌ ‌ ‌ خواہان توام بجان سپاری
ہاں از تو قدم بناز ماندن ‌ ‌ ‌ از من سبق فراق خواندن
ہجراں تو وصل جاودانی است ‌ ‌ ‌ در پیش تو مرگ زندگانی است
افتد کہ چنیں نہ می ہراسم ‌ ‌ ‌ کز حی علی الصلاۃ نہ می ہراسم
گر حی علی الصلاۃ گوئی ‌ ‌ ‌ ہم خود بہ صلاۃ من بپوئی
در زیر کفن شوم فراہم ‌ ‌ ‌ رشک ہمہ زندگان عالم
من مردہ و دوست در نمازم ‌ ‌ ‌ سبحان اللہ بجود بنازم
افتاد بہ صحفہ تجلی ‌ ‌ ‌ گویم و ہو الذی یصلی
گردند دو کون مدح خوانم ‌ ‌ ‌ قَدْ اَفْلَحَ ابتغی نشانم
این نقش وجود بر تراشم ‌ ‌ ‌ تکبیرے اذاں شنودہ باشم
ہاں اللہ گوئے تا بجوشم ‌ ‌ ‌ اینک چو صدف تمام گوشم
در راہ الہ ار شوم نیست ‌ ‌ ‌ حاجت بسماع اکبرم نیست
در چشم من آں الف عظیم است ‌ ‌ ‌ دانم کہ صراط مستقیم است
من یکدم سرد تام دارم ‌ ‌ ‌ یک رشحہ حیات کام دارم

از رشحه کفایتست این کار / چون من بردم چه کم چه بسیار
چون در نگری غرض تمام است / سررشته رشحه هم بجام است
گر بحر رسد به تشنه کامی / سیرابی اوست هم ز جامی
نی نی علم مقام درویش / عالی است ز حرف اندک و بیش
دریای ازل بسی شگرف است / سبحانک تبت این چه حرف است
ای بس کمثله نقابت / سررشته عقل ستو ثابت
من چند فذ عاقلی دریدم / ایمان محمدی گزیدم
از قید تفکرم چه حاصل / آن خواجه بس است عقل کامل
من هیچمدان همه گمانم / تحقیق ره چنین که دانم
هر چند که خلق ناشناس است / گویند که عاقلست و داناست
استادم و دانشم کتابم / دانی که من از کدام بابم
طفلم که نخورده شیر مادر / افتاده همان بخاک و خون در
بگذشته هنوز پیش سلطان / دارم دلکی تمام افغان
گمنامم و کار جمله خام است / بسم الله نام من کدام است
نامی نه کزو مرا بخوانند / نامی که مرا ز من رهانند
اینجا سر عقل می خورد سنگ / هان خامه به اصل قصه زن چنگ
تاریخ یکی چو شد نمودار / هنگام تولد دگر آر
افتاده به بحر و بر طلاطم / ماه رجب و پگاه ششم
چون صبح رسید اخیر شب / چون روز ز روشنی لبالب
چون ماه تمام منشرح صدر / در ظلمت شب چو ساعت قدر
با نور محبت خدائی / در آخر فقر و بی نوائی
با خود جهت کمال آمد / خورشید پئی تهجد آمد
در عین شب آفتاب برخاست / تا صبح پسین شتاب برخاست

آں شب در معرفت کشودند　　تمثال طلسم خود نمودند
خورشید به احتجاب خود در　　کردند ستارگاں بروں سر
از شعشعۂ چراغ بسیار　　ایں عرصۂ تیرہ شد نمودار
در دیدۂ شپراں چو کم زاد　　وحدت پس ایں دو کثرت افتاد
چوں سر کشد آفتاب بر من　　افتادہ نہ تیرہ و نہ روشن
آں تیرہ بہ قلزم فنا گم　　روشن بہ حجاب اجتبا گم
خور نیز حجاب نور دارد　　در پردہ چنیں ظہور داد
گر پردہ ز روئے خود کشاید　　خود نیز باجتبا در آید
یارب کہ طلسم خود کشائی　　ایں طفلک را باو نمائی
خود را بنظام خود گزارد　　چوں نخل ز دانہ سر برآرد
چندیں ہمہ آفتاب رفتند　　در بحر تو چوں حباب رفتند
ایں قطرہ ہم از شمار ایشاں　　در موج خودش مکن پریشاں
باشد کامم ازو بر آید　　چوں بینمش از تو یادم آید
بس تشنہ و بس خرابم اے دوست　　در حسرت یکدم آبم اے دوست
ہر جا کہ ترشح تو بینم　　در العطش آیم و نشینم
اے بحر طلب بکام من شو　　امروز یکے بجام من شو
من جام چہ می کنم گدایم　　مشتاق توام دہن کشایم
اکنوں دہنم کشادہ بہتر　　بحر سخن ایستادہ بہتر

زیں گفت و شنود حاصلے نیست
حیراں و خموشش بایدم زیست

قطعۂ اوّل
از ساقی نامہ و دوم از تاریخ است

ایں صوت تو عرش آشیانست　　۱۹　　اسرار عجب در دہاں است

نہ بارِ کفن نہ قید رفتار ۲۰ اوّل قدمش مقام دیدار
ایماں برہنہ بادۂ تو ۲۱ فردوس دلِ کشادۂ تو
دوزخ صفتے کہ از تو دور است ۲۲ سبحان اللہ عجیب صور است
من گرچہ کہ آتشیں دماغم ۲۳ از نکہت تو شگفتہ باغم
اے زاہد حسنام طبع بیکار ۲۴ خود را گرد دو جرعہ می دار
دریائے طبیعت خراست ۲۵ یک قطرہ ز دُردِ مے تمامت

تاریخ تولد برخوردار خواجہ عبداللہ و خواجہ محمد عبداللہ کہ در یکسال متولد شدند

در باغ طراوت جوانی ۱ بے برگ گزشت زندگانی
ہرگز نشنیدہ بوئے فرزند ۲ بودم سروے بسایہ خورسند
در خانۂ کمترین غلامے ۲۰ شد بندہ یکے بزرگ نامے
دیں نام خجستہ و ملک زاد ۲۱ انشاء اللہ شفیع من باد
بر درگہ خواجہ ام رساند ۲۲ گوید ز من آں سخن کہ داند
گوید کہ دستِ کارم آگاہ ۲۳ او مفلس و من خنزینۂ شاہ

تاریخ تولد برخوردار خواجہ خُرد و اسمہ خواجہ محمد عبداللہ سلّمہ

گل شکرے بو العجبے دست داد ۱ شکر ہندی گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گلِ زعفران ۲ شد شکر آلودۂ ہندوستاں
شاخ گل از باغ ولایت شگافت ۳ از قدح ہند شکر آب یافت
شاخ بناتے شد ازیں طرفہ فن ۴ أَنْبَتَهُ اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا
بلکہ نہالے است بروں از جہات ۵ آمدہ در عرصۂ ایں شاہ مات
گرچہ فرو رفتہ دریں نیک مہد ۶ بار ور است از اثر قرب عہد
آمدہ پس در رحم ایں نیسرہ تخم ۷ ماہ رجب بود و صباح ششم

کرد قلم سال ولادت رقم
ہاں بشمار آنچہ رقم زد قلم

رباعیات

سلسلۃ الاحرار

۱

سبحان اللہ زہے خدائے متعال — عالی ز تصور و مبرا ز خیال
از نور لطافتش ضمائر مشحون — وز سر سرایتش جہان مالا مال

۲

گو بند وجود کون کو نسبت حصول — نورے بجز از کون نکرد است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است — بر طبق قواعد است در فن اصول

۳

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند — بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
ویں کون معلق از خیال و وہم است — باقی ہمگی ظہور نور قدم اند

۴

بنگر کرۂ درون بیرونش نور — در وے ز عجوبگی بصد نوع ظہور
یا بندۂ انواع ظہورش باطن — واں ظاہر در پردۂ وحدت مستور

۵

تکوین دو کون را صلا در دادہ — دانی کہ در عدم چساں بکشادہ
حادث شدہ نسبتے درون ابیرون — در بیروں عکس آں عکوس افتادہ

۶

با صورت وحق آئینہ عکس نماست — این است ہمیتے کہ حق رابا ماست
ہر صورت در ظہور شرط دگر یست — این نسبت اسباب ازل و ہیداست

۷

آں کسب کہ نزد ما گشتہ عیاں　　در مذہب اہل حق جز ایں ہیچمداں
حق موجود است و فنا درمطلق اوست　　ویں رشتۂ خیال جملہ وہم است و گماں

۸

حادث کہ نباشد بدو آں پایندہ　　تاثیر کند بہ حادث آیندہ
سبحان اللہ زہے خیال باطل　　ایں است وجودے عدمش زایندہ

۹

آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است　　از کن فیکون جز ایں روش بس عجب است
کسے کہ وجود او بجز وہمے نیست　　نسبت بحق ار کند کسے بے ادب است

۱۰

ہر صورت علمیہ کہ ہستش گوئی　　زاں ہست کہ بوئے اصل ازو میبوئی
معلوم کہ اصل است وجود علم است　　جہل است اگر جز ایں روش میپوئی

۱۱

ممکن کہ خرد در حد نیستش بکشاد　　در بدو نظر بہ ہستیش فتوی داد
او در ہستی و ہستی اندر وے بود　　بے چارہ بہ اشتباہ نامے بنہاد

۱۲

از صفائی مے و لطافت جام　　درہم آمیخت رنگ جام و مدام
ہمہ جام است و نیست گوئی مے　　یا مدام است نیست گوئی جام

۱۳

ایں صورت علمیہ کہ در جلوہ گریست　　از خال و خطش جمال مقصود بریست
ادراک مرکب است و مرآت خود است　　در روئے ہمہ چشم بودن از بے بصریست

۱۴

در علم دو وجہ است بے شبہ و ریب　　یک وجہ بہ شاہد است یک وجہ بہ غیب

در وجہ شاہد ہمہ رنگ است و تمیز — در وجہ غیب نے نشان است نہ غیب

۱۵

ایں علم بسیط بے تمیز است و نشاں — در ساحت او ارہ نہ این آمد نہ آں
چوں حاصل تازہ نداردنہ تواں — تحصیل نمود کیں محال است عیاں

۱۶

از حضرت ذات بہرۂ استہلاک است — استہلاکے کہ از تصوّر پاک است
آں معرفت است نام شد ادراک بسیط — آنجا چہ محل دانش و ادراک است

۱۷

ادراک بسیط موطن محو و فنا — ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا
ایں است تفاوت کہ دریں طور قدس — ظاہر شدہ جُفت بود دیں حضرت تنہا

۱۸

ہنگام شعور ازیں مقام عالی — ہر چند کہ ہست دست دانش خالی
در پردۂ نور یک ظہورے دارد — ایں است نتیجۂ علوم حالی

۱۹

لیکن باید کہ نور آں باطن پاک — ہر لحظہ نیفتد ز مقام ادراک
در دیدہ بیاں کون حصولی ماند — تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

۲۰

یارب چہ کلا ہیست بے چارہ — کز کوے حقیقت نشود آوارہ
ہستی بہ کمال قرب ازو مستور است — کون است حصول در روش سیارہ

۲۱

خواہی کہ جمال غیب در دل یابی — زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی
در ذات حق ما تکلم آمد باطل — در فکر چنیں مشو کہ باطل یابی

۲۲

خواہی حق را بہ غیر مظہر بینی — بنشین کہ محال است کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیقے را — در مظہر موہوم مصوّر بینی

۲۳

حق نقطۂ جوالہ جہاں دائرہ داں — بے دائرہ آں نقطہ نیاید بہ میاں
آں دائرہ صورت علوم نقطہ است — واں نقطہ درو بہ جلوہ گشتہ عیاں

۲۴

گر نقطۂ جوالہ بود ذات نقط — واں شکل نمود اعتبارات نقط
گردد چو جہاں کہ جملہ مرآۃ حق است — خط نقط و دائرہ مرآۃ نقط

۲۵

ہر چند کہ دائرہ ز وہم است و نمود — در نقطۂ عروض دائرہ شد مشہود
گویند کہ در نظارۂ کشف و شہود — اعیان ہمہ عارض اند معروض وجود

۲۶

گر نقطہ بجولانگہ خود آمدنے در — بیروں کشد از دائرہ و از خط سر
در ظاہر علم گر کجی دراست شود — در باطن علمش نہ بود ہیچ اثر

۲۷

ہاں تا نکنی غلط کہ از کم دانی — ایں باطن را بروں ز ظاہر دانی
ظاہر بدنے کہ بے خیال روحش — ہر چند کنی تخیلش نتوانی

۲۸

ہر جا ہستی است از نبات است و جماد — گنجے ز صفات خود درو حق بنہاد
ہستی چو بذات خود علیم است و قدیر — از ہست چگونہ علم و قدرت افتاد

۲۹

در ہر شکلے کہ رنگ ہستی پیدا است — نرمے است کہ قادر مرید و دانا است

لیکن ہر یک بپئے تردد گشتہ   در ظاہر علم ازیں صفتہا یکتا ست

۳۰

حق روح جہاں ونفس وآفاق بدن   چوں نقطہ کہ دائرۂ دارد وشکن
ظاہر در وے ہمہ صفات نقطہ است   مظہر بگذار چنگ در ظاہر زن

۳۱

ایں ظاہر بے مثل بسان بدن است   واں لیس کمثلہ درو خیمہ زن است
روح است بہ اعتبار اطلاق وجود   گاہے فصل است گہ او لیس قرآن است

۳۲

ہم بیرنگ است یار وہم رنگ پذیر   آں لیس کمثلہ سمیع است و بصیر
ایں سمع و بصر جز ایں ندارد دگرے   آں مجملہ غنی است وماسوی مجملہ فقیر

۳۳

تنزیہ فقط ز علم سوئے ادب است   از نطق و سمع صاحب بل عجب است
در ظاہر آیات بسے تشبیہ است   در باطن خود تمام آیات رب است

۳۴

تشبیہ را کہ بوئے تنزیہش نیست   در اکثر تنزلات توجیہش نیست
ایں نکتہ ز قسمان عشر باید   سہل است درو ز اگرچہ تنبیہش نیست

۳۵

چوں ظاہر علم پردۂ مقصود است   ویں ہشت خیال سر بسر نابود است
از نقش درے بسوئے بے نقش گریز   وانگاہ نظارہ کن کہ حق موجود است

۳۶

ہر حسن تو مہر پیست ز انہار نقوش   شد ظاہر و باطن تو در کار نقوش
برخیز و جمال نقشبندے بطلب   کاساں شودت شکست بازار نقوش

۳۷

چوں نقش نہادہ رخ نہ بے نقش آری — زاں لوح وجود نسخہ بر داری
نور بیرنگ ترجمانش گردد — زنہار کہ دل بہ ترجماں نہ سپاری

۳۸

آں بے رنگے چو پرتو انداز شود — بس راز نہفتہ راغماز شود
ہر جا نوریست بر کشد جسمانہ بخود — وانگہ بے انکشاف ہر راز شود

۳۹

گویند کہ چوں رسد نئی بہ کمال — گردد دو جہاں ز ترجماں مالا مال
چشم از ہمہ سو سرمہ مازاغ کشد — گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال

۴۰

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ کام — واجب بہ جلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست — بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام

۴۱

اے گشتہ بہر نمود بیہودہ گرد — ایں است مقام کنت سمعہ بشنو
در تست نمونہ کہ بس بے طرف است — بنشیں و بہ ہر طرف مشو در تگ و دو

۴۲

یک لحظہ سرے بہ جیب ہستی درکش — حرف انا گوئی را خطے بر سر کش
گر مرد رہی بہ نامرادی خو کن — یعنی کہ نگار نیستی در بر کش

۴۳

ایں سکہ کہ من زدم بنام فقر است — ویں روشنی از نور تمام فقر است
برخیز رہ خواجہ احرار بگیر — کاں راہ ز سر حد مقام فقر است

۴۴

آمد چو رباعی بہ چہار از عشرات — خاموش شدہ خامہ و دہن بست دوات

ما هم سخنے را که به شرحش گفتیم | کردیم تمام بر محمدؐ صلوات

۴۵

اندیشه چو اربعین خود بُرد بسر | در تفرقه اش چو اهل ظاهر منگر
هر چند که هست کل یوم فی شان | در هر شکلے زبے نشاں داده خبر

۴۶

اے خواجه دریں نامه بسے اسرار است | فهمش ز مقید خرد دشوار است
از کون و مکاں بقید انش فرزند | مجموعهٔ ما سلسلة الاحرار است

۴۷

در راه خدا جمله ادب باید بود | تا جاں باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر به کامت ریزند | کم باید کرد و خشک لب باید بود

۴۸

بدمست من امشب چو مه آراسته است | غم هیچو هلال لاغر و کاسته است
اے صبح بروں میا که ترکاں مستند | اے شب بنشیں که فتنه برخاسته است

۴۹

صحرا نشیں ز سیل حذر کن که آستیں | تر می کنم به گریه و افسرده می روم
آں گلبنم به باغ تو کز یک نسیم لطف | نشگفته ام هنوز که پژمرده می روم

فردها

از تو اے بیرنگ با چندیں صور | هم مشبه هم منزه خیره سر

من از محیط محبت نشاں همی دیدم | که استخوان عزیزاں به ساحل افتاده است

می گزشتم ز غم آسودہ کہ ناگہ زکمیں ۳ عالم آشوب نگاہے سرراہم بگرفت

بغیر آنکہ بہ روز سیاہ خود گرید وگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید

مندرجہ ذیل تین رباعیاں اور چار فرد کے متعلق صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ہیں یا کسی اور کی ہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق کرنی ضروری ہے۔

۱

آنجا کہ کمال کبریائے تو بود عالم نمے از بحر عطائے تو بود
مارا چہ حد حمد و ثنائے تو بود ہم حمد و ثنایم نہ سزائے تو بود

۲

من کیستم اندر چہ شمارم چہ کسم با ہمرہئے سگانش باشد ہوسم
در قافلۂ کہ اوست دانم نہ رسم این بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

۳

جانا بقمار خانہ رندے چند اند با مردم کم عیار کم پیوندند
رندے چند اند کس نہ داند چند اند بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

گاہ خورشید و گہے دریا شوی ۱ گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی

تو نہ آں باشی نہ این در ذات خویش ۲ اے بروں از وہم ہا در بیش بیش

ما کئیم اندر جہاں پیچ پیچ ۳ چوں الف او خود ندارد ہیچ ہیچ

در لیقا کت نہ دانستم ہمی پنداشتم دانم ۴ ازیں پندار گوناگوں زبیں دانش پشیمانم
